# ...کے لیے نعمت عظمیٰ

[illegible]

## مستورات کے لیے چند خاص ...

[illegible]

ترکیب استعمال ...

قیمت فی تولہ ... روپیہ

خط کا پتہ: منیجر ہندوستانی ... دواخانہ

تار کا پتہ ...

# فہرست مضامین رسالہ عصمت بابت ماہ جولائی و اگست ۱۹۱۳ء

اجرائے تمدن کا اصلی منشا یہی تھا اور جسکو ہم بار بار ظاہر کر چکے ہیں گو اکثر
احباب نے ہماری بہت بڑھائی اور حوصلہ افزا خطوط لکھے۔ مگر تمدن کو
حسب دلخواہ کامیابی میسر نہ ہوئی تاہم یہ غنیمت ہے کہ وہ کچھ نہ کچھ کام
کر رہا ہے اور اگر ناظرین تمدن اسکے وجود کو ضروری سمجھتے رہے
تو انشاءاللہ وہ اپنے مقصد میں کبھی نہ کبھی ضرور کامیاب ہوگا مگر یہ دیکھکر
دلی رنج ہوتا ہے اور اسکا شاہد صرف معبود حقیقی ہے کہ کس سنگدلی
سے مسلمان مردوں نے اس بے زبان فرقہ کے حقوق غصب کیے
اور [illegible] دین کی بیبیوں کو لونڈیوں سے بدتر بنا دیا ہے۔ مسلمان بیویوں
کو صرف اس حالت میں دیکھنا چاہتے ہیں جس حالت میں ہمارے
مذہب مقدس نے انکی توقع کی مگر برخلاف اسکے جو کچھ ہو رہا ہے
وہ ہمارے موجودہ تمدن روزمرہ کی زندگی گھروں کی کیفیت اور عدالت
کے کاغذات سے ظاہر ہے اور ضرورت ہے کہ بیٹیوں کے باپ اور بہنوں کے بھائی متفقہ کوشش
سے ایک ایسا مرکز قائم کریں جس سے وقتاً فوقتاً حقوق نسواں کی حمایت
ہوا کرے۔ ہم پر تو ظاہر ہے کہ جہاں مرد تو مرد خود عورتوں میں ہی اپنے
حقوق کا احساس پیدا نہیں ہوا اس کا کامیاب ہونا معلوم۔ مگر ہمارا
عقیدہ یہ ہے کہ کوشش ہمارا کام ہے اور اسکی تکمیل خدا کے ہاتھ ہے
آج ہم اس تجویز کو محض نامہ نگاروں کی توقع پر اعلان کرتے ہیں کہ جو حضرات
مرکز حقوق نسواں کا وجود پسند کریں وہ ہم کو مطلع کریں تاکہ ایک
ضروری نشست پر بحث ہونے کے بعد عملی کارروائی شروع ہو۔ مرکز

حقوق نسوان کی خدمات بالفعل ہماری رائے میں مختصراً یہ ہونگی۔

(۱) اردو لٹریچر میں ان کتابوں کا پیدا کرنا جو حقوق نسوان کی حمایت میں ہوں۔

(۲) مسلمانوں سے ان حقوق نسوان کا مطالبہ جو اسلام نے عطا کیے۔

(۳) مختلف مقامات پر واعظین کے ذریعہ سے حقوق نسوان کی تلقین۔

(۴) اُن بیکس اور لاوارث لڑکیوں کی جو ظالم شوہروں کے قبضہ میں زندگی وبال سمجھ رہی ہیں اعانت وحمایت۔

(۵) ان غریب مفلوک الحال پردہ نشین رانڈوں اور دکھیاریوں کی اعانت جو کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلا سکتی ہیں اور سخت مصیبتیں بھگت رہی ہیں۔

(۶) مردوں کو ایک سے زیادہ نکاح کی اجازت میں شارع کے منشا کی اشاعت اور ایسے رانڈوں کے نکاح کی کوشش جو نکاح کے قابل ہیں۔

(۷) تعلیم یافتہ لڑکیوں کے واسطے ایسے لڑکے تلاش کرنا جو حقوق نسوان سے اچھی طرح آگاہ ہوں۔

بہرکیف حقوق نسواں کی خدمات کا مختصر خاکہ ہے جسکا مفصل اعلان آیندہ ہوگا امید ہے کہ حامیان حقوق نسوان ہمارا ہاتھ بٹائینگے اس سلسلہ میں جو چندہ وصول ہونگے وہ ہمیشہ درج ہو کر نتیجہ شائع ہوگا۔

# جسم کی صفائی

یوں تو انسان کے جسم کا ہر حصہ صفائی اور ستھرائی کے لحاظ سے بہت بڑی توجہ کے قابل ہے لیکن ہاتھ پاؤں آنکھ کان وغیرہ وغیرہ یعنی وہ اعضا جو ہر وقت دوسروں کی نظر کے سامنے رہتے ہیں خصوصیت سے احتیاط کے لایق ہیں صحت کے علاوہ جس میں ہمارا ہی اپنی خوشی شامل ہے جسم کا بھی ہم پر کچھ حق ہے۔ اور جس طرح ہم اپنے پھول پودوں کو پانی دے کر ہرا بھرا رکھتے ہیں ضرورت ہے کہ اسی طرح اپنے اعضا کو بھی میل کچیل سے بچائے رکھیں اور ایسی حالت میں نہ رکھیں کہ برابر بیٹھنے والوں کو نفرت اور صورت دیکھنے والوں کو وحشت ہو محض زیب و زینت کے خیال سے جسم کو صاف رکھنا سراسر غلط ہے اور اگر غلطی نہیں ہے تو اسکے یہ معنے ہیں کہ جس وقت زیب زینت کی ضرورت نہ ہو اس وقت جسم کی صفائی نہ ہونی چاہیئے اسلئے جسم کی آراستگی دوسری چیز ہے اور صفائی دوسری چیز افسوس ہے کہ بعض بہنیں جنکو قسمت نے آرایش کے قابل نہ رکھا وہ فضول اعتراضوں کی بدولت جسم کی صفائی سے محروم ہو گئیں اگر انھوں نے صابن سے کبھی یا بیسن سے منہ دھو لیا یا چنبیلی کا تیل ڈال لیا تو چاروں طرف سے معترضوں کی بوچھار شروع ہو گی حالانکہ صفائی کو زینت

کوئی تعلق نہیں جسم کی صفائی انسانیت کا سب سے بڑا زیور ہے اور جو شخص اس سے محروم ہے۔ اس میں کیسی ہی صفتیں ہوں کبھی قدر سے دیکھا نہیں جا سکتا۔ مثلاً ناخونوں کا بڑا ہونا اس میں میل کا ہونا سخت شرم کی بات ہے ہمیں مناسب ہے کہ ناخونوں کو اتنا بڑا نہ ہونے دیں کہ اس میں میل رہ سکے۔ ناخون اس لئے نہیں ہیں کہ جوؤں کے مارنے کے کام آئیں۔ اور مطلق گھن نہ آئے جن بہنوں میں یہ عادت ہے ان کی یہ عادت افسوس ہے اچھی نہیں ہے۔ یہ ہی کیفیت دانتوں کی ہے کہ بعض بہنیں ان کے مانجھنے کی مطلق پروا نہیں کرتیں اور اسپر پانوں کی سرخی جو ہونٹوں تک پھیلی ہوتی ہے میل کے ساتھ مکر اور بھی غضب ڈھاتی ہے۔ پان کا مسئلہ قابل بحث ہے اور میں یہ نہیں کہتی کہ پان نہ کھانا چاہیئے لیکن پان کھانے کی غرض اگر دانتوں اور ہونٹوں کا رنگنا ہے تو نہایت غلط غرض ہے دانتوں کو ہمیشہ صاف شفاف موتی کی طرح چمکنا چاہیئے اسیطرح اور تمام اعضا کی کیفیت ہے اگر ہم اپنے مذہب پر توجہ کریں تو بعض چھوٹی چھوٹی باتوں میں ہمکو خزانے چھپے ہوئے نظر آئیں گے مثلاً کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد ہاتھ دھونا سنت ہے اگر ہم پانچوں وقت کی نماز پڑھیں تو پانچ دفعہ کے وضو سے جسم کیسا پاک صاف رہیگا افسوس تو یہ ہے ہم اپنے اصولوں سے بہت دور جا پڑے ہیں ورنہ تمام دنیا کی خوبیاں اگر ہم غور سے دیکھیں تو ہمارے پاک مذہب میں موجود ہیں۔

ایک شدہ انجمن

# نواب برجیس جہاں بیگم

ناظرین عصمتی بہنیں یہ خبر سنکر رنجیدہ ہوں گی کہ حبر ہائی نس بیگم صاحبہ بھوپال دام اقبالہا کی نہایت عزیز پوتی برجیس جہاں بیگم صاحبہ نے دس سال کی عمر میں اس دنیا سے رحلت کی۔ سرکار عالیہ جس محنت اور توجہ سے اپنی مرنے والی پوتی کو خود تعلیم دے رہی تھیں اس سے توقع تھی کہ یہ بیگم اسلام کی سچی تعلیم کا ایک نمونہ ہوگی۔ مگر افسوس موت نے ان تمام توقعات پر پانی پھیر دیا۔ اور سرکار عالیہ کو ایسا داغ دیا جس میں ہزاروں بندگان خدا شریک ہیں۔

انار کا ایک دانہ موت کا باعث ہوگیا جو انتڑی میں چلا گیا اور جس کے واسطے اوپریشن کرنا پڑا۔

عصمتی بہنوں کی طرف سے سرکار عالیہ کی خدمت میں تار تعزیت فوراً روانہ کیا گیا۔

خداوند کریم سرکار عالیہ دام اقبالہا اور تمام متعلقین کو صبر دے

سنایا خاندان کا نام عزت خاندانی میں | تقاریب غم و شادی میں عیش و کامرانی میں

خریدا ہوئے بیچ جاویدانی تمنے یکسا | رواج الملک خاطر دور دورہ شادمانی میں

انجام جہد نہ کیونکر وقت پیری باسا وری | نہ سمجھے مرتبہ دولت کا جو عہد جوانی میں

اٹھاتے ہیں یہ تیغ جو تم ترقی سوچ ذاتی | کمایا تھا جنہوں نے راندن کی پاسبانی میں

تب ہی تک جو غرض تعلق جب تک کام ہیں ان سے | یہ قانون قدیمی ہے مقرر دار فانی میں

کریں محسوس ہی نفرت آشکارا وقت محتاجی | تماشے ہیں وحید العصر جو سب لستانی میں

ہزاروں نا خرچ آمدنے ملنے میں لطیف اپنا
بلا ریب و گماں جہنسا ہے مرگ ناگہانی میں

کی کیفیت

# الوان نعمت

## مچھلی کے کباب

پہلے مچھلی کو آٹے یا بیسن سے پاک صاف کرکے لہسن اور پیاز اور ادرک اور نمک تینوں کو پیس کر اور تھوڑا دہی اور چنے کا آٹا یا چاول یا مسورہ کا ملا کر گوندھے۔ تھوڑی ہلدی بھی آمیز کرکے مچھلی پر لگا دے اور روغن میں سینک کر باویں اُتار لیوے اور نوش فرماوے۔

## مچھلی کے کباب سیخ پر تیار کرنے کی ترکیب

آدھ سیر گوشت مچھلی کا اور آدھ پاؤ خود ادرک آدھی چھٹانک پیاز آدھی چھٹانک دہی پاؤ سیر بالائی کی سیخ [illegible] نمک اور دھنیا دو تولہ چنوں کا آٹا آدھی چھٹانک مرچ چار ماشہ [illegible] ماشہ الائچی ایک ماشہ لیموں تین عدد نمک دو درم [illegible] گوشت کے ٹکڑے ٹکڑے موافق کباب کے بنا کر چاقو سے کوچے مار کر اور چنوں کے آٹے سے خوب دھووے بعد نمک اور ادرک کا رس اور [illegible] پیس کر اور سفوف کرکے ان ٹکڑوں پر ملے پیاز تراش کر [illegible] لونگ الائچی پیس کر ملا دے [illegible] اور بالائی کو چھان کر ان کبابوں پر ملے باقی مصالحہ بھی لگا کر سیخ پر چڑھا آگ پر تیار کرے۔

راقمہ۔ ا۔ ف۔ م۔ [illegible]

# خط کتابت

بریلی۔ ۲۴ر مئی ۱۹۱۳ء

برادر عزیز۔ دعا،

میں ایک عرصے سے پریشانیوں میں مبتلا ہوں خط تک لکھنے کی فرصت نہیں ہے۔ یہاں کے رات دن عجب طرح سے گذرتے ہیں۔ تھوڑی دیر کی بات ہے کہ تسلیم روتی ہوئی آئی ہے۔ سبب پوچھا گیا تو شرافت پھوپی بولیں کہ اُن کی ساس نے بہت کچھ سخت سست کہا ہے۔ اب تک میں جانتی تھی کہ ساس بہوؤں کی لڑائی جب ہی ہوتی ہے جب ان دونوں میں سے ایک یا دونوں بدمزاج ہوں مگر اب مجھکو یہ خیال غلط معلوم ہوتا ہے۔ تسلیم بھی نیک مزاجی کے لیے مشہور ہے اور نہ اُن کی ساس کچھ بدمزاج ہیں تسلیم کے بیاہ کے ڈیڑھ برس بعد سے یہ حالت شروع ہوئی۔ ہماری تو سمجھ میں نہیں آتا اس میں کیا بھید ہے۔ دیکھو بیچاری تسلیم اب تک پڑی رو رہی ہے۔ ساس بہوؤں کی ایک ترسر کی بگڑی ہوئی فرشکل سے بنتی ہے اب خدا خیر کرے۔ . . . . . . . . . .

زبیدہ سیانی ہوگئی ہے اسکی نسبت کے پیام آرہے ہیں ایسے کاموں میں عجلت کرنا مناسب نہیں سمجھتی۔ اور نہ میں اپنے آپ کو اسقدر

قابل سمجھتی ہوں کہ اپنی ہی رائے پر بھروسہ کرکے اپنی سب سے زیادہ چہیتی بیٹی کی آیندہ زندگی کو جس راستے پر میں چاہوں ڈالدوں؟

ظفر رشید۔ اور حبیب کے پیام آئے ہیں۔ ان کو تم خوب جانتے ہو لکھو کہ ان میں سے کون اس قابل ہے جس کے ہاتھ میں تمھاری بہن کی قسمت کی باگ ڈور دی جائے +

"تمھاری بہن"

علیگڈھ — ۲۴ مئی ۱۹۱۳ء

آپا جان! آداب قبول کیجیے۔

آپ کا خط ملا۔ تسلیم آیا۔ اور ان کی ساس کی کشیدگی معلوم ہو کر جسقدر افسوس ہوا وہ آپ کو لکھ نہیں سکتا۔ یہ واقعات صرف ہمارے ہی گھرانے میں پیش نہیں آئے بلکہ ان کا چرچا متعدد گھرانوں میں سنا گیا ہے۔

میں نے اس بارے میں بہت کچھ غور کیا ہے اور ان جھگڑوں کے جو اسباب مجھ کو معلوم ہوئے ہیں وہ میں لکھتا ہوں۔

آپا جان میرے بیان کی تصدیق اس طرح سے ہو سکتی ہے کہ آپ ایک شخص کی زندگی کو بغور دیکھیے۔ آپ ضرور اس نتیجہ پر پہونچیں گی جس پر کہ میں پہونچا ہوں۔

بچہ جب گھر میں پیدا ہوتا ہے والدین کا دل خوش ہوتا ہے اُسکی سلامتی کے لیے دعائیں مانگی جاتی ہیں۔ اس کے لیے رات رات بھر

جاگنا پڑتا ہے جب وہ اس قابل ہوتا ہے کہ اپنے ہاتھ پاؤں ہلائے تو اسکی
ایک ایک حرکت پر ماں کا دل خوش ہوتا ہے۔ ہاں اس کے گو موت
دھوتی ہے اوس کی ہر طرح خدمت کرے اُسکی تکالیف اپنی تکالیف
خیال کرتی ہے۔ اور اُسکی آرام پر اسکو آرام ملتا ہے۔ اُس کے لیے
تمام چوچلے کیے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ اُس کے پڑھنے لکھنے کا زمانہ
شروع ہو جاتا ہے۔ اُس کے اوپر بیدریغ روپیہ صرف کیا جاتا ہے
لڑکا سیانا ہوتا ہے۔ پھر جوان ہوتا ہے۔ جوان ہوتے ہی ماں
باپ کو اُس کے لیے بہو۔ دلہن تلاش کرنے کا فکر ہو جاتا ہے
پیام بھیجے جاتے۔ کہیں نسبت قرار پا گئی۔ تو پھر لڑکے ہی کی بدولت
ہزاروں رسوم ادا کی جاتی ہیں نسبت ہوتے ہی بیاہ کی طیاریاں
شروع ہو جاتی ہیں تاریخ ٹھہرتی ہے۔ اور وہ تاریخ آ جاتی ہے اُس روز
اس قدر دھوم دھام سے جو ایک آدمی سے ممکن ہو سکتی ہے
شادی ہو جاتی ہے۔

آپا جان یہ حالات جو کچھ بھی میں نے آپکو لکھے ہیں یہ اسوقت
تک کے ہیں جب تک بہو گھر کے دروازے پر قدم نہیں رکھتی
جو کچھ اس کے بعد پیش آتا ہے وہ بھی غور سے دیکھئے۔ بہو جو
آتے ہی دروازہ پر قدم رکھتی ہے ساس کو خیال ہوتا ہے کہ
اس کا لڑکا ابھی تک تابعدار رہا ہے ابھی تک اس نے اُس کی اطاعت
کی کہیں ایسا نہ ہو کہ بہو لڑکے پر اپنا قبضہ جما دے اور وہ اس سے

زیادہ محبت کرنے لگے۔ وہ اسکی اچھی اچھی باتوں کو بڑے پیرایے میں کہنا شروع کر دیتی ہے اگر صاف صاف نہیں کہتی تو طنز ضرور کر دیتی ہے کہ بہو صاحبہ اول درجہ کی ہوشیار ہیں۔

آپا جان ایسے واقعات قابل بہوؤں کو زیادہ تر پیش آتے ہیں۔ کیونکہ نالائقوں کی طرف سے اُن کو خود اطمینان رہتا ہے لیکن اگر قابل ہوئی ہے تو اِس کا پہلا وعظ اپنی بیوی کو ہوتا ہے وہ یہ ہوتا ہے کہ میری ماں تمہاری ماں ہیں اور میرے باپ تمہارے باپ تم اُن کو اپنے ماں باپ کی طرح رکھو اُن کی اطاعت اور تابعداری کرو اور اسی میں میری خوشی ہے"!

بہو اپنے شوہر کے حکم کی تعمیل کرتی ہے۔ شوہر اوس سے خوش ہوتا ہے اور یہ وجہ ساس نندوں کی حسد کی ہوتی ہے۔ اور یہی اسباب ہیں ساس بہوؤں کی کشیدگی کے۔ اسی سے لڑائی شروع ہوتی ہے اور اس کا جڑ سے اُکھاڑ پھینکنا بہت مشکل ہے افسوس آتا ہے ایسی عورتوں پر جو دوسرے کی بیٹیوں کو اپنی بیٹی بنا کر لیتی ہیں۔ مگر اپنے اِس ذمہ داری کو نبھاتی نہیں۔ معلوم نہیں انکا کیا حشر ہوتا ہے۔ میں یہ نہیں کہونگا کہ ہمیشہ ایسا ہی ہوتا ہے یہ ضرور کہونگا کہ عموماً ایسا ہوتا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ ہماری نانی صاحبہ اور نانی صاحبہ کے جھگڑوں میں جسقدر زیادتی ہوتی ہے وہ سوتانی صاحبہ کی ہوتی ہے۔ نانی صاحبہ زیادہ سے زیادہ ہر بات میں

ل جو اُٹھتی ہیں تسلیم آپا پر کیا منحصر ہے جہاں دیکھئے یہی ہو رہا ہے۔ بیویوں سے اسی وجہ سے نفرت کی جاتی ہے۔ کہ وہ اُن کی تابعدار ہوتی ہیں، جب کبھی قوم پر تباہی آتی ہے تو ایکدم آتی ہے۔ رفتہ رفتہ نہیں آتی۔ خدا کا شکر ہے کہ تسلیم آپا کے دولہا کافی عقلمند ہیں اور اگرچہ وہ اپنی والدہ وغیرہ کی سب باتیں سن لیتے ہیں وہ اسپر کوئی توجہ نہیں کرتے اور وہ جانتے ہیں کہ جو کچھ اُن کے کانوں میں بھر اگیا ہے وہ کہاں تک سچ ہے۔

پیاری زبیدہ کی نسبت اس کے بارے میں جو کچھ آپ نے لکھا ہے میں نے دیکھا اس کا جواب میں ذرا سوچ سمجھ کر دوں گا۔ آپ میرے دوسرے خط کا ضرور انتظار کریں + فقط

آپ کا چھوٹا بھائی۔

مدحت

---

**ظل السلطان** یعنے وہ ماہواری رسالہ جو ریاست بھوپال سے خواتین کے واسطے ہر مہینہ کی تیسری تاریخ کو شائع ہوتا ہے اور جسمیں نہایت قابل قدر اور مفید مضامین شائع ہو رہے ہیں اور جو درحقیقت اس قابل ہے کہ بیبیاں اس کی قدر کریں۔ اور محترمہ آبرو بیگم صاحبہ سکرٹری لیڈیز کلب کا ہاتھ بٹائیں ہمیں امید ہے کہ ظل السلطان کا اضافہ ہمارے زنانہ پرچوں میں نہایت مفید ثابت ہوگا قیمت ۲ سالانہ

# بجہنی بیگم

یہ عفیفہ بیگم سلطان بلند اختر کی عزیز بیٹی اور محمد شجاع
ابن شاہجہاں بادشاہ کی پوتی تھی۔ جو حسن و جمال کے علاوہ نہایت
تیز فہم و ذکی تھی۔ اسے علم و شعر سے بھی بہت تھا۔ اس بیگم کو محل میں
چمن کی آرائش کرنے اور درختوں کے سینچنے کا بہت شوق
تھا۔ ان کا یہ قاعدہ تھا کہ صبح کی نماز سے فارغ ہو کر اور معمولاً
تلاوت قرآن سے محفوظ ہو کر آفتاب نکلنے سے پہلے اپنے
محل کے چمن میں آبیاری کرتی ہوئی دکھائی دیتی تھی۔ خود اپنے
نازک ہاتھوں سے چھوٹے چھوٹے خوشنما پودے لگایا کرتی اور
درختوں کو بڑی موزونیت اور ترتیب سے درست کرتی تھی۔ پیوند
چڑھاتی تھی اور کیاریوں کو باقاعدہ بناتی تھی غرض آفتاب
نکلنے سے پہلے وہ اپنے تمام کاموں سے فارغ ہو جاتی تھی۔

بجہنی بیگم اپنے فرائض منصبی کو خود بڑی جرأت اور آزادی
سے ادا کیا کرتی تھی۔ نہ تو اسے کسی کام کرنے سے عار ننگ
آتی نہ کسی کام میں اپنی خواصوں اور ملازموں کی محتاج اور منتظر
رہا کرتی۔ بلکہ جو کام کرنا منظور ہوتا خود نہایت مستعدی اور ہوشیاری
کے ساتھ کرتی۔ اس کی تکمیل اپنا فرض خیال کرتی تو قدرتاً

اسے متانت اور سنجیدگی کا وہ حیرتناک وتعجب خیز حصہ ملا تھا جس سے
اسکی فطرت پر تہذیب میں ایک بہت بڑا تغیر وتبدل ہوگیا تھا۔ اس لیئے
اس کا زیادہ وقت خاموشی اور سکوت میں صرف ہوتا تھا۔ اور اسی
کو وہ اچھا بھی جانتی تھی لیکن افسوس اس بلند خیال اور آزاد بیگم
کو ہوش سنبھالتے ہی زمانے کا سب سے بڑا اور سخت جانکاہ ظلم
پونچا۔ بچپنی بیگم کے سر سے اس کے عزیز ومہربان باپ کا یوں اچانک
سر سے سایہ اُٹھ جانا درحقیقت اس کے لیے ایک ایسا جانگداز
اور جگر خراش واقعہ تھا جس سے اسکی کمر کو بالکل دوہرا کر دیا تھا
اگر ایسے نازک وقت میں عالمگیر جیسا رحمدل ونیک نہاد شخص اس کی
دستگیری اور غمگساری نہ کرتا اور اس کے ساتھ رحیمانہ وفیاضانہ
برتاؤ نہ کرتا تو بے شک اسکی زندگی کا خاتمہ ہوجاتا کیونکہ قدرتاً اس کی
طبیعت ایسی نازک واقع ہوئی تھی کہ ان جیسے صدموں کا کبھی تحمل
نہ کرسکتی تھی۔ خود بچپنی بیگم اکثر کہا کرتی تھی کہ جو مصائب زمانہ، اور
حوادث روزگار مجھے پیش آئے ہیں اگر ان میں حضرت عرش
مکانی میرے غمگسار نہ ہوتے تو میری زندگی کا خاتمہ ہوجاتا۔

مورخین کا بیان ہے۔ کہ ۲۹۔ ربیع الاول ۱۱۱۰ھ آخر شب کو
عالمگیر کے پاس خبر پہنچی کہ سلطان بلند اختر رنجور سے عالم بقا
ہوئے۔ عالمگیر کو اس وحشتناک خبر سے سخت رقت ہوئی۔ اور اسکی
پُرنم آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا بہنے لگا۔ اس ہی وقت خواجہ

سمرو کو حکم دیا گیا کہ سلطان بلند اختر کے تینوں لڑکوں اور تمام محل کی بیگمات کو نہایت حفاظت اور احتیاط کے ساتھ قلعہ احمد نگر میں پہنچا جانے اور مرحوم کی لڑکی کجنی بیگم کو نہایت دلجوئی اور تسلی سے محل خاص میں لایا جائے۔ عالمگیر کے حکم کے مطابق کجنی بیگم کو محل خاص میں حاضر کیا گیا۔ تو بادشاہ دربار سے اٹھ کر محل میں آیا۔ اور کجنی بیگم کے سر پر ہاتھ پھیر کر فرمایا:

بیٹا! تو یہ نہ سمجھو کہ سلطان بلند اختر دنیا سے اٹھ گیا میں تیری دلجوئی اور تسلی میں بلند اختر سے کسی طرح کم ثابت نہ ہوں گا۔ میں آج سے تجھے اپنے فرزندوں سے زیادہ سمجھوں گا اور تیرے ساتھ وہی برتاؤ کروں گا جو ایک مہربان باپ اپنی لائق و قابل اولاد کے ساتھ برتتا ہے۔ تیری آزادی میں کوئی خلل انداز نہ ہوگا۔ تیری شادمانی اور خوشی کے اسباب مہیا کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھیگا

عالمگیر یہ کہتا جارہا تھا اور آنسوؤں کا دریا بہ بہ کر اسکی ڈاڑھی کو بھگوتا ہوا نیچے تک کے کپڑوں کو تر کر رہا تھا۔ ادہر کجنی بیگم کی روتے روتے ہچکی بندھ گئی تھی۔ اور اسکی آنکھوں میں دنیا تاریک معلوم ہوتی تھی لیکن پھر بھی اپنے تئیں اس نے طبیعت کو بہت سنبھال کر عالمگیر کے قدموں میں ڈال دیا۔ اس نے آداب شاہی کے قواعد اور فدویت کے آئین ظاہر کر کے بکمال محبت عرض کیا۔

کہ خدا تعالیٰ حضور کو ہمارے سر پر ہمیشہ زندہ و سلامت رکھے۔

ہم سب فدویوں کو توفیق دے۔ کہ آپ کے حکم و ارشاد سے سرمو تجاوز نہ کریں۔ بے شک مجھے اپنے والد کے انتقال کا انتہا سے زیادہ صدمہ ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی حضور کی دل نوازی اور عزت افزائی گویا ہم محزونوں کے زخموں کے واسطے ایک برقی اثر مرہم ہے جس نے ہمارے غم غلط کر دیئے،،

بخشی بیگم یہیں تک کہنے پائی تھی کہ عالمگیر نے بڑی غمگساری اور ہمدردی کے ساتھ اس کا سر اُٹھایا اور بخشی بیگم اور بلند اختر کے تینوں فرزندوں کو بے حد زر و جواہرات اور رنگین خلعت عطا فرما کر رخصت کیا۔ سلطان بلند اختر جو عالمگیر کا بھتیجا اور محمد شجاع ابن شاہجہاں کا عزیز بیٹا تھا۔ اگرچہ عالمگیر کا سخت مخالف تھا۔ لیکن عالمگیر کو اس کے مرنے کا انتہا ہی صدمہ ہوا جیسا کہ اپنے فرزند شہزادہ محمد سلطان کا یہی سلطان بلند اختر اپنے باپ محمد شجاع کی افواج کا ایک بڑا بہادر جنرل اور خونریز افسر تھا اور عالمگیری حملے بڑے زور و شور سے برابر روکا رہا تھا۔ اور محمد شجاع کی تمام خونخوار فوجوں کی کمان اس کے ہاتھ میں تھی۔ اور یہی بار بار عالمگیر کی بہادر فوج کا مقابل رہا تھا۔ اگرچہ اسے چند پے در پے اور متواتر شکستیں ہوئیں مگر وہ بار بار کی شکستوں سے کبھی کچا نہیں ہوا۔ اور انتہا کے زیادہ نقصان اٹھانے کے بعد جنگ سے کبھی اسکی طبیعت اچاٹ نہیں ہوئی۔

عالمگیر کے رحیمانہ اخلاق اور فیاضانہ عادات کی یہ ایک عام و بدیہی

نظیر ہے کہ وہ اپنے دشمنوں اور مخالفوں کے ساتھ بھی ویسے ہی خوش اخلاقی و فیاضی سے پیش آتا تھا جیسے دوستوں اور خیر خواہوں سے یہ انتہا درجہ کی جہالت بلکہ سخت نا انصافی اور بے ایمانی ہے جو بعض مورخوں نے اس خدا شناس اور رحم دوست بادشاہ کو ظالم اور جابر لکھا ہے۔ اگر وہ اس نامور بادشاہ کے حالت پر بنظر انصاف غور کریں گے تو انہیں پورے طور سے اس بات کا کافی ثبوت ہو جائیگا کہ ہم جو الزامات اس عادل اور منصف بادشاہ پر لگاتے ہیں۔ وہ محض بے بنیاد اور صرف ہمارے ہی تعصب و ہٹ دھرمی کا نتیجہ ہیں اگرچہ ایک منصف مزاج اور انصاف پسند شخص کو ان کی تحقیر آمیز حرکتوں سے رنج و افسوس ہوتا ہے۔ لیکن جو قوم ایک مدت تک دولت کے ساتھ اسلام کی زبردست اور فاتحان اسلام کے قدموں تلے رہ چکی ہے اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ اسکا سلوک بےجا نہیں ہے مورخین کی بے توجہی سے ہمیں یہ بالکل معلوم نہیں ہو کہ اس عظمت کیش خاتون کی شادی کس سے ہوئی اور کب ہوتی نہ ہمیں اس کی تاریخ وفات کا کہیں پتہ چلتا ہے۔ جس کا ہمیں سخت رنج اور رنج کے ساتھ افسوس ہے۔

راقمہ

بلقیس بیگم۔ ہمشیرہ عطاء اللہ

# تعلیم و تربیت

جوں جوں زمانہ گزرتا جاتا ہے۔ ہر ایک چیز زمانہ کی روش کے مطابق تغیر پذیر ہوتی جاتی ہے۔ اور بمقتضائے تبدل انسانی خیال کے سانچے میں ڈھلتی جاتی ہے۔ یعنی زمانہ سلف کے لوگ ایک چیز کو بہ نظر کراہیت دیکھتے تھے لیکن فی زمانہ وہ باعثِ فخر و اعزاز تصور کی جاتی ہے۔ یا قطع نظر اس کے متقدمین کے خیالات ایک بات کی بابت کچھ اور تھے مگر ہمارے ہمعصر اسکو دوسرے پہلو سے دیکھتے ہیں۔ مگر خواہ کچھ ہی ہو۔ دونوں میں سے ہر ایک اپنے آپ کو سچا خیال کرتا ہے۔ صرف اسلئے کہ خاص خاص باتیں خاص وقتوں میں اچھی تھیں اور بعد میں قبیح سمجھی گئیں۔ چنانچہ فی زمانہ تعلیم کی بابت بہت سے ہمعصرین بزرگان سلف سے اختلاف کرتے ہیں۔ اور اُن طریقوں کو جو کہ حال میں مروج ہیں بدرجہا ترجیح دیتے ہیں۔ حالانکہ ایک دوسرا گروہ بھی ہے جس کی رائے اس کے بالکل برعکس ہے بسا اوقات سننے میں آیا ہے کہ اُستادان سلف اپنے شاگردوں کے ساتھ بہت سختی برتا کرتے تھے۔ انواع اقسام کی سزائیں دیا کرتے تھے اگرچہ جیسا اسباب کے ماننے میں کوئی تامل نہیں۔ کہ اساتذہ کسی خاص حد تک سختی کو کام میں لاتے ہوں گے۔ تاہم یہ سختی محض اس لیے تھی کہ ان کے شاگرد بھی ایسے

بہی نادر بن جائیں جیسا کہ وہ تہے۔ وگرنہ خدانخواستہ ان بیچاروں کو منعلمیں سے کوئی عداوت نہ تہی۔

ہمارے زمانے میں مکتب کی تعلیم تہی اور السنہ مشرقیہ پر بہت زور دیا جاتا تہا اور طالب علموں کو صبح سے شام تک مکتب میں بٹہا رہنا پڑتا تہا۔ مگر اب سرکاری اسکولوں کے جاری کرنے اور ان میں تعلیم دینے کا یہ مدعا ہے کہ ان کو تہوڑا تہوڑا ہر علم کا سبق دیا جائے اور ان کی جسمانی صحت کو درست رہنے کے لیے ان کو مختلف طریقہ پر ورزش کرنے اور کھیلنے کی بہی اجازت دی جاتی ہے۔

سب سے بڑا نقصان جو کہ مکتبوں کی تعلیم کے دور ہو جانے سے پہونچا ہے وہ یہ ہے کہ طلبار کے دل سے استاد کی وقعت بالکل اُٹھ گئی ہے۔ زمانہ سابقہ میں طلبار ہر طرح اپنے استاد کی خدمت کرنے کو عین فخر اور سعادت سمجھتے تہے مگر اب بجائے خدمت کرنے کے طلبار کہتے ہیں کہ استاد ملازم ہیں اپنی تنخواہ لیتے ہیں اور ہم اپنی فیس ادا کرتے ہیں اور پڑہتے آہیں۔

جیسا کہ متقدمین تعلیم کے بارے میں بہت سخت اور پابند تھے۔ ایسا ہی انکو لڑکوں کی تربیت کا خیال بہی دامنگیر رہتا تہا۔ بلکہ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ وہ تعلیم کی نسبت تربیت کی طرف زیادہ توجہ مبذول کرتے تہے۔ اگرچہ ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ آجکل بہت ہی آسانیوں کے باعث تعلیم کا بہت چرچا ہے جو کہ زمانہ سلف کے

لوگوں کو کبھی نصیب نہیں ہوا مگر تاہم اس امر سے ہم اپنی آنکھیں بند نہیں کر سکتے کہ تربیت بہت ہی کم ہے۔ بلکہ اگر بہ نظر تعمق دیکھا جائے تو یہ تعلیم ہی کہ فائدہ مند ہے بلکہ ناقص ہے۔ ہمارے ناظرین کو یہ بات بھی معلوم ہے کہ مدرسوں میں اس قسم کی تعلیم دی جاتی ہے کہ کوئی طالب علم عرصۂ تحصیل علم میں کسی مضمون میں بھی کامل استاد نہیں بن سکتا۔ کیونکہ ہر ایک مضمون کی کتابیں نامکمل ہوتی ہیں۔ جیسے استاد صاحب پڑھا دیتے ہیں طالب علم امتحان پاس کرنے کی غرض سے یاد کر لیتے ہیں۔ اول ایک یا دو کتاب پڑھنے سے انسان بہت کم علم اخذ کرتا ہے۔ دوسرے اس پر بھی اکتفا نہیں بلکہ بعد از امتحان وہ کتاب طاق نسیاں میں رکھی جاتی ہے اور دوسری (یعنی اگلی) جماعت کی کتابوں کا فکر دامنگیر ہوتا ہے مجھے اس بات کی وضاحت وطوالت کی ضرورت نہیں کیونکہ ناظرین پہ اظہر من الشمس ہے

جب ہم موجودہ تربیت کی طرف نظر دوڑاتے ہیں تو میدان صحرا سے اور لیشتر سے بھی زیادہ صاف دکھائی دیتا ہے لڑکے مدارس کے طلبا جیسا کہ میں اوپر بیان کر چکی ہوں استاد کی عزت نہیں کرتے۔ بلکہ تعلیم کیطرف کم توجہ دیتے ہیں۔ تو پھر اخلاق و تربیت کا کیا کہنا۔ استاد کے حق کو بالکل نہیں جانتے جب تک جماعت کے کمرہ میں رہتے ہیں استاد کا کم و بیش ادب کرتے تو ہیں مگر ڈرتے ڈرتے۔ پھر مدرسہ کی چار دیواری کے باہر

تو سلام علیک کی بھی روادار نہیں۔ یہ تو سلوک ہے روحانی باپ کے ساتھ۔ اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ گھر والوں سے کس طرح پیش آتے ہیں۔ والدین کا بہت کم ادب کرتے ہیں۔ گھر میں بسا اوقات دنگا کرتے ہیں۔ اور بیہودہ باتیں منہ سے نکالتے ہیں۔ انواع و اقسام کی علتوں میں پڑ جاتے ہیں جن کا اگر مختصراً بھی بیان کروں تو ڈرتی ہوں کہ مضمون طوالت پکڑ جائیگا۔

ہاں البتہ غیر سرکاری مدارس سے طلبا کچھ توجہ مطالعہ کیطرف صرف کرتے ہیں کیونکہ وہاں کام سختی سے لیا جاتا ہے اور اس وجہ سے ان کے اخلاق بھی تھوڑے بہت اچھے ہوتے ہیں لیکن یہاں بھی اگر ہم بنظر غور دیکھیں تو تربیت بہت کم ملتی ہے۔

یہ تو میں پہلے بیان کر چکی ہوں کہ آجکل تعلیم ناکمل ہے۔ چنانچہ اس کے ضمن میں ایک مستند انگریزی کی کتاب کا جس کا کہ اردو میں ترجمہ ایک پروفیسر صاحب نے کیا ہے حوالہ دیتی ہوں۔ اس انگریزی کتاب میں لکھا ہے کہ آجکل کی تعلیم چند ایک کتب یا رسائل پر مبنی ہے جن میں بڑی کتابوں کے کچھ حصے درج کئے ہوتے ہیں اور انہیں تنازعوں کی متعدد شرحیں چھپی ہوتی ہیں، یہ چھوٹی ہوتی ہیں۔ یہ چھوٹی چھوٹی کتابیں طالب علموں کے ہاتھوں میں اس لیے دی جاتی ہیں۔ کہ وہ ان کو رٹ لیں اور امتحان میں کامیاب ہو جائیں۔

خیر مجھے تعلیم سے تو زیادہ بحث کی ضرورت نہیں کیونکہ اس کا ہونا ضروری بلکہ لازمی ہے۔ خواہ کم ہو یا زیادہ۔ مگر تعلیم سے بڑھکر اخلاق و تربیت کی ضرورت ہے۔ تعلیم کو مقدم رکھنے کی وجہ خاص یہ ہے کہ علم کی برکت اور اثر سے انسان نیک اطوار بن جاتا ہے۔ تند خوئی اور تلون مزاجی دور ہوتی ہے۔ تعلیم اکھڑ پن سخت و تند عادات و خصائل کو نرمی کے سانچے میں ڈھال دیتی ہے۔ مگر فی زمانہ تعلیم نے اس بارے میں بہت کم اثر دکھایا ہے اس لیے جملہ بہنوں و ناظرین کی طبیعت اس طرف منعطف کی جاتی ہے کہ وہ اپنے بچوں کو تعلیم کے ساتھ عمل بھی سکھلائیں۔

زمانۂ موجودہ کی تعلیم میں ایک بڑا نقص یہ ہے کہ اس میں مذہبی تعلیم نہیں ہوتی۔ اس لیے طلباء میں آداب کا مادہ بہت کم پیدا ہوتا ہے۔ فقط

مسز ریاض

از امرتسر

---

براہ کرم ناظرین خط و کتابت میں نمبر

خریداری ضرور تحریر فرمائیں

حسب الہدایت ہر ہائنس نواب سلطان جہاں بیگم صاحبہ سی۔ آئی۔ جی سی ایس۔ آئی۔ جی۔ سی۔ آئی۔ ای۔ اعلان کیا جاتا ہے کہ نمایش دستکاری خواتین ہند بسرپرستی علیا حضرت ممدوحہ شروع ماہ جنوری ۱۹۱۲ء بمقام بھوپال منعقد کی جائے گی +

لہذا امید ہے کہ تمام خواتین ہند اس نمایش میں گہری دلچسپی ظاہر کر کے فرداً فرداً اپنے ہاتھ کی بنائی ہوئی نمایشی اشیاء وسط دسمبر ۱۹۱۱ء تک آنریبل بیگم صاحبہ سکریٹری لیڈیز کلب بھوپال سنٹرل انڈیا بھیجکر مشکور فرمائیں گی سکریٹری صاحب موصوفہ بہ خاتون کی درخواست پر قواعد نمایش وغیرہ بھیج دیں گی۔ اس نمایش کے ساتھ ساتھ پھول اور ترکاری وغیرہ کی بھی نمایش ہوگی۔

دستخط۔ اودھ نراین بسریا۔
چیف سکرٹری۔ دربار بھوپال۔

# فہرست انعامات

## متعلق

# نمائش دستکاری خواتین ہند

## بمقام بھوپال

# شرح خاص انعامات

تمغہ طلائی ——— کسی طبقہ کے سب سے اچھے کام کے لیے جو کسی زنانہ اسکول کی طالبات کا بنایا ہوا ہو۔

تمغہ نقرئی ——— اس کے بعد کسی طبقہ کے سب سے اچھے کام کے لیے وسط ہند کے کسی زنانہ اسکول کی طالبات کا بنایا ہوا ہو۔

تمغہ طلائی ——— کسی طبقہ کے سب سے اچھے کام کے لیے جو بھوپال میں رہنے والی کسی ہندوستانی بی بی کا بنایا ہوا ہو۔

تمغہ نقرئی ——— اس کے بعد کسی طبقہ کے سب سے اچھے کام کے لیے جو وسط ہند میں رہنے والی کسی ہندوستانی بی بی نے بنایا ہو۔

# شرح کام وانعامات

۱۔ لیس کا کام ——— ایک تمغہ طلائی۔ دو تمغے نقرئی۔ تین تمغے برونز یعنی کانسہ۔

۲۔ ڈرا ان تھریڈ یعنی کپڑے کے دھاگے نکال کر۔
کام بنانا ——— دو تمغے نقرہ۔ دو تمغے برونز

۳۔ کلابتون کا کام سنہری و روپہلی ——— ایک تمغہ طلائی۔ تین تمغے نقرئی۔ تین تمغے برونز۔

۴۔ سوزن کاری (کین وس، سائٹن، ریشم۔
مخمل۔ جالی۔ یا لینن پر ——— ایضاً

۵۔ کروشی کا کام (سوتی) ——— ایک تمغہ نقرہ۔ دو تمغہ برونز

۶۔ ایضاً (اونی) ——— ۳۔ تمغہ برونز

۷۔ بنائی (نٹنگ) کا کام (سوتی یا اونی) ——— ایضاً

۸۔ ٹیٹن یعنی فیتہ کا کام ——— ایک تمغہ نقرہ۔ دو تمغے برونز

۹۔ نقاشی (کسی چیز پر ہو) ——— ۲ تمغے نقرہ۔ ۲ تمغے برونز

۱۰۔ اون، کپڑے، روئی، یا مٹی کے۔
نمونہ پھول، پھل اور پودوں کے ——— دو تمغے برونز

۱۱۔ کشیدہ کا کام ——— ایک تمغہ طلائی۔ ایک نقرہ۔ دو تمغے برونز

۱۲- پوست کا کام (بیڈ ورک) ——— ایک تمغہ طلائی۔ ایک تمغہ نقرہ۔ دو تمغے برونز۔

۱۳- تصویروں کو کپڑے پہنانا ——— ایک تمغہ نقرہ۔ دو تمغے برونز

۱۴- واٹر کلر۔ اور آئل پینٹنگ۔

(تصاویر آبی و روغنی) ——— دو تمغے طلائی۔ ایک تمغہ نقرہ

۱۵- کریول ورک ——— ایک تمغہ طلائی۔ ایک تمغہ نقرہ۔ دو تمغہ برونز۔

۱۶ دیکر ورک ——— ایک تمغہ طلائی۔ ایک تمغہ نقرہ۔ دو تمغے برونز۔

۱۷- پھول ——— دو تمغے نقرہ۔

۱۸- ترکاری ——— دو تمغے نقرہ۔

(دستخط) آبرو بیگم

سکرٹری پرنسس آف ویلز لیڈیز کلب

بھوپال

---

ناظرین عصمت براہ کرم خط و کتابت میں

نمبر خریداری ضرور تحریر فرمائیں۔

# کمسنی کی شادی

(۱)

بہن کے ہوئی لڑکی بھائی کے ہوا لڑکا نند بھاوج ساتھ کی کھیلی منہ بولی سے زیادہ محبت ارمانوں کا لڑکا آرزوؤں کی لڑکی پھر نسبت کیوں نہ ہوتی بہن سے زیادہ چاہنے والی بھاوج نے خوشی خوشی ٹیکرے میں پیسے ڈالدیے۔ پھر عذر و انکار بھی کیسے کرتی چھٹی کے ساتھ ہی ساتھ منگنی کی رسم بھی ادا ہو گئی۔

خدا خدا کر کے ۱۲ برس کاٹے اور سجاد نے مڈل کا امتحان دیا ادھر بیاہ کی تیاریاں ہونے لگیں امیر گھر کا لڑکا امیر گھر کی لڑکی کمی ہی کس بات کی تھی۔ لڑکا مڈل پاس ہو گیا۔ لڑکی نے بھی اپنی عمر کے قابل پڑھنا لکھنا سینا پرونا سب کچھ سیکھ لیا۔

لڑکی تو ماشاء اللہ جوان معلوم ہونے لگی۔ مگر سجاد کی بساط ہی کیا لڑکا ذات اور تیرہواں سال پھر پڑھنے کی محنت۔

اس نسبت سے سجاد بھی بہت خوش تھا۔ اسکو اگر بچپن میں کسی بات کی دھمکی دیجاتی تھی تو صرف اسکی کہ اگر تو فلاں کام نہ کرے گا تو بیگم جان کے ساتھ شادی نہ ہوگی۔ غرض کہ سجاد نے ۱۲ برس تک جو کام کیے وہ بیگم جان کے پانے کی خوشی میں بیگم جان کو اس نے دیکھا نہ تھا

لیکن اپنی ماں زبیدہ کی زبان سے اوس کی تعریفیں سنکر وہ بیگم جان
کا نادیدہ مشتاق ہوگیا تھا کہ بیگم جان دنیا سے زیادہ خوبصورت اور
اور لایق ہے جب وہ بھولے بھولے منہ سے اپنی ماں سے پوچھا کرتا تھا
کب آپا بیگم جان ہمارے گھر آئینگی ماں کہتی کہ میاں جب تم مڈل پاس
ہوجاؤ گے۔ لیکن جب مڈل پاس کرنے کا وقت آیا تو اتنی سمجھ آگئی۔ کہ وہ
شادی کے نام سے شرمانے لگا تھا۔ مگر دلمیں اب یہی بیگم جان کا آرزو مند
اگر یہہ شادی پوری عمر میں ہوتی تو سجاد بیگم جان کا نہایت چاہنے والا
شوہر ہوتا لیکن والدین نے شادی اوس عمر میں کی جبکہ وہ اچھی طرح سے
یہ بھی نہ جانتا تھا کہ شادی کا اصل مطلب کیا ہے سوائے اس کے
کہ بہت بڑی خوشی کا نام شادی ہے۔ اور بیگم جان کے ملنے سے
زیادہ کوئی خوشی اوس کے دلمیں نہ تھی یہی وجہہ تھی کہ وہ شادی کی خبر
سنکر پھولا نہ سمایا غرضکہ خدا نے وہ دن دکھایا کہ دونوں کے
ماں باپ نے خوب دل کھول کر ارمان نکالے اور بڑی دھوم دھام
سے سجاد کی شادی بیگم جان کے ساتھہ ہوگئی۔

نہایت آرزوؤں کے بعد سجاد نے بیگم جان کو دیکھا لیکن جیسا کہ
وہ بیگم جان کے دیکھنے کا مشتاق تھا دیکھکر ویسا خوش نہوا سب سے
پہلے سجاد نے بیگم جان سے جو سوال کیا وہ یہہ تھا کہ تم۔ کیا پڑھتی ہو"
بیگم جان نے شرم کیوجہہ سے کچھہ جواب نہ دیا سجاد اسی قسم کے سوال
کرتا رہا لیکن بیگم جان نے جب جواب ہی نہ دیا تو کچھہ دیر پڑا ہنستا رہا۔

اور بیچاری لیٹ کر سو گیا دوسرے دن بیگم جان میکہ چلی گئی۔
زبیدہ نے سجاد سے پوچھا کہ بیگم جان کو تم نے دیکھا کیسی اچھی ہے +
سجاد۔ اچھی لیا ہیں منہ سے تو بولتی ہیں نہیں مجھے تو گونگی معلوم ہوتی
ہیں شاید بہری بھی ہیں کیا بی آپا یہی اچھائی ہوا کرتی ہے ہتو
بات نہیں۔ کہ بیگم جان آپ سے بھی کچھ زیادہ اچھی ہونگی
زبیدہ۔ لے ہے سجاد ایسا نہ کہنا ہو پا صاحب خفا ہو جائیں بیگم جان
تو بڑی اچھی ہے دیکھنا کل پرسوں تم سے بولنے بھی لگے گی
سجاد۔ کچھ پڑھی لکھی بھی ہیں۔
زبیدہ۔ اسے تو کیا وہ جاہل تھوڑا ہی ہے سب کچھ پڑھی لکھی ہے
مجھ سے زیادہ اچھی طرح انگریزی بول لیتی ہے
سجاد۔ خوش ہو کر۔ آہا بیگم جان انگریزی بھی جانتی ہیں۔
زبیدہ۔ تمھیں کیوں اتنی خوشی ہوئی۔
سجاد۔ ہم اون سے انگریزی کی کتابیں پڑھوا کر سنا کریں گے۔
زبیدہ۔ چلو رہنے بھی دو تم تو بچہ ہی ہو۔
یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ سجاد کا باپ ممتاز آگیا۔ سجاد باپ کے
آنے سے خاموش ہو گیا۔ اور کچھ دیر بعد اوٹھکر چلا گیا۔ شام کو سسرال
ہو بجاور سالیوں کے پاس جاکر بیٹھ گیا۔
منجھلی بیگم سجاد کی منجھلی سالی کا نام تہا وہ سجاد سے بہت ہی محبت کرتی تھی
سجاد نے منجھلی بیگم سے شکایت کی کہ بیگم جان ہم سے بولتی نہیں

مجھلی بیگم کے پاس ہی بیگم جان بھی بیٹھی تھی اوس نے اسکا منہ کھول کر
کہا کہ اب شرم ہو چکی تم سجاد سے بولا کرو ان سے کیوں شرماتی
ہو کچھ تم سے بڑے تھوڑا ہی ہیں برابر والوں سے کب شرماتے ہیں
غرض کہ رفتہ رفتہ مجھلی بیگم نے ان کی شرم کم کرادی اور یہ دونوں
بڑی محبت سے رہنے لگے۔ سجاد جو کچھ پڑھا کرتا تھا وہ بیگم جان کو بھی پڑھایا
کرتا تھا اس کے علاوہ بیگم جان کا نام بھی زنانہ اسکول میں لکھوا دیا۔
تھا وہ بھی سجاد کے ساتھ ہی ساتھ پڑھتی رہی۔
دو برس بعد سجاد نے انٹرنس پاس کر لیا اور بیگم جان مڈل پاس
ہو گئی۔ سجاد کو روز بروز پڑھنے کا شوق بڑھتا جاتا تھا۔ لیکن بیگم جان
اب پڑھنے لکھنے سے گھبرانے لگی تھی جب ہر وقت کے پڑھانے
سے اسکا دل بہت گھبرا گیا تو اس نے ایکدن سجاد سے کہا کہ کسیوقت
تو خالی بیٹھا کرو مجھے ہر وقت کا پڑھنا پسند نہیں ہے کسی وقت آدمی
کو آرام بھی کرنا چاہیئے۔
سجاد۔ مجھے پڑھنے سے کوئی تکلیف نہیں ہوتی بلکہ برعکس اس کے
دل خوش ہوتا ہے تمکو اگر پڑھنا برا معلوم ہوتا ہے تو نہ پڑھا کرو
میں تمکو اچھی اچھی کتابیں سنا دیا کروں گا۔
بیگم جان۔ میں سنوں گی بھی نہیں بیٹک میرے پاس بیٹھا کرو تم
بھی کتاب نہ پڑھا کرو۔
سجاد۔ میں اگر ایسا کروں تو سب پڑھا لکھا بھول جاؤں کیا تم یہ چاہتی ہو

کہ میں مدرسے ذلیل ہو کر نکالا جاؤں۔

بیگم جان۔ اگر ذرا دیر کو۔ پڑھ ہو گئے تو اتنا نقصان نہ ہوگا آخر دنیا زمانہ میں کون ایسا ہے جو آٹھوں پہر پڑھا ہی کرتا ہے۔ لیکن مدرسے کوئی نہیں نکالا جاتا۔ چوبیس گھنٹے میں اگر صرف دو گھنٹہ ہی میرے پاس خالی بیٹھ جاؤ تو کوئی ہرج نہ ہوگا۔

سجاد۔ تمہیں کیا معلوم کہ ہرج نہ ہوگا میں اپنی بہتری کو خوب سمجھتا ہوں۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ آیندہ تم میرے لیے ہارج نہ ہوگی

سجاد کے اس فقرہ سے بیگم جان کو سخت صدمہ ہوا اور وہ چپکی اوٹھکر چلی گئی۔ گو سجاد نے اسوقت بیگم جان کو قصداً رنج پہونچایا تھا۔ لیکن اوسکو خود بھی بہت رنج ہوا۔ کہ میں نے اپنی چاہنے والی بیوی کو بہت رنج دیا۔ اے کاش کہ ابھی میری شادی نہوتی اور میں اطمینان سے پڑھکر فارغ ہو جاتا تو پہر میں بیگم جان کے ساتھ کیسی مجھے رہتا۔ افسوس اسوقت بیگم جان کے دل میں میری طرف سے نہ معلوم کیا کیا خیال آئے ہوں گے

وہ سمجھی ہوگی کہ سجاد کو میری محبت بالکل نہیں ہے خیر انشاءاللہ ایک دن وہ ہوگا کہ میں حسب دلخواہ کامیاب ہو کر اپنی پیاری بیوی کے ساتھ نہایت بے فکری سے زندگی بسر کروں گا۔

بیگم جان ایک کمرہ میں اکیلی بیٹھکر سوچنے لگی کہ افسوس میں سجاد سے بے انتہا محبت کرتی ہوں اور وہ مجھسے محبت کرنا تو درکنار

میری محبت کی قدر بھی نہیں کرتا آخر مجھ میں ایسی کونسی برائی ہے کیا میں
بدصورت ہوں کیا میں غریب ہوں کیا میں کمینی ہوں نہیں نہیں میں سجاد
کے برابر شریف ہوں اگر وہ خوبصورت ہے تو میں اوس سے
زیادہ اچھی ہوں اگر اوسکا باپ سوداگر ہے تو میں نواب کی لڑکی ہوں
وہ انٹرنس میں پاس ہے تو میں بھی مڈل پاس ہوں آہ پھر کیا سبب کہ
سجاد میری پرواہ نہیں کرتا اوس نے مجھے ایسے صاف لفظوں میں
کہا کہ میں امید کرتا ہوں کہ تم آیندہ میرے لیے مانع نہ ہوگی۔ تو میں
اب کیا کروں اپنے میکہ چلی جاؤں یہ کہکر بیگم جان اٹھی ساس کے
پاس جاکر میکہ جانے کی اجازت لی اور اوسیوقت میکہ چلی گئی۔
اوہ مہینہ بھر تک سسرال نہ آئی سجاد کو بیگم جان کی بہت محبت تھی
وہ اوس کے موجودگی میں بہت آسانی سے پڑھا کرتا تھا۔ جب
بیگم جان چلی گئی تو اوس کا دل ہر وقت بیگم جان کے خیالمیں
رہنے لگا اور پڑھنا لکہنا بہولنے لگا۔ وہ رات دن سوچا کرتا تھا۔
کہ ضرور میری اوس دن کی بات پر بیگم جان ناراض ہوگئی ہے۔
جبتک میں اوسکو راضی نہ کروں گا وہ ہرگز نہ آسکے گی افسوس میںنے
اوسکو بہت رنج دیا ہائے وہ اپنے دلمیں کیا خیال کرتی ہوگی وہ
کتاب بدستور ہاتھ میں رکھتا اور رات دن پڑہتا۔ لیکن دل میں
یہی خیال رہتا کہ بیگم جان کیوں نہ آئی اب میں اوسکو کیسے راضی
کرسکوں گا۔ بیگم جان کو اس عرصہ میں ساس نے کئی مرتبہ بلایا

لیکن وہ نہ آئی رفتہ رفتہ سجاد کا دل پڑھنے سے اوچاٹ ہوتا گیا۔ اکثر مدرسہ میں غیر حاضری ہونے لگی سبق اچھی طرح سے یاد نہ ہوا نتیجہ یہ ہوا کہ ایف۔ اے۔ کے فرسٹ ایر میں فیل ہوگیا۔ سجاد کے فیل ہونے سے اوس کے والدین کو بہت رنج ہوا اور یہ صلاح کی کہ سجاد کو قانون پڑھنے کے لیے لندن بھیجدیا جائے۔

سجاد کا دل ہرگز نہ چاہتا کہ بغیر بیگم جان کے لندن جائے اوس نے ظاہر بھی کیا کہ میں بیگم جان کو بھی ساتھ لے جاؤں گا۔ لیکن یہ بات سجاد اور بیگم جان دونوں کے والدین نے منظور نہ کی اور صرف سجاد کے لندن جانے کی تیاریاں ہونے لگیں۔ جب بیگم جان نے یہ سنا کہ سجاد لندن جا رہا ہے تو وہ اوس سے ملنے کے لیے آئی۔ سجاد بیگم جان کو دیکھکر بہت خوش ہوا اور سوچنے لگا کہ میں بیگم جان کو کس طرح راضی کروں یہ مجھ سے خفا ہے اور اس کے منانے میں بڑی مشکل پیش آئے گی۔ یہ بیگم جان کی ناراضگی سے انجان بنکر اور ہنسکر کہنے لگا کہ کیا تم میرے ساتھ چلنے کو آئی ہو۔

بیگم جان نے سجاد کی امید کے خلاف مسکرا کر جواب دیا ہاں۔

سجاد۔ "تم اتنے عرصے سے کہاں تھیں"

بیگم جان۔ میں اپنی ماجان کے گھر تھی۔

سجاد۔ یہاں کیوں نہ آئیں۔

بیگم جان۔ "میں تمہارے لیے زیادہ ہارٹ سیک نہ تھی اسوجہ سے ایکا

سجاد۔ لیکن نہ آنے کی حالت میں تم اور زیادہ ہارج ہوئیں یہ تمھارے پہلے جانیکا ہی سبب تھا کہ میں فیل ہوگیا۔ اگر تم یہاں ہوتیں تو میں ضرور پاس ہوتا۔

بیگم جان۔ یہ میری قسمت ہے کہ ہر طرح پر میں ہی قصوروار ہوں خیر آ لندن جاکر تو مجھے پیچھا پاک ہوگا۔

سجاد کو بیگم جان کی اس بات سے بہت رنج ہوا۔ وہ سمجھا تھا کہ یہ مجھسے ناراض نہیں ہے اوس کے صرف ہاں کہدینے سے وہ بے انتہا خوش ہوگیا تھا۔ وہ آزردہ ہوکر کہنے لگا کہ کیا تم اپنے چاہنے والے سجاد سے ابتک ناراض ہو کیا تم لندن نہیں جاؤگی۔

بیگم جان۔ میں کسطرح لندن جاسکتی ہوں تمہیں میری موجودگی میں تکلیف اوٹھانا پڑے گی اور میں تمھارے پڑہنے لکھنے میں ہارج ہونگی

سجاد۔ بیگم جان کیا تم میرا قصور معاف نکروگی۔ تم یقین کرو کہ اگر سجاد تمھیں ناراض چھوڑ گیا تو پھر واپس نہ آئیگا۔

واپس نہ آتے کا لفظ ادا نہ ہوا تھا جسکو بیگم جان سن سکتی اوس نے فوراً سجاد کے منہ پر ہاتھ رکہدیا اور کہا کہ بس اس سے آگے کچھ نہ کہنا میں تم سے ناراض نہیں ہوں لیکن میری اماجان کی مرضی نہیں اسوجہہ سے تمھارے ساتھ نہیں جاسکتی۔ لیکن خدا جانتا ہے کہ تمھاری جدائی مجھے بہت ناگوار ہے خدا کرے تم خیریت کیساتھ کامیاب ہوکر جلدی واپس آؤ۔

سجاد: لیکن تم ساتھ نہ ہوگی تو میرا پاس ہونا بہت مشکل ہے تمہاری جدائی میں میرے دل میں سوا تمہارے خیال کے کوئی بات نہیں آتی نہ پڑھا لکھا جائے۔

بیگم جان: لیکن میں کیا کروں مجبوری ہے اگر میرا اختیار ہوتا تو میں کبھی ہرگز آپ سے جُدائی گوارا نہ کرتی۔

غرض شام تک اسی قسم کی باتیں ہوتی رہیں۔ رات کو دونوں سو گئے۔ صبح کو اپنے اپنے دلوں میں ایک دوسرے کی محبت لیئے ہوئے جدا ہوگئے۔ سجاد لندن روانہ ہوا۔ اور بیگم جان اپنے میکہ چلی گئی۔ (باقی آئندہ)

خاکسار ش۔ ب۔ نقویہ

---

ہم کو مسلسل مضامین شائع کرکے ہمیشہ افسوس ہوا ہے کیونکہ سلسلہ منقطع ہونے کی وجہ سے ناظرین کو سخت تکلیف ہوتی ہے لیکن اپنی محترمہ بہن ش۔ ب۔ نقویہ صاحبہ کے اصرار سے ہم نے اس مضمون کو شائع کردیا۔ اُمید ہے کہ یہ سلسلہ منقطع نہ ہوگا اور ہم ناظرین سے نادم نہوں گے۔

---

# پردۂ نسواں

میں نے اکثر اپنی معزز بہنوں کو اور خصوصاً نوعمر اشخاص جن پر نئی روشنی نے اپنا پرتو ڈالا ہے۔ پردہ کے خلاف بحثیں اور حجتیں کرتے دیکھا اور سُنا ہے۔ سب کے سب اس بات پر تلے ہوئے ہیں بلکہ وہ اپنی تکمیل شائستگی درستی اخلاق اور حصُول آزادی کا اسکو پیش خیمہ تصور کئے ہوئے ہیں جب کبھی اس مضمون پر ان سے گفتگو چھڑتی ہے تو بڑی ہٹ دھرمی اور خلاف عقل دلائل پیش کرتے ہیں اور جو طریقہ احسن اور کارآمد ہے اوس سے دور بھاگتے ہیں۔

میری ایک سچی دوست جو اپنے میاں کے حکم کو وحی سے کم نہیں سمجھتی ہیں۔ پردہ توڑنے کے نسبت حکم پاکر پریشان میرے پاس بھاگی آئیں۔ اور کہنے لگیں لو بہن اور بھی سُنا آجکل کے مردوں کو کیا بے شرمی نے گھیرا ہے کہ پردہ کے ہاتھ دھوکر پیچھے پڑے ہیں۔ چنانچہ مجھکو بھی حکم ہوا ہے کہ بے پردہ ہوجاؤں اور ان کی ساتھ ٹم ٹم پر سوار ہوکر ہوا کھانے جایا کروں۔ خدا نکرے بہن مجھ سے تو ایسا نہ ہوگا۔ کہ بے محابہ غیر مردوں کے سامنے جاؤں اور اپنی فضیحتی کراؤں۔ بہن آپ بھی تو فرمائیں۔ آپکی کیا رائے ہے میں نے جواب دیا کہ اس مسئلہ پر مجھ سے اکثر بحثیں ہوچکی ہیں میں

آپ کو اپنی رائے اور خیال مختصر الفاظوں میں سُنا سکتی ہوں جس سے
آپ کی تسکین ہو جائے گی۔ ہر مسئلہ پر بحث کرنے کے دو پہلو ہوتے ہیں۔
شرعاً و عقلاً۔ شرع شریف میں رسم پردہ کو نہایت اچھے اصول اور
تحفظ اخلاق پر مبنی کیا ہے۔ جو کسی وقت اور کسی زمانہ میں بے ضرورت
نہیں خیال کیا جا سکتا ہے۔ اوس کے فوائد سے ہر شریف خاندان
کو بخوبی واقف ہے میرے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

عقلی طور پر میرا یہ خیال ہے کہ یورپ کی جن شائستہ اقوام میں
پردہ نہیں ہے وہاں کی مستورات کے اعلیٰ طبقہ میں زیادہ نقص
پیدا ہونے پر جو بات روکتی ہے۔ وہ مرد اور عورتوں میں علم
اعلیٰ تعلیم کا اثر ہے جس سے ہر متنفس اپنے اخلاق پر مستقل اور اپنے
خیالات میں شائستگی پیدا کر لیتا ہے اور اخلاق جرم کا احساس پیدا
ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں اگر پردہ کی پابندی نہ کیجائے تو
چنداں مضائقہ نہیں ہے۔ برخلاف اس کے ہم اپنی غریب
ہندوستان اور یہاں کے اقوام پر جو نظر ڈالتے ہیں تو ایک
بھیانک اور تاریک بلکہ مجرمانہ خیالات سے بھوت پاتے ہیں۔

جبکہ لفظ اخلاق و شائستگی و جوہر علم سے خال خال کو شرف
پاتی ہوں۔ جن کا ہونا نہونا برابر ہے۔ اور طریقہ یہ ہے کہ جو دیگر
شائستہ اقوام کے افعال و اقوال کو پسند کیا جاتا ہے تو بجائے
اچھی باتوں کے بُری باتوں کی طرف زیادہ جلد رغبت ہوتی ہے

جو امر قابل افسوس ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ پردہ نشینوں کی نسبت قبل از وقت راے زنی کرنا یا اوسپر عمل کی کوشش کرنا بھی اسی تبع کا نتیجہ ہے۔

سب سے پہلے چاہیے کہ مرد اعلی تعلیم کا لباس زیب بدن کریں اخلاقی زیور پہنیں اور اپنی بیبیوں کو بھی اس نعمت عظمی سے محروم نہ رکھیں۔ غرضکہ ہمکو قبل اس خیال کے خود کو بلکہ تمام قوم کو اس بار اٹھانے کے قابل بنانا چاہیے کہ جو کثافتیں ہم میں موجود ہیں وہ دور ہو جائیں۔ بعد میں اگر اس مسئلہ پر غور کریں اور ترغیب لائیں تو ایک حد تک درست ہوگا +

جبتک ہم میں یہ قابلیت پیدا نہیں ہوئی ہے۔ تو ہم کو اوس وقت کا منتظر رہنا چاہیے اور اپنی نا زنانوں میں وہ صورتیں پیدا کریں جن سے ہر قسم کا آرام اور پاکیزہ مشاغل پردہ کی حالت میں بھی مہیا ہو جائیں جو نئی روشنی والوں کے اغراض کو پورا کرسکیں۔ ایسے طریقے ہم کو اس وقت بھی پردہ کی حالت میں حاصل ہیں جو صرف تھوڑی ترمیم سے نہایت پسندیدہ ہو سکتے ہیں۔ ان کو بقید حیات آیندہ ناظرین کے لیے پیش کروں گی۔ فقط

ص ح بیگم

# اصلی عورت

اے پیاری لڑکی! ذرا عاقلانہ باتوں پر کان دھر۔ سچائی کی نصیحتوں کو اپنے لوح دل پر اچھی طرح لکھ لے۔ تاکہ تیری دماغی خوبیاں تیری جلد کی جھلک کو زیادہ بڑھا دیں۔ تیرا حسن گلاب کے مانند ہے جس کی لطافت مرجھا جانے کے بعد بھی قائم رہے گی

تیری جوانی کی موسم بہار میں۔ تیری زندگی کی آغاز میں جب کہ آنکھیں تجھے مسرت سے دیکھتی ہیں اور نیچر اون کے قیافے کی حالت تجھے گوش گزار کرتا ہے آہ! اسوقت تو ہوشیاری سے اون کی فریب دہ باتیں سن۔ اپنے دل کو اچھی طرح بچائے رہ اور اون کی نازک ترغیبوں پر ہرگز متوجہ نہ ہو

یاد رکھ کہ تو مرد کی ایک ذیشعل مجلیس بنائی گئی ہے۔ تیری ہستی کا مقصد صرف یہ نہیں ہے کہ تو اُس کے حکموں کو پورا کیا کرے بلکہ تو اسکی زندگی کی مشقتوں میں مدد دے۔ اور نرمی سے تو اسکی دلجوئی کر۔ اُس کے تفکرات کی تلافی اپنے الفت و پیار سے کر۔ وہ کون ہے جو مرد کے دل کو قابو میں لاتی ہے اور محبت کے تابع کر دیتی ہے اور اُس کے دل میں اپنی حکومت کا سکہ بٹھاتی ہے۔ دیکھو! وہ سامنے ہی دوشیزگی کی ادا سے چہل قدمی کر رہی ہے

اُس کے ہات کام کی تلاش میں ہیں اُس کے پاؤں آوارہ گردی سے خوش نہیں ہوتے۔ وہ صفائی سے کپڑا زیب تن کیے۔ اور اعتدال سے کھانا کہائے ہوئے ہے۔

فروتنی اور عاجزی گویا اُس کے سر کے تاج عزت ہیں۔ اسکی زبان پر سدا الحمد رہتا ہے۔ شہد کی مٹھاس اس کے لبوں سے رواں ہے اُس کی سب باتوں میں تہذیب ہے۔ اس کے جوابوں میں نرمی اور سچائی ہے۔ متابعت و فرمانبرداری اس کی زندگی کے سبق ہیں امن و خوشی اس کے انعامات ہیں۔ اُس کے قدموں کے آگے آگے عقل دوڑتی ہے۔ نیکی اس کے داہنے ہات کے پاس حاضر رہتی ہے۔ اسکی آنکھوں سے نرمی اور محبت ٹپکتی ہے۔ لیکن۔ ہوشیاری و تمیز اس کے ابروؤں کے اوپر تلوار لئے بیٹھی رہتی ہے۔ شہدوں کی زبان اس کے آگے گونگی ہے اس کی خوبیوں کا رعب انہیں چپ کئے رہتا ہے۔ جبکہ ملامت کا بازار گرم رہتا ہی اور اس کے شفقت و پیار کے الفاظ اس کے منہ سے نہیں نکلتے تو انگشت خاموشی ہی اس کے لبوں پر پڑی رہتی ہے۔ اُس کا دل نیکی کا محل ہے۔ اس لیے وہ کسی پر بدگمانی نہیں کرتی۔ وہ شخص بہت خوش نصیب ہے جو ایسی عورت کو اپنی بی بی بنائے اور وہ لڑکا نہایت خوش قسمت ہے جو ایسی عورت کو ماں کے لقب سے پکارے۔

وہ گہر پر راج کرتی ہے اور وہاں امن و امان ہے۔ وہ انصاف

کے ساتھ حکم کرتی ہے اس لیے لوگ اسکی اطاعت کرتے ہیں۔ وہ صبح سویرے اٹھتی ہے اور اپنے کام کاج پر غور کرتی ہے اور ہر شخص کو اس کا ایک خاص کام اس کے سپرد کرتی ہے۔ اپنے گھر والوں کی خبر گیری ہی اس کے لیے ساری خوشی ہے اور صرف اسی میں اپنی محنت صرف کرتی ہے۔ سلامت روی کے ساتھ ساتھ رونق بھی اس کے محل میں نظر آتی ہے اس کا سلیقہ خانہ داری اس کے شوہر کی عزت کا باعث ہے وہ اپنی تعریف سنکر دل ہی دل میں خوش ہوتی ہے۔ وہ اپنے بچوں کے دماغ کو عقل و ادراک کے سانچے میں ڈھالتی ہے اور ان کے چال وچلن کی اصلاح اپنی نیکی کا عملی ثبوت دکھلا کر کرتی ہے۔ اس کے منہ کی باتیں ان کے جوانی کے قانون ہیں اور اس کی آنکھوں کے اشارے اطاعت کے پروانے جاری کرتے ہیں وہ بولتی ہے اور اس کے نوکر دوڑ جاتے ہیں وہ اشارہ کرتی ہے اور کام بن جاتے ہیں۔ کیونکہ اس کی محبت کا قانون (جو ان کے دلوں میں ہے) اور اس کی شفقت ان کے پاؤں میں پر لگا دیتے ہیں۔ خوشحالی میں وہ شیخی کے مارے پھول نہیں جاتی۔ بدحالی میں بڑے صبر و سکون کے ساتھ قسمت کے زخم پر مرہم رکھتی ہے۔ اس کے شوہر کی مصیبتیں اس کے مشورہ سے دور ہو جاتی ہیں اور اس کے محبت و پیار کے باعث مبدل بہ خوشی ہو جاتے ہیں۔ وہ اپنے دل کو اس کے دل میں رکھتا ہے

# مذہبی خیالات

اللہ نے ہم کو عورت بنا کے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امتی بنایا جس کا ہزار ہزار شکر ہے کیونکہ اب تک دنیا میں بہت سے پیغمبر آئے ان تمام پیغمبروں سے ہمارے پیغمبر کو زیادہ فضیلت دی۔ ہم کو ان کے امتی ہونے کا فخر ہے۔ جب ہم ان کے امتی ہوئے تو اگلے پیغمبروں کی امت سے اچھے کام کرنے چاہئیں اللہ کا حکم مانیں اور اس کے رسول کے فرمان پر دل اور جان قربان ہو جائیں۔ جب ہم ان کے اُمتی کا فخر کریں تو بجا ہے۔ ہم کو اللہ نے عورت بنا کے پیدا کیا ہے اور ہمارا نگہبان مردوں کو کیا۔ اور ہمارے متعلق بھی بہت امور لازمی سپرد کیے۔ امور خانہ داری کس طرح ادا کرنا۔ ماں باپ اور اپنے شوہر کے ساتھ کس سلیقہ سے پیش آنا۔ اطفال کی پرورش اور تعلیم دینا اور رسول کے حکم کی فرمانبرداری کرنا وغیرہ وغیرہ امور ہمارے ذمہ ہیں ان عام امور کو اچھی طرح جاننا اور پوری طرح کر دکھانا اُسوقت ہمکو عورت ہونیکا فخر کرنا لازم ہوگا۔ دیکھو ہم کو اللہ نے پیدا کیا۔ جب ہم بالکل مجبور تھے۔ نہ چل سکتے تھے نہ پھر سکتے تھے۔ نہ مانگ سکتے نہ بات کر سکتے تھے۔ ہماری ماؤں کے دودھ سے ہم کو پرورش کیا۔ اور جب ہماری عمر بڑھ گئی ہم بڑے ہوتے چلے چلنے پھرنے کام دکاج کرنے علم

سیکھنے کے قابل ہوئے تو ہمارے ماں باپ نے ہم کو اچھی طرح تعلیم دی اور ہم کو اس درجہ میں لائے۔ اگر ہمارے ماں باپ بھائی پرورش نہ کرتے اور ہماری خبر گیری نہ کرتے تو ہم اب تک زندہ کہاں رہتے خدا کا شکر و آئندہ تفصیل وار ذکر کیا جائے گا۔ ہمارا مذہب اسلام کیسا سچا ہے اور کیسا سلیس ہے دنیا کے تمام مذہبوں سے مقابلہ کر کے دیکھو ان تمام مذہبوں سے الگ۔ اور سلیس نظر آئیگا۔ کیا سلیس دین ہے کیسی قسم کی سختی نہیں فقط اللہ کو ایک جاننا اور اس کے رسول کو سچ جاننا نماز پڑہنا روزہ رکہنا۔ زکوٰۃ دینا حج کرنا یہی بھولی بھالی باتیں ہیں۔

آجکل ایسے سلیس مذہب کو بالکل ڈراونی صورت بنا دیا ہے جس کے باعث اشاعت کم ہو رہی ہے۔ ہم اب سلیس راستہ بتاتے ہیں جہانتک ہو ہماری سعی سے مذہب اسلام ترقی کریگا ہمارا فرض یہ ہے کہ اللہ کو ایک جاننا اور اس کے رسول کو سچ جاننا پہلا فرض ہے۔ یہ کچھ مشکل نہیں سوائے خدا کے کوئی اور خدا نہیں۔ بس ختم ہوگیا۔ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہیگا سوائے اس کے دنیا میں کسیکو قدرت نہیں وہ مارتا ہے وہ جلاتا ہے۔ وہی اولاد دیتا ہے وہی مال و دولت دیتا ہے نہ وہ کسی سے جنا گیا نہ اوس نے کسیکو جنا۔ بلکہ وہ سب کو پیدا کرتا ہے ہمارے جیسے اُس کے ہاتھ پیر آنکھہ ناک منہ کچھہ نہیں بغیر ہاتھ کے

کام کرتا بغیر پاؤں کے چلتا ہے بغیر منہ کے بات کرتا ہے بغیر آنکھ
کے دیکھتا ہے نہ اس کا ٹھکانا آسمان ہے نہ زمین وہ ہر جگہ موجود
ہے۔ جہاں تم اسکو یاد کروگے حاضر اور جو کچھ اس سے کہوگے وہ
سنتا ہے۔ جب ایسا دنیا کا مختار ہمارے نزدیک حاضر ہے اور ہماری
سنتا ہے تو غیروں کو یاد کرنے اور ان کے پکارنے اِن سے
عرض کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اپنی حاجتیں خود اسی سے کہنا
اور اسی سے ہر ایک کام میں مدد چاہنا ضرور ہوا ابتک ہم جو کچھ کرچکے
ہیں خلاف قانون کرچکے ہیں آیندہ اس طرح کرنا بڑا گناہ ہے توبہ
کریں بخشنے والا رب الرحیم ہے وہ زیادہ مہربان ہے ہمارے تمام
گناہ بخش دیتا ہے۔ اور آیندہ ہم ہر ایک کام کاج میں چھوٹا ہو یا بڑا
اسی سے مانگیں اور اسی کی مدد چاہیں کیونکہ وہ ہمارے روبرو موجود
ہے مگر ہم اسکو دیکھہ نہیں سکتے اسکو بغیر دیکھنے کے ایمان لانا ضروری
ہے۔ مثلاً فرض کرو ہمارے بدن میں روح موجود ہے ہم اس کے
قایل ہیں کیا ہم کو نظر آتا ہے اسی طرح اللہ بھی موجود ہے جو ہم کو
نظر نہیں آتا۔ ہوا۔ تو ہم کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہی
سردی اور خشکی معلوم ہوتی ہے۔ ہم کو اچھی طرح محسوس ہوتی ہے
مگر ہم کو نظر نہیں آتی۔ اسی طرح اللہ ہم کو نظر نہیں آتا۔ مگر اس کے
کام وکاج دیکھکر۔ اس پر ایمان لانا اور ہمارے نزدیک حاضر ہے
جاننا ضرور ہوا۔ سوائے اس کے زمین آسمان۔ چاند۔ سورج

انسان، حیوان وغیرہ کو کون پیدا کرتا ہے۔ کوئی سوال کرے تو کیا جواب دوگی جواب یہی دوگے کہ اللہ نے پیدا کیا۔ سوائے اس کے اور کچھ جواب نہ دوگے جب ہم اللہ کے تمام خلقت کو پیدا کرنے کے قایل ہوئے اسکو ایک جانتا اور اسی سے مدد چاہنا ضرور ہوا اگر اللہ کی قدرت میں اور کوئی اس کا مددگار ہوتا تو دوسرے کے ذمہ کوئی کام ہوتا۔ تو ان دونوں میں کبھی نہ کبھی ضد اور تکرار آجاتی قدرت کے قاعدہ تمام لوٹ جاتے اپنے اپنے اختیار اور قدرت کے مطابق کام کو لیتے چاند سورج سیارے وغیرہ ایک ہی چال سے نہ چلتے۔ چاند تارے رات دن صبح و شام ایک ہی مطابق شروع سے ابتک ایک ہی قاعدہ کے مطابق چلتے ہیں تو ایک ہی مختار خدا ہی ہوا۔ کوئی اس کا شریک نہیں اگر کوئی اس کا شریک ہوتا تو ایک ہی قاعدہ پر نہ رہتا اس لیے اللہ کے سوا کسیکو کسی کام میں قدرت نہیں ہے وہ اکیلا ہے۔ ہر ایک کام میں چھوٹا ہو یا بڑا اسی کے اختیار میں ہے۔ دنیا کے بادشاہوں جیسا وہ بادشاہ نہیں دنیا کے سب بادشاہ محتاج ہیں وہ کل دنیا کے بادشاہوں کا بادشاہ ہے وہ سب مختاروں کا مختار ایک اللہ ہے۔ جب ہم اللہ کو ایک جان لیں تو بعد اس کے رسول کو بھی جاننا ضرور ہوا۔ وہ خدا کے برگزیدہ بندہ اور رلاڈلے پیغمبر اور پیغمبری آپ پر ختم ہو چکی اور آیندہ کوئی پیغمبر نہیں ہوگا یہی آخری زمانہ کے پیغمبر ہیں اور اللہ کے

حکم سے جبریل نے آپ پر قرآن اتارا۔ دین کے کل احکام اسمیں
موجود ہیں اور وہ قیامت کے روز گنہگاروں کے بخشوانے
والے اور کل پیغمبروں کے سرتاج ہیں۔ اگر وہ دنیا میں نہ آتے
تو ہم کو یہ تمام باتیں معلوم نہ ہوتیں انہیں کے طفیل یہ تمام باتیں
معلوم ہوئیں۔ ان باتوں کو سچ جاننے اور زبان سے اقرار کرنیکا
نام اسلام ہے۔ اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی کہلانے
جب ہم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی اور اللہ کے بندہ کہلائے
تو اللہ اور اس کے رسول کا حکم زبان و دل سے ماننا ضرور ہوا۔
اور اللہ نے قرآن میں بہت تاکید کے ساتھ نماز کا حکم کیا ہے
مسلمانوں اور کافروں میں فرق سوائے نماز کے نہیں مسلمان اللہ
واحد کی عبادت کرتے ہیں اور کافر مشرک اپنے ہاتھ سے
بنائے ہوئے بتوں کی عبادت کرتے ہیں اور انہیں بتوں سے
التجا کرتے ہیں اور مدد چاہتے ہیں مسلمان ان باتوں سے بری
وہ اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور انہی سے التجا کرتے ہیں۔ یہی
فرق مسلمان اور کافر میں عبادت کا ہے۔ اور کوئی فرق نہیں
نماز پانچ وقت کی ادا کرنا صدق دل سے کرنا ضروری ہے
کیونکہ نمازی اللہ کے روبرو حاضر موجود ہوتا نرمی اور عاجزی
سے سجدہ کرتا۔ اور اسکی تعریف کرتا اسی سے التجا کرنا اور گناہوں
سے توبہ کرتا۔ اور جس چیز کی ضرورت ہو اوس سے مانگنا لازم۔

مسز شہاب الدین

ہم عورتیں کو نماز کا نام سنتے ہی ایسا بھاگ جاتی ہیں گویا باگ کا نام سنتے ہی بھاگ جاتے ہیں اور ایسا کہدیتے ہیں ہمکو نماز نہیں آتی۔ کوئی مرد ہو یا عورت نماز سیکھنے کو پیدا ہی نہیں ہوتے ہم جیسا نماز سے بے بہرہ ہیں اسی طرح بڑے بڑے آدمی عالم بھی بے خبر تھے جیسا ہم گھبراتے ہیں ویسا وہ بھی گھبراتے تھے۔ جب وہ نماز پڑہنا شروع کرتے تھے تو ہمارے جیسی وہ بھی غلطیاں کرتے تھے۔ اُسی مطابق نماز پڑہنا شروع کیا تو نماز کے قاعدے تمام معلوم ہوئے اگر ہم عورتوں کو بھی نماز با قاعدہ نہیں آتی ہو تو اپنے ماں باپ اور شوہر سے دریافت کر کر شروع کریں تو ہم بھی تھوڑے روز میں نماز پڑہنا سیکھ جاتے ہیں جب ہم دل سے نماز سیکھنے کا شوق رکھتے ہوں تو چند روز میں نماز پڑہنا آجاتا ہے اور جو کچھ ہم کو ضرور ہے اللہ سے بعد نماز کے مانگ سکتے ہیں دیکھو کافروں کو بتوں کی عبادت اور پوجا کرتے۔ ناریل۔ کافور پھول وغیرہ وغیرہ خرچ کرتے ہیں۔ ہماری اللہ کے عبادت کے لئے کچھ خرچ کرنے کی ضرورت نہیں اور کوئی چیز ہمارے سے مانگتا نہیں اللہ کی عبادت کے لیے بدن اور کپڑوں کو پاک رکھ لینا اور نماز سے پہلے وضو کر لینا بس اور کسی قسم کے تحفہ کی ضرورت نہیں اور بہت سی عورتیں نماز پڑہنے کے لیے ایسا عذر کرتی ہیں کہ بچوں نے پیشاب اور پائخانہ کر دیا ہے جس کے باعث بدن اور کپڑے غلیظ رہتے ہیں یہ بات تو سچ ہے۔ اس لیے سہل ترکیب نماز کے

یہ ہے۔ کہ ایک جوڑہ علحدہ کپڑہ رکھ لیں تو کفایت ہے نماز کے
وقت کپڑے بدل دیں تو مصلحت ہے۔ نماز کے لیے کسی طرح کا عذر
کرنا مصلحت نہیں۔ اگر ایک وقت کی نماز چھوٹ جائے تو دوسرے
وقت ضرور ادا کرلیں۔ اور نماز پڑھنے کے لیے ہر ایک بہن کو چاہئے
کہ پارہ الحمد کی چند سورتیں۔ اور التحیات۔ اور دعا قنوت و درود وغیرہ
زبانی یاد کرلیں تو کافی ہے۔

جب ہم نماز پڑھنی شروع کرتے ہیں تو دنیاوی فائدہ اسی روز سے
شروع ہوتا ہے۔ اور ہمکو نظر آنے لگتا ہے۔ جو لوگ سورج نکلنے کے
بعد اٹھتے ہیں وہ بالکل سست رہا کرتے ہیں۔ کام اور کاج میں جی لاگ
نہیں رہتے کوئی نہ کوئی سستی کے باعث غلطی کرتے ہیں ساس نند
بہاوجوں سے ایک بات سننا ہی پڑتی ہے۔ جو عورتیں نماز پڑھنے
کی عادت رکھتی ہیں صبح ہی اٹھ کر پہلے غسل اور وضو کرتی ہیں اللہ کی
عبادت اور اس کی تعریف کرتی ہیں اور اس سے التجا کرنے
کے بعد گھر کے کام و کاج میں مشغول ہو جاتی ہیں۔ دن بھر کسی قسم
کی سستی نہیں رہا کرتی۔ بدن ہلکا رہتا ہے کپڑے اور بدن پر کسی
قسم کی غلیظی لگنے نہیں پاتی۔ نماز جس روز سے پڑھنی شروع کی اسی
روز سے فائدہ نظر آنا شروع ہوتا ہے اور آخرت میں کتنا فائدہ
ہوگا وہ اللہ ہی کو معلوم ہے نماز میں دنیا اور آخرت کا فائدہ ہے
ایسی چیز کو یوں چھوڑ دینا ہماری بڑی غلطی ہے۔ ہم ہی نماز پڑھنی

شروع کریں اور اپنی بہنوں کو نماز پڑھنے کی ترغیب دیں

تیسرا فرض روزہ ہے ہم عورتوں میں روزہ رکھنے کی عادت زیادہ ہے نماز کبھی ہو سکے۔ سے بہی یاد نہیں آتی رمضان شریف کے آتے ہی سحری کی تیاریاں اقسام اقسام کے پکوان شروع کرتے ہیں روزہ تو ضرور رکھتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے لڑکے لڑکیاں بھی روزہ رکھتے ہیں نماز پڑہیں یا نہ پڑہیں مگر روزہ ضرور رکھتی ہیں۔ اس سے بہی دنیا میں بہت فائدے نظر آتے ہیں بھوک کا اندازہ معلوم ہوتا ہے۔ تنگی اور تنگی کے وقت مدد دیتا ہے۔ مغروری دور ہوتی ہے غصہ چندروز میں چھوٹ جاتا ہے۔ صبر کے طریقہ معلوم ہوتے ہیں۔ جھوٹ سے پرہیز کرتے ہیں مختصر یہ کہ انسان جھوٹ چھوٹ جاتا ہے اور صبر کے مزے معلوم ہوتے ہیں اور یہ بھی عبادت ہی میں داخل ہے۔ دنیا اور آخرت کا فائدہ ہی۔ زکوٰۃ اور حج ان ہر دو حکم سے ہم عورتیں مجبور ہیں زکوٰۃ کے لیے صحیح اندازہ ہمکو معلوم نہیں ہوتا۔ اپنے خاوند سے زکوٰۃ دینے کے لیے اور حج کرنے کے لیے درخواست کرنا کفایت ہے۔ انشاء اللہ فرصت کے وقت امور خانہ داری کس طرح بجا لاتا اور شوہر اور اس کے دوستوں کے ساتھ کس طریقے سے پیش آنا۔ حتی المقدور تحریر کیا جائیگا۔

مسز شہاب الدین

# پھوپھی کی نصیحت رخصت کے وقت

(سکندر جہاں) پیاری صغرا میں تجکو خدا کی سپرد کرتی ہوں اور ایسے لوگوں کے حوالے تجکو کیے دیتی ہوں جن کے نام سے بھی تو اچھی طرح واقف نہیں ہے۔ مجھے تجھ سے قوی امید ہے کہ تو میری سترہ برس کی محنت کو خاک میں نہ ملائے گی اور سسرال جاکر میری تعلیم کو بدنام نہ کرے گی زیادہ نصیحت کی تم کو ضرورت نہیں ہے میں جانتی ہوں کہ بہت سمجھ والی اور نیک مزاج خوش اخلاق ہو کسی کے ساتھ برائی نہ کروگی۔ لیکن پھر بھی ناتجربہ کار ہو اس لیے چند باتیں تم کو بتاتی ہوں تم اون کو ہمیشہ یاد رکھنا اور اونپر عمل کرنا تم سسرال جاتے ہی ساس نند کو اپنا دشمن نہ بنا لینا۔ کیونکہ اکثر لڑکیوں کو جو تھوڑی سی اردو پڑھ لکھ کر علم کو بدنام کرتی ہیں میں نے دیکھا ہے کہ سسرال جاتے ہی پہلا کام اون کا یہ ہوتا ہے کہ ساس نند کی ذرا ذرا سی بات پر ناک بھوں چڑھائے رہتی ہیں۔ پڑھ لکھ کر اور ساس نند کا ناطقہ بند کر دیتی ہیں۔ ذرا سی بات ساس غریب کے منہ سے ان کے خلاف مزاج نکلی اور اونہوں نے میکہ کو خط روانہ کیا میری دلی آرزو یہ ہے کہ تم اپنے سسرال والوں کی ایسی ہی محبت کرو جیسی ہم سب لوگوں کی کرتی ہو۔ اسی وجہ سے میں نے تمکو نہایت جانفشانی سے پڑھایا لکھایا ہے کہ میکہ میں تو امیر غریب عالم جاہل

عقلمند بیوقوف بہی لڑکیاں خوش رہتی ہیں تم سسرال جاکر بہی اسطرح
خوش اور اطمینان کے ساتہ زندگی بسر کرو جس طرح کہ میکہ میں ابہی تک
رہی ہو اور ایسا اطمینان اسوقت تمکو نصیب ہوگا جبکہ تم اون سب کی
خود سچے دل سے محبت کروگی اور ان کی بُری بات کو بہی ہنسکر
ٹال دوگی اور سب چہوٹے بڑے کی عزت کروگی تو سب لوگ
تمکو دل سے چاہنے لگیں گے اور پہر ممکن نہیں کہ تمہارے ساتہ
کوئی بُرائی کر سکے جو لڑکیاں سسرال والوں کو دشمن سمجہتی ہیں وہ
خود ہی سب کی نظروں میں ذلیل اور بے وقعت ہو جاتی ہیں۔
اگر سسرال عزیز اور رشتہ دار ہوتے ہیں تو بری یا بہلی جسطرح
ہو سکتا ہے بہوؤں کو بہگت لیتے ہیں۔ لیکن تمہاری سسرال
والے بالکل غیر ہیں اور اتفاق سے سب عورتیں جاہل اور لڑنے
والی معلوم ہوتی ہیں کیونکہ جتنی سمدہنیں آئی ہیں ایک دوسرے
کی صورت سے بیزار معلوم ہوتی ہیں اور ایک سے دوسرا
اچہی طرح بات کرنا بہی اپنی کسر شان سمجہتی ہے دیکہو تم اپنے
پڑہنے لکہنے کو ان لوگوں میں جاکر خاک میں نہ ملا دینا۔ اور ان
لڑکیوں کی طرح نہ ہو جانا جو سارے پڑہنے لکہنے کو سسرال
والوں کی بدی غیبت میں صرف کر دیتی ہیں۔ ایسی نالایق لڑکیوں
سے سسرال والوں کو تو اتنا زیادہ نقصان نہیں پہونچتا
جتنا کہ اونکو خود اس کا خمیازہ بہگتنا پڑتا ہے کیونکہ ان کی

ان حرکتوں سے یہ ہوتا ہے کہ سب انکو ذلیل سمجھنے لگتے ہیں تم اپنی ساس کو میری طرح سمجھنا نند کو اپنی چھوٹی بہن سکینہ کے برابر خیال کرنا سسر کا اپنے والد کے برابر بلکہ والد سے زیادہ ادب کرنا میرے کہنے کے خیال سے جیسے کہ ہمیشہ میرا کہنا مانتی ہو۔ دل سے کرنا کبھی ان لوگوں کی کسی بات کو برائی پر محمول نہ کرنا۔ ساس سسر کی بری بات کو ایسا سمجھنا جیسے ماں باپ کے برے کہنے سے برا نہیں مانتی ہو۔ نند دیور کی برائیاں ایسے سمجھکر رنج نہ کرنا جیسے بہن بھائی کی کسی بات کا رنج نہیں کرتی ہو یہ نہ کرنا کہ بناوٹ سے سسرال میں سب کے ساتھ پیار محبت کے ساتھ ہوا ور میکہ آکر ایک ایک کی چار چار لگاؤ، اور سسرال سے آتے ہی سب کی مذمت شروع کردو اچھائی کو زیادہ کرکے خوش ہوکر بیان کرنا۔ اور وہاں کی برائیوں کو کچھ بات نہ سمجھکر دلمیں بھی دوسری بار سنکر خیال نہ کرنا بری باتیں ایسی سمجھنا کہ ہم نے کچھ سنا ہی نہیں۔ ذرا ذرا سی بات کا خیال کرکے رونا اور رنج کرنا سراسر جہالت اور بیوقوفی ہے۔ یا نہیں اس لئے سمجھا رہی ہوں کہ تم نے اپنے ہمسایہ کی لڑکی کو دیکھا ہے۔ شادی سے کچھ روز پہلے اسکو اس کی ماں نے صرف اسی غرض سے پڑھنا لکھنا سکھایا تھا کہ سسرال کا ذرا ذرا کچا چٹھا ان کو لکھا کرے۔ اوس سعادت مند لڑکی نے ویسا ہی کیا سسرال جاتے ہی وہ

آفت برپا کی کہ ساس نند نے ایک بات کی اور اُس نے چار جی سے
جوڑ کر ماں کو لکھیں اور طرہ یہ کہ جو جو باتیں سنتی ہوں وہ آکر کہونگی
یہ صرف تو راسی باتیں لکھی ہیں ایسی ایسی باتیں سنتی ہوں کہ میرا دل ہی
جانتا ہے جسدن سسرال سے آئی تھی اوسدن ماں نے قیامت
مچادی تھی سسرال والوں کو کوسنا اور گالیوں پر بس نہیں
کرتی تھی اوسدن سے میرے تو رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں
جب خیال کرتی ہوں خدا کے واسطے تم چاہے وہاں کیسی ہی سخت
سست سنو مگر مجھ سے آکر یا اور کسی سے یہاں ذکر نہ کرنا و زبان
ہی تو ہوں شاید مجھے بھی تمھاری کوئی رنجیدہ بات سنکر غصہ آجائے
اور رنج اور غصہ کی حالت میں تمھارے سسرال والوں کی کچھ غیبت
ہو جائے تم بھی گنہگار ہو اور مجھے بھی بناؤ - اور ایسی باتوں سے حاصل
کچھ بھی نہیں ہوتا اس لیے مکرر یہ کہتی ہوں کہ وہاں کی کوئی بات
یہاں آکر بیان نہ کرنا - یہ خیال رکھنا کہ میاں جسکی جتنی محبت کرتا ہو
اوتنی ہی تم اس کے ساتھ کرنا اور وہاں میاں سے بھی کبھی اسکی
ماں بہن یا کسی عزیز کی بُرائی بیان نکرنا انسان تم بھی ہو
تم کو اون کی کوئی بات بُری معلوم ہو تو فوراً یا جسوقت موقع
دیکھو صفائی کر لینا - دل میں رکھنے سے رنج بڑھتا جاتا ہے
اور اس کا اچھی طرح خیال رکھنا کہ سسرال میں سب سوتیلے
ہی سوتیلے ہیں - اب زیادہ سمجھانے کی ضرورت نہیں ہے

پیاری صغریٰ تم ذرا بھی فکر نہ کرنا۔ شادی خوشی کی بات ہے تم کیوں روتی ہو انشاء اللہ صبح ہی تمہارے لیے سواری بھجواوں گی اس کے بعد پھوپھی نے پیار کیا اور صغریٰ کی جدائی کے خیال سے آنسو بھر آئے اور تھوڑی دیر تک رو کر اپنے دل کا غبار نکال دیا صغریٰ کی رخصت کا وقت قریب آگیا تھا چیز وغیرہ باہر نکالنے اور رخصت کا سامان کرنے کے لیے باہر چلی گئیں جب رخصت کا سب سامان درست ہوگیا تو صغریٰ کو لیجانے کے واسطے باہر نکالا گیا۔

سکندر جہاں نے صغریٰ کو کلثوم (اوسکی ساس) کے پاس لیجا کر کہا کہ میں آپ کے ہاتھ میں اس کا ہاتھ دیتی ہوں اور اُمید کرتی ہوں کہ آپ اسکو اپنی لڑکیوں ہی کی طرح سمجھا کریں گی اور اگر اس سے کوئی قصور ہو جائیگا تو آپ معاف کردیا کریں گی اور میں آپ کو یقین دلا سکتی ہوں کہ عزیز بھتیجی صغریٰ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے گی اور کبھی رنجیدہ ہونے کا موقع نہ دے گی۔ آپ لوگ اس کو اپنے طریقہ سے آگاہ کردیں گی تو آپ کی مہربانی ہوگی۔

کلثوم نے جواب دیا بہن صاحبہ انشاء اللہ میں آپ کی لڑکی کو اپنی لڑکیوں سے زیادہ اچھی طرح رکھوں گی اور کبھی اس کو یا آپ لوگوں کو ناخوش نہونے دوں گی۔ اس کے بعد صغریٰ میکے سے رخصت ہو کر چلی گئی۔

سیدہ خاتون۔ نقویہ

# دلی میں زنانہ پارٹی

محترمہ ڈاکٹر انصاری بیگم صاحبہ کی خدمت میں ایڈریس پیش کرنے کی غرض سے ایک ٹی۔پارٹی خواتین دہلی کی طرف سے یکم ماہ حال کو منعقد ہوئی۔ پارٹی چونکہ چندہ سے تھی اس لیے بہن سروری بیگم صاحبہ اسکی منتظم قرار پائیں اور ماحمدی محمد علی بیگم صاحبہ کا مکان اس جلسہ کے واسطے منتخب کیا گیا دعوتی رقعے دو تین روز پہلے بھیجدیئے گئے تھے چنانچہ وقت مقررہ پر بیبیاں تشریف لانی شروع ہوئیں قدیم خیالات کے اثر سے چونکہ اب تک دلی زیادہ گہری ہوئی ہے اس لیے وہ صرف تعلیم نسواں ہی میں نہیں بلکہ اس قسم کی پارٹیز کلب اور مجالس میں بھی پنجاب میں سب سے پیچھے ہے ایسی حالت میں جو بہنیں اس قسم کی تحریک اور ایسے جلسوں کو ہمارے واسطے مفید خیال کرتی ہیں ان کا پہلا فرض یہ ہے کہ وہ ایسے موقعوں پر نئی تہذیب کی ایسی روشنی دکھائیں کہ تمدن قدیم کی دیکھنے والی آنکھیں چوندھیا جائیں نہ یہ کہ بجلی لیمپوں میں بھی ایسا اندھیرا گھپ ہو کہ آنیوالے سر ٹکراتے پھریں اور ان گیس کے فانوسوں کو دونوں ہاتھوں سے سلام کرکے اپنے دقیانوسی مٹی کے چراغوں کو سر آنکھوں پر رکھیں۔

یہ مجمع کہنے کو تو ٹی۔پارٹی تھی۔لیکن درحقیقت ثبوت تھا اس

دعوے کا کہ تہذیب کی جو جھلک پرانے جلسوں میں اب بھی نظر آجاتی ہے
نئے دور میں اس کا پتہ نہیں میری وہ عزیز بہنیں جو اس جلسہ کی کارکن
تھیں امید ہے کہ ٹھنڈے دل سے غور فرما کر ضرور اسی نتیجہ پر پہونچیں
گی کہ میری غرض اس تحریر سے صرف یہ ہے کہ آیندہ ایسے موقعوں پر
بہنیں ضرور اسکا لحاظ رکھیں کہ ان کی وجہ سے سچی کام کرنے والی
بہنیں بدنام نہ ہوں اور لوگوں کو اعتراض کا موقع نہ ملے۔

میں تقریباً چھ بجے اس پارٹی میں پہونچی اور سب سے پہلی بات جو
قابل اعتراض نہیں تو تعجب انگیز ضرور تھی وہ یہ تھی کہ آواز کے سوا کوئی
آواز والی دروازہ سے کمرۂ خاص تک رہنما نہ تھی اور نہ کمرہ خاص میں
مہمانوں کے استقبال کا کوئی خاص انتظام تھا فرش بچھا ہوا تھا۔
انصاری بیگم صاحبہ تشریف فرما تھیں اور جو بیویاں پہلے آگئیں تھیں
وہ ان کو چاروں طرف سے گھیرے بیٹھی تھیں نئی آنے والیوں کے
بیٹھنے کی جگہ نہ تھی کہ وہ بیٹھ جائیں۔ میں بھی انصاری بیگم صاحبہ سے
ملنے کی مشتاق تھی۔ مگر اس افراتفری میں ملنا جلنا تو درکنار اطمینان
سے بیٹھ ہی جانا مشکل تھا میں اپنی ہی حالت پر ہنس رہی تھی کہ ایک اور
بیگم صاحب تشریف لائیں جو نہایت کمزور اور بیمار معلوم ہوتی تھیں
ان کا حشر بھی وہی ہوا۔ اس غل غپاڑے اور طوفان بے تمیزی میں
ایڈریس پڑھ کر پیش کیا گیا اس موقعہ پر جو پر لطف لطیفہ پیش آیا
اس کا بیان چونکہ ذاتی بحث ہے اسکو نظر انداز کرتی ہوں۔ مگر اتنا

ضرور کہوں گی کہ ایسے جلسوں میں جو بیویاں یہ بھی نہ سمجھ سکیں کہ فرمانے اور سرزنش کرنے عنایت کرنے اور نذر دینے حکم دینے اور درخواست کرنے میں کیا فرق ہے ان کے بولنے سے نہ بولنا بہت بہتر ہے،

ایڈریس ختم ہونے پر انصاری بیگم صاحبہ نے نہایت خوبی سے خواتین دہلی کا شکریہ ادا کیا۔ بلقانی مظالم اور ترکوں کی موجودہ حالت کا ذکر بیان کرتے ہوئے دلی میں ایک ایسی انجمن کی تحریک کی جو اپنے مظلوم بہن بھائیوں کی مدد کرے اور ہلال احمر کی ایک شاخ ہو، مسز محمد اکرام صاحبہ جائنٹ ایڈیٹر رسالہ عصمت نے اسکی تائید اور بیگم محمد علی صاحب نے تائید مزید کی مگر باوجود اس کے کہ انصاری بیگم صاحبہ نے خواہش ظاہر کی تھی کہ اس انجمن کی بنیاد آج ہی کے جلسہ میں پڑ جائے اور دو معزز بیگمات نے اس سے اتفاق کیا جلسہ میں چشم بد دور وہ کھچڑیاں پک رہی تھیں کہ عملی کارروائی تو درکنار کسی بہن نے پیٹ کر جواب تک نہ دیا۔

اب ہم کھانے پینے کی طرف چلے۔ بچوں کے شور و شغب اور بیویوں کے چیخنے چلانے کی یہ کیفیت تھی کہ کان پڑی آواز نہ سنائی دیتی تھی۔ انصاری بیگم صاحبہ ایک کرسی پر بٹھا دی گئیں اور باقی تمام مہمان ادھر ادھر پھرنے لگے جن میزوں پر سامان خورونوش تھا وہاں کوئی کرسی موجود نہ تھی۔ ایک بیگم نے جو ضعف و علالت کی وجہ سے کھڑا ہونا تو درکنار اب بیٹھنے رہنے کی قابل بہ مشکل تھیں منتظم بیوی سے

درخواست کی کہ ایک کرسی ان کے واسطے منگوادی جاوے۔ مگر انکو
یہ حکم دیا گیا کہ کرسی نہیں آسکتی کھڑے کھڑے کھاؤ ایسی کج خلقی
اور حکماً کھلانے میں شریک کرنا میں نے کسی جلسہ میں نہیں دیکھا مجھ سے
صبر نہ ہو سکا تو میں نے ان بیگم صاحبہ سے کہا کہ آپ کو واقعی اس وقت
بہت تکلیف ہو رہی ہے اس سے پہلے آپنے خود بارہا اس قسم کے
بلکہ اس سے اعلیٰ پیمانہ پر جلسے کیے ہیں۔ جس پر اونہوں نے مسکرا کر
صرف اتنا کہا "جی ہاں مجھ سے غلطی ہوئی"۔ ان کے مسکرانے پر مجھکو
بہت ہنسی آئی یہ بیگم دلی میں اپنی محبت اور ملنساری سے معقول
شہرت حاصل کر چکی ہیں۔ جن کی وجہ سے اکثر بیاں اس قسم کے
جلسے ہوئے یہاں تک کہ لیڈی ڈین صاحبہ کو جب ان کے زیر اہتمام
پارٹی دی گئی تو ان کے حسن انتظام کی ہر بہن ممنون تھیں مجھے واقعی
تکلیف ہوئی جب ایسی معتبر زندگی کی زبان سے میں نے یہ
الفاظ سنے کہ ہم سب کو پرائی شادی کا رتجگا! لو ذان بے تمیزی نہیں
بلکہ مہذب بہنوں کا جلسہ سمجھکر صرف اس سبب سے آگئی تھی کہ ان کی
دلشکنی نہو۔ چونکہ انصاری بیگم صاحبہ میری مہربان اور ہمارے
دلی شکریہ کی مستحق ہیں ہمارا فرض ہے کہ ہم ان کا شکریہ ادا کریں
اسی حالت میں وہ وہاں سے اسیوقت پارٹی میں شرکت کے لیے
تشریف لے گئیں ورنہ معلوم اس خلق اور قومی احساس کی وجہ
سے ان پر کیا گذری ❊

جانے سے پہلے ان کی اس درخواست پر بہت کچھ مضحکہ اڑا
بہت سی بحثیں ہوئیں اور بالآخر فیصلہ ہوا کہ ٹی پارٹی میں ہرگز ہرگز
کرسی نہیں ہونی چاہیئے اور نہ کہیں ہوتی ہے۔ یہ نادر شاہی حکم ہمنے
کسی ٹی۔ پارٹی میں نہیں دیکھا اب پھر بیویاں اس مقام سے اٹھائی
گئیں اور پوری طرح نکلی بھی نہ تھیں کہ چند مرد دم دم اوپر
آچڑھے اور کمرہ بند کر کے مہمانوں کو ایک جگہ مقید کر دیا میں بھی
ایک عجیب مصیبت میں گرفتار تھی ماما کو آواز دی مگر اس تک آواز
ہی پہونچنی مشکل تھی کسی کا سر تھا کسی کے پاؤں کسی کا کندھا کسی کے
ہاتھ۔ اتنے ہی میں معلوم ہوا کہ دو بیویوں کی جوتیاں کھوئی
نہیں مختصر یہ کہ خدا خدا کر کے اس پارٹی سے رات کے دس بجے
چھٹکارا ہوا۔

کاش ہماری عزیز بہنیں اس پارٹی میں بجائے آدھا تیتر آدھا
بٹیر کرنے کے یا تو اسی طرح تمام جلسہ ختم کر دیتیں جس طرح ابتدا میں
فرش پر بیٹھی تھیں اور کھانے پینے کا سامان دسترخوان لیکر بیٹھ جاتیں
یا میز کرسی ہی پر جلسہ ختم ہوتا اور فرش وغیرہ پر نشست نہ ہوتی"

اس جلسہ میں ایک مس صاحبہ بھی موجود تھیں اور ان کی وجہ سے
ہم پانی پانی ہو رہے تھے یہاں تک کہ انصاری بیگم صاحبہ کو یہ
فرمانا پڑا کہ اس جلسہ کو دیکھ کر مس صاحبہ نے ہمارے متعلق کیا رائے
قائم کی ہوگی

# آنکھوں کا نور

دیکھئے بستر پہ سوتا چھوٹا ننھا آج ہے

اور ماں ہے جاگتی اوس کا یہی اک کاج ہے

ننھا بچہ بے خبر بستر پہ ہے لیٹا ہوا

والدہ ہنستی ہے اور کہتی ہے کیا بیٹا ہوا

پھر ہے گاتی اس طرح یہ الفت کی ماری والدہ

میرے بچے بشکل والد پیارے ننھے سو بھی جا

عمر کے جتنے وقت ہیں تجھ سے معرا ہوں سبھی

سست ہے دکھ درد اور تکلیف تو ہرگز کبھی

اے خدا کر میرے بچے کو جواں بشکل پدر

سر جھکائیں سامنے ننھے کے سب مہر و قمر

تیری عزت تیری شہرت اور تیرا مجھ سے پیار

مجھکو ہے امید بخشیں گے مجھے صبر و قرار

مسکرا بچے ذرا دل کو تسلی ہو میرے

رنج و مایوسی الم ہوں مجھ سے یکسو اور پرے

پیارے بچے جب میرا دنیا سے ہوئیگا گذر

اور تو لہ یار ہو جائیگا اے جانِ پدر

کیا میری تربت پہ آئیگا تو اے شیریں دہن؟
اور میری روح ناطاقت کو بخشیگا امن
شام کو آئیگا کیا۔ننھے میری تربت پہ تو؟
اور وہ آنسو بہائے گا میری فرقت میں تو
یاد کرکے مجھکو آئیں بھی بزرگے اے میاں
میری الفت کا بچّی ننھے باندھو گے دلمیں ہاں
پیار سے ہے دیتی ماں ننھے سے لیکن وہ گل
ظاہرا چپ ہے مگر باتیں سمجھتا ہے وہ کل
والدہ کے حال کو ہے دیکھتا وہ پیار سے
کچھ نہیں سہتا اس کا بس معذور ہے گفتار سے
ہاں مگر کچھ کچھ اشاروں پہ ہے بس اس کا مزہ
مسکراتا ہے کبھی روپڑتا ہے آنکھوں کا نور
لگتی ہے کیسی بھلی امید اس معصوم پر
اس کا رونا اور ہنسنا کس قدر ہے بے ضرر
والدہ خوش ہے کہ بچہ اس کا پورا یار ہے
اک اکیلا ساتھی اس کا وجو اس کا اک غمخوار ہے۔

(ماخوذ از انگریزی)

صاحبزادہ صلاح الدین احمد
طالب علم گورنمنٹ کالج لاہور

# حساب کا موجد

اُولیئیر نامی ایک انگریز کو حساب کا بہت شوق تہا۔ وہ ہمیشہ قلم دوات
پنسل کاغذ وہ سوال نکالتا جو آج کل الیف۔ اسے وغیرہ جماعتوں میں نکالا جاتا
ہے۔ ہر وقت اس ہی خیال میں غرق رہتا اور وہ سوال نکالا کرتا۔ یہاں تک
اسکو یہ بھی خبر نہ ہوتی کہ دن کب نکلا اور رات کب ہوئی۔ اس کے اسقدر
مشغول رہنے پر لوگوں کو بہت تعجب ہوا۔ اور اس قدر مشہور ہوا کہ کسی
آدمی نے بادشاہ کو بھی خبر کی۔ بادشاہ نے کہا کہ اولیئیر سے کہو کہ کل
دس بجے دن کے ہم سے آکر ملے۔ بادشاہ کے آدمیوں نے آن کر کہا
اس نے کہا اچھا آؤں گا۔ یہ کہکر اولیئیر پہر اپنے کام میں مشغول ہوگیا
دوسرے دن دس بجے سے بادشاہ نے اس کا انتظار شروع کیا لیکن
جب اولیئیر نہ آیا تو غضبناک ہوکر حکم دیا کہ جاکر اسے قید کر دو۔ سپاہی
آئے اور ہتھکڑیاں پہنانے لگے اولیئیر نے پوچھا مجھکو کیوں یہ پہناتے
ہو۔ سب نے جواب دیا کہ بادشاہ نے حکم دیا ہے کہ ہم نے دو گھنٹے
انتظار کیا لیکن تم نہ آئے اس لیے تم کو قید کیا جاتا ہے۔ اولیئیر نے
کہا کہ اچھا لیکن ٹھیرو اس سوال کو پورا کر دوں۔ جب سوال ختم ہوگیا
تو سپاہی نے ہتھکڑی پہنائی۔ اور جیل خانے میں لے جاکر بند کر دیا۔ اور
بادشاہ کو خبر کر دی۔ اس ہی طرح جیل خانے میں بھی سوال نکالے جاتے تھے

اور اسکو خبر نہیں کہ وہ کہاں بیٹھا ہے بادشاہ نے کہا کہ اچھا ہم نے
معاف کر دیا۔ اور ہم سے آن کر ملے۔ نقیب نے آکر کہا کہ بادشاہ سلامت
تمکو یاد کرتے ہیں۔ اس نے کہا اچھا چلتا ہوں۔ یہ کہہ کر پھر سوال میں مشغول
ہوگیا۔ اس کو یاد بھی نہیں رہا کہ بادشاہ نے بلایا تھا۔ بادشاہ نے پھر غضبناک
ہوکر حکم دیا۔ کہ اس نے ہمکو دو بار انتظار کروایا۔ لیکن نہیں آیا ایسے گستاخ کو
پھانسی کا حکم دینا چاہیئے۔ جاؤ اسکو پھانسی دیدو۔ جلاد آئے۔ اور بادشاہ
کا حکم سنایا۔ اولیئر اچھا مجھے پھانسی دوگے۔ کچھ حرج نہیں۔ تھوڑی دیر
ٹھیرو۔ یہ سوال ختم کر لوں پھر تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔ یہ کہہ کر پھر سوال
میں لگ گیا۔ بادشاہ کو اس بات کی بھی خبر کی۔ پھر بادشاہ نے حکم دیا کہ
ابھی اسکو پھانسی نہ دو میں دیکھنے آتا ہوں۔ اور اولیئر کا دیکھنے کا اشتیاق
پیدا ہوا۔ اور دیکھنے کے لیے آیا۔ یہانتک کہ بادشاہ اس کے قریب آن
کھڑا ہوا۔ لیکن اولیئر کو خبر تک نہ ہوئی۔ پھر ایک آدمی نے کہا کہ دیکھو بادشاہ
سلامت کھڑے ہیں۔ اولیئر نے کھڑے ہوکر سلام کیا۔ اور پھر سوال
میں مشغول ہوگیا۔ بادشاہ نے پھر نام لیکر پکارا اور کہا کہ تم مجھے یہ سوال سمجھا
دو۔ اولیئر نے سارا سوال بادشاہ کو سمجھایا۔ بادشاہ نے خوش ہوکر بہت
کچھ انعام دیا۔ اور وہ حساب اینٹرنس۔ ایف۔ اے۔ بی۔ اے
وغیرہ وغیرہ کی جماعتوں کے لیے مقرر فرمایا ✦

راقمہ بلقیس بیگم

# صفائی و سلیقہ

دنیا میں جس قدر کام ہیں سب میں صفائی و سلیقہ کی ضرورت ہے جس پر مستقل طور پر ایک بہت بڑا مضمون یا ایک مستقل کتاب درکار ہے۔ لیکن ہم نے اس وقت دنیا کے تمام کاموں میں امور خانہ داری کے متعلق مختصر طور پر چند سطریں لکھنی ہیں تاکہ ہماری دینی بہنیں اور ناظرین خصوصیت کے ساتھ اس بات کا احساس کر سکیں کہ صفائی و سلیقہ کو امور خانہ داری میں بہت بڑا دخل ہے۔ اسی لئے ذیل میں اصول حفظان صحت اور تمدن و طرز معاشرت وغیرہ بہت سے مفید امور داخل ہیں جن کا تعلق مردوں اور عورتوں کی ذات سے وابستہ ہے لیکن چونکہ امور خانہ داری میں گھر کی مالکہ عورت ہے اور امور خانہ داری کا انتظام اسی جنس نازک کی ذات پر منحصر ہے۔ اس لئے ہمارا روئے سخن بھی باعتبار جنس انسانی اپنے شریک غالب صنف نازک کی طرف ہے۔

ہمارے خیال میں سب سے پہلے امور خانہ داری کا انجام دیا جانا عورتوں کے ہاتھوں صفائی و سلیقہ پر زیادہ منحصر ہے۔ جن گھروں میں صفائی و سلیقہ کا لحاظ نہیں ہوتا ہے یا ان کی طبائع اس طرز کی واقع نہیں ہوئی ہیں ہر قسم کی بیماریاں اور طرح طرح کی خرابیاں واقع ہوتی ہیں۔ اور اگر صفائی پسند مرد یا عورت کا گذر ہو جائے تو اوسکی طبع نفیس نہایت قد

متنفر ہو کر کراہت و حقارت کے ساتھ صاحب خانہ پر نظر انداز ہوتی ہے۔
صفائی ایک بہت ہی معمولی خیال سے رہ سکتی ہے اور سلیقہ بہت ہی تھوڑی توجہ سے حاصل ہوتا ہے جو نہایت غریب سے غریب خاندان میں باسانی ہو سکتا ہے۔ صفائی کے لیے بہت ضروری ہے کہ روزمرہ دو دو وقتہ تمام گھر میں جھاڑو دی جائے۔ کوڑا کرکٹ کہیں پڑا نہ رہنے پائے بچے بوڑھے جوان جو چیزیں کھائیں ان کے فضلے ایک جگہ جمع کر کے پھینک دیں یہ نہیں کہ تمام گھر میں چھلکے وغیرہ ڈالتے پھریں جس سے مکھیاں بھنبھناتی پھریں اور صفائی پسند طبائع کا اوس کے دیکھنے سے جی متلائے اسیطرح گھر کی تمام دیواریں سالانہ مٹی و چونے سے لیپ پوت کے صاف رکھی جائیں ہمارے دیسی بھائی ہندوؤں میں سالانہ دیوالی پر یہ طریقہ جاری ہے اور اونھوں نے اس رسم کو داخل مذہب کر کے پوری پابندی کے ساتھ انجام دینا شروع کیا ہے۔ ہمارے پاک اور سچے سادے مذہب میں اگرچہ یہ امور مذہب میں داخل نہیں کیے گئے لیکن تاہم تین بڑے بڑے تہوار شبرات۔ عید۔ بقرعید اور چوتھا غم و الم کا زمانہ محرم ایسے مقرر ہیں جنمیں کم و بیش ہر گھر میں کسیقدر صفائی و سلیقہ ضرور برتا جاتا ہے۔ پس انہیں ایام میں سے کسی موقع پر ہر خاندان اپنے مکانات کی صفائی و اصلاح اچھی طرح پر کر سکتا ہے۔ اور پھر سال بھر تک اوسکی نگہداشت بہت ہی معمولی سی رہ سکتی ہے۔ مثلاً یہ خیال کہ دیواروں پر پان کی پیکیں نہ ڈالی جائیں یا جالے وغیرہ مکانات کے ہر مہینہ لیے جایا کریں۔ باورچیخانہ

کی دیواروں یا کھانا پکانے کی جگہ میں دیوار و زمین صاف ولپی ہوئی رہے۔ دُھوئیں سے وہ جگہ سیاہ و بدنما نہ ہے۔ کھانا پکانے کے وقت پیر میں ایک ایسا جوتا پہنا جاوے۔ جو پاخانہ وغیرہ غلاظت کی جگہ میں نہ جاتا ہو۔ چاہے وہ کتنا ہی پُرانا و ٹوٹا ہوا ہو اور یہ کوئی مشکل بات نہیں ہے اس لیے کہ ہر گھر میں پُرانا جوتا ضرور ہوتا ہے جو ٹوٹنے پر پھینکدیا جاتا ہے یا چاروں کو دیدیا جاتا ہے۔ اوس کے استعمال سے صفائی کے علاوہ جسبر اثیم کے پیدا ہونے کا اندیشہ بھی نہیں رہسکتا اور نفاست بھی رہتی ہے اور ننگے پیر رہنے کے جو طبی و تمدنی خرابی ہے اوس سے بھی بچاؤ رہے۔

اسی طرح سلیقہ شعاری کے برتاؤ سے گھر کی تمام چیزیں عمدگی و نفاست سے رہسکتی ہیں اور اوس میں بھی کچھ زیادہ وقت نہیں ہے۔ تمام برتن، روزمرہ صبح کے وقت دھوکر یا اپنے سامنے دھولواکر ٹوکری طاق یا الماری میں رکھدئے جائیں اور ضرورت پر اوسیقدر لیے جائیں جن کی حاجت ہے۔ بچوں اور بوڑھوں اور جوانوں کو چاہیئے کہ کھانا کھاکر جھوٹے برتن جابجا نہ ڈالیں جوان اور بوڑھے اپنے برتن گھر کی مالکہ کے سپرد کردیں اور بچوں کے برتن بڑے سنبھال لیں۔ اسیطرح وہ صاف ہوکر اپنی جگہ پر رکھدیئے جائیں۔

" اچار چٹنی مربہ بھی بقدر وسعت تیار رہے تاکہ کھانا لطف اور مزے کے ساتھ کھایا جائے۔ اور غذا جزو بدن ہو۔ لباس میں بھی صفائی و سلیقہ

کا برتاؤ رہے کھانا پکانے کے وقت دوسرے کپڑے استعمال کیے
جائیں تاکہ پسینہ سے کثیف ہو کر صحت جسمانی پر مضر اثر نہ ڈالے اور پاس
بیٹھنے والے یا خود کو بُو سے بدپریشان نہ کرے۔ بعد کھانا پکانے
کے وہ کپڑے دھوپ میں خشک کر کے الگنی پر ڈالدیے جایا کریں
اور پھر دوسرے وقت استعمال کیے جائیں۔ اور بعد فراغت طعام وغیرہ
کے پسینہ خشک ہونے پر دوسرے کپڑے پہنکر کھانا پکانے ، ہمالی
کی مداولت کی جاوے۔ یہ بھی مشکل بات نہیں ہے۔ پرانے کپڑوں
سے اسوقت میں کام لیا جا سکتا ہے اور اسی طرح نئے کپڑے بھی
پسینہ سے خراب ہونے سے بچ سکتے ہیں اور پرانے بھی ٹھکانے
لگ سکتے ہیں۔ یہ نہیں کہ پرانا کپڑا بھی راتدن استعمال ہو اور جب تک
وہ گل کے ٹکڑے ٹکڑے نہو جائے یا پیوند نہو بہننے کی جگہہ باقی
نہ رہے اوسوقت پھینکا جاوے بلکہ اوس کا بہتر استدلال وہی ہے
جو کھانا پکانے کے وقت میں کیا جاتا ہے۔

صفائی وسلیقہ کا بچوں کی پرورش میں بھی ملحوظ رکھنا ضروری ہے
صبح تڑکے اونکا اوٹھانا منہ ہاتھ دھولانا سرمہ لگانا کنگھی کرنا۔
صحت کے لیے بھی عمدہ اثر رکھیگا۔ اور بچے کی طبیعت بھی تمیز
وصاف رہے گی۔ اسیطرح خود عورتیں بھی نماز صبح سے فراغت کر کے
بچوں کے بعد یا اوس سے پہلے اپنے جسم کی صفائی پر متوجہ ہو جائیں [illegible]
اور سرمہ لگانے کنگھی کرنے سے اپنی دلی وشبا شت [illegible]

نماز، روزہ کے متعلق ہم کو اون بہنوں کو متوجہ کرنا مقصود ہے جو معمولی
عربی، اردو پڑھا کرے کم مذہب سے وقفیت رکہتی ہیں اور خدا اور رسول کے
احکاموں کی تعمیل میں بعض وقت غفلت کرتی اور خوف کہاتی ہیں۔
کیونکہ تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ زیادہ انگریزی دان عورتیں اور
لڑکیاں اسّی فیصدی نماز روزہ تو کجا مذہبی اذکار کا سننا بہی پسند
نہیں فرماتیں بہرحال جن خاندانوں میں امورات بالا پر عمل ہوتا ہیگا
ضرور ہے کہ اون کی اولاد بہی اوسی طریقہ پر کاربند ہوگی۔ اور اس
سبب سے دنیا کا ایک نظام سلسلہ وار درست ہوتا رہے گا۔ بلکہ ہمسایہ
بہی اس اثر سے متاثر ہو کر کچہ نہ کچہ عمل تو ضرور کریں گے۔ جس سے
اون کے خاندان میں بہی اصلاح ہوجائے گی۔

محمد عبدالرحیم۔ بہوپال

---

ڈاکٹر ایس کے برمن صاحب نمبر ۵ و ۶ تارا چند دت سٹریٹ
کلکتہ نہایت محنت اور لاگت سے جو ملکی خدمات انجام
دے رہے ہین وہ ملک کا دلی شکریہ کی مستحق ہے
فصلی بخار و طحال کی دوا درحقیقت تیر بہدف ہے
اور ہمین امید ہے کہ ملک ڈاکٹر صاحب کی حوصلہ افزائی
مین کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کرین گے

# اُمّ المومنین سودہ رضی اللہ عنہا

از شمس العلماء مولوی حافظ نذیر احمد صاحب ایل-ایل-ڈی

ان کا نام سودہ باپ کا نام زمعہ یہ بھی قریش ہیں اور چونکہ ان کا سلسلہ نسب عامر بن لوی تک پہنچتا ہے اس واسطے عامریہ کہلاتی تھیں پیغمبر صاحب کا شجرۂ نسب دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ بی سودہ کا سلسلہ پیغمبر صاحب کی نویں پشت میں عامر بن لوی سے جا ملتا ہے ان کی ماں کا نام شموش تھا اور بیٹی قیس بن زید کی۔ قیس عدی بن النجار کے قبیلے میں سے تھا جو اس زمانہ میں قریش کے برابر تو نہیں مگر قریش کے علاوہ اور تمام قبایل عرب میں امتیاز کی نظر سے دیکھا جاتا تھا بی سودہ حضرت خدیجہ کی طرح نہ تو چنداں مالدار ہی تھیں نہ حسن و صورت ہی کی وجہ سے کوئی ممتاز درجہ رکھتی تھیں ان کو جس چیز نے قبائل قریش کی عورتوں میں فضیلت و بزرگی کی عام شہرت دے رکھی تھی۔ وہ ان کی خوش خلقی اور نیک کرداری تھی۔

جب بی بی خدیجہ کا انتقال ہوا تو خولہ نے بی بی عائشہ سے پیغمبر صاحب کا نکاح کرا دیا لیکن چونکہ بی بی عائشہ اس وقت نہایت کم سن یعنی صرف چھ سال کی تھیں اور جناب پیغمبر صاحب کو خانہ داری کے انتظام اور لڑکیوں کی غور و پرداخت کے لیے ایک منتظم اور سلیقہ شعار اور مدبر

اور مُعتبر عورت کی ضرورت تھی اس لیے اِس کے چند ہی روز بعد آپ نے
سودہ سے نکاح کیا۔ مؤرخ ابن اثیر نے اس نکاح کی کیفیت اس طرح لکھی ہے
کہ پیغمبر صاحب کو بی بی خدیجہؓ کے انتقال سے جو صدمہ اور رنج ہوا قابل
بیان نہیں خولہ نے آپ کی یہ حالت دیکھ کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ
نکاح کیوں نہیں کر لیتے۔ فرمایا کس سے کروں عرض کیا چاہیں تو
کواری سے کریں چاہیں دُہاجن سے پیغمبر صاحب نے فرمایا کواری
کون ہے اور دُہاجن کون عرض کیا کواری تو عائشہ ہے آپ کے
دوست ابوبکر صدیق کی بیٹی اور دُہاجن سودہ زمعہ کی بیٹی پیغمبر
صاحب نے فرمایا کہ دونوں سے درخواست کرو۔ خولہ سودہ کے پاس گئیں
تو بولیں تمھیں مبارک ہو خدا نے تمھارے لیے بہتری اور برکت کے
سامان مہیا کر دیے ہیں۔ بی بی سودہ نے پوچھا کہ وہ کیا! کہا جناب
پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تمھارے پاس بھیجا ہے اور اپنے
واسطے تمھاری درخواست کی ہے بی بی سودہ بولیں کہ خولہ مجھے یہ پیام
بطوع خاطر منظور ہے لیکن میں چاہتی ہوں کہ تم میرے باپ کے پاس
جا کر اس کا ذکر کرو۔ خولہ زمعہ کے پاس گئیں اور سودہ سے پیغمبر صاحب
کے نکاح کا پیام دیا۔ زمعہ نے کہا خولہ بات تو بہت اچھی ہے مگر تمھاری
سہیلی سودہ کی کیا رائے ہے تو انہوں نے کہا وہ بخوشی منظور کرتی ہیں
زمعہ نے کہا تو اچھا سودہ کو میرے پاس بلا لاؤ۔ خولہ ان کو اپنے
ساتھ لوا لے گئیں تو زمعہ نے کہا بیٹیا سودہ! محمد بن عبداللہ نے

سے اپنے نکاح کا پیام بھیجا ہے۔ میرے نزدیک تو بات بہت اچھی ہے کیا تم بھی میری رائے سے اتفاق کرتی اور محمد بن عبد اللہ سے نکاح کرنے کو پسند کرتی ہو۔ سودہ نے کہا ہاں۔ زمعہ نے کہا خوب تم ان کو یہاں بلا لاؤ پیغمبر صاحب تشریف لے گئے اور زمعہ نے بی بی سودہ کا آپ سے نکاح کر دیا ان کا بھائی عبد بن زمعہ رضی کو گیا ہوا تھا وہاں سے واپس آیا تو یہ خبر سنکر سر پہ خاک اڑانے لگا لیکن جب مشرف باسلام ہوا تو افسوس کے ساتھ بار بار کہتا تھا کہ جس روز میں نے یہ خبر سنی کہ سودہ کا پیغمبر صاحب سے نکاح ہو گیا سر میں خاک ڈالی تھی میں اس روز بڑا احمق و جاہل تھا اور درحقیقت میرے سر سے عقل جاتی رہی تھی بی بی سودہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پیشتر اپنے چچا زاد بھائی سکران بن عمر کے نکاح میں تھیں سکران اگرچہ ابتدا میں قریش کا ہم آہنگ تھا اور قریش جو پیغمبر صاحب کا قبیلہ تھا ہی سب سے زیادہ آپ کا دشمن بھی تھا لیکن خدا کی ہدایت و توفیق نے مسلمان ہو گیا تھا اس کے انتقال کے بعد پیغمبر صاحب نے سودہ رضی سے نکاح کر لیا سکران کا انتقال ہجرت مدینہ سے تقریباً پانچ برس پہلے ہوا اور سودہ رضی کا نکاح پیغمبر صاحب سے ہجرت مدینہ سے تین برس پہلے جب تک پیغمبر صاحب کے چچا ابو طالب اور بی بی خدیجہ رضی زندہ رہے کفار مکہ پیغمبر صاحب کا تو کچھ کر نہ سکے تو مسلموں کو وقت بے وقت جسمانی تکلیفیں پہنچا رہے تھے لیکن ان دونوں کا مرنا تھا کہ کفار کی

طرف تکلیفوں کا پہاڑ خود پیغمبر صاحب اور آپ کے ساتھیوں پر ٹوٹ پڑا
اور مخالفین کھلم کھلا طرح طرح کی تکلیفیں پہنچانے لگے تاہم پیغمبر صاحب
نہایت استقلال اور صبر و تحمل کے ساتھ دعوت اسلام کرتے رہے
جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کچھ لوگ پیغمبر صاحب کی باتوں کی طرف کان لگا کر سننے لگے
اور چونکہ آپ کی ساری باتیں مفید اور نتیجہ خیز ہوتی تھیں ۔ قریش میں
کی بعض خوش قسمت جماعت اسلام میں داخل ہو جاتی تھی ۔ بی بی سودہؓ
بھی ان ہی لوگوں سے تھیں اور ازبسکہ ابتدا ہی سے نیک طینت
نیک خصلت اور سمجھ دار تھیں اچھی اور سچی باتیں ان کے دل پر فوراً
اثر کر جاتی تھیں پیغمبر صاحب کی راستبازی اور حق گوئی کا شہرہ جب
ان کے کانوں میں پڑا اور قرآن مجید کی بعض آیتیں سنیں تو پیغمبر
صاحب کی صداقت اور قرآن کے منجانب اللہ ہونے کا ان کو پورا
یقین ہو گیا ایک دو دفعہ خود بھی پیغمبر صاحب کی مجلس وعظ میں کسی تدبیر
سے شریک ہوئیں اور ان کو اچھی طرح اطمینان ہو گیا کہ بیشک یہ خدا
کے برحق نبی ہیں سکران بن عمر ان کے شوہر اسی پرانے ڈھرے
پر چلے جا رہے تھے اور قریش کے ہم آہنگ تھے یعنی جس طرح
اور لوگ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید جھٹلاتے
تھے بی بی سودہؓ اپنے شوہر کی اس جہالت اور بدعقیدتی سے
نہایت مجبور اور عاجز تھیں چاہتی تھیں کہ جس طرح بن پڑے اس
دار الکفر سے نکلکر پیغمبر صاحب کی پاک صحبت سے مستفید ہو جائے۔

مگر بہر چند روز توقف کیا اور دل کو سمجھایا کہ ابھی اپنا عقیدہ مخفی رکھنا بہتر ہے ممکن ہے کہ جس طرح خدا کی ہدایت نے میری دستگیری کی ہے سکران کی بھی رہنمائی کرے یہ سوچکر نہایت اطمینان اور سکون سے بدستور گھر کے کاروبار میں مصروف رہیں اور کبھی کبھی اپنے شوہر سکران کو اسلام کی ترغیب دلاتی رہیں خدا کا شکر ہے کہ چند ہی روز میں سکران کی طبیعت اسلام کیطرف مائل ہوگئی اور آخرکار دونوں میاں بیوی مشرف باسلام ہوئے۔

جس زمانہ میں بی بی سودہ اور ان کے شوہر سکران مسلمان ہوئے اسوقت نومسلموں پر کفار کی طرف سے طرح طرح کی سختیاں ہورہی تھیں بات یہ ہے کہ پیغمبر صاحب نے مبعوث ہوتے ہی خدائی دین یعنے توحید کی منادی شروع کردی تھی توحید کی منادی میں شرک اور بت پرستی کی توہین اور ندامت کرنی ہی تھی وہ گرم مزاج لوگ توہین تحقیر اور اپنے بزرگوں کی تحمیق کی تاب نہ لاکر بھڑوں کی طرح چھتے سے باہر نکل پڑے اور پیغمبر صاحب کے ساتھ گستاخی بے ادبی اور دشنام دہی اور موقع پاکر زدوکوب کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا اور نومسلموں کو اس قدر تکلیفیں اور ایذائیں پہنچائیں کہ وہ بیچارے اکتاکر ترک خانمان پر آمادہ ہوگئے کیونکہ ابھی تک ان میں اتنی قوت نہیں تھی کہ مخالفوں سے انتقام لے کر فی الجملہ تسکین پاتے پیغمبر صاحب نے اپنے خاندانی وجاہت کے بھروسے پر جہاں تک ہوسکا ان نومسلموں کی حمایت کی

لیکن نری وجاہت ایسے لوگوں کی عام شورش کے مقابلے میں کیا کام آئے جو ہر وقت مار پیٹ اور بے حرمتی پہ تلے رہتے تھے۔ آخر پیغمبر صاحب نے ان نومسلموں کی تحفیظ کے لیے ان کو نجاشی بادشاہ حبشہ کے یہاں چلتا کیا پہلی بار گیارہ مردوں اور چار عورتوں نے حبشے میں جا پناہ لی اس گروہ میں جناب پیغمبر صاحب کی صاحبزادی حضرت رقیہؓ اور ان کے شوہر حضرت عثمانؓ اور جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی زبیر بن عوام بھی تھے اور وہیں اُن کا انتقال بھی ہوگیا بی بی سودہ اُن کے انتقال کے بعد پھر مکہ چلی آئیں کیونکہ اس وقت مخالفوں کی شورش میں کچھ کمی ہوگئی تھی۔ بی بی سودہؓ حبشے سے مکہ میں آئیں تو اپنے قدیم مکان میں فروکش ہوئیں اور ہجرت کے تین سال پیشتر جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا نکاح ہوا کسی تاریخ سے اس کا ٹھیک پتہ نہیں لگتا کہ پیغمبر صاحب سے جب ان کا نکاح ہوا ان کی کتنی عمر تھی لیکن اُن کے سنہ وفات اور سن اسلام کے ملانے سے یہ بات مستنبط ہوتی ہے کہ اس وقت انکی عمر کم و بیش پچاس برس کی تھی الغرض نکاح کے بعد بی بی سودہؓ تین سال تک جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکے میں رہیں پھر ہجرت کر کے مدینہ میں آئیں اور ابو ایوب انصاری کے گھر میں رہیں جہاں جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم فروکش تھے۔ مدینہ میں آکر جب بی بی عائشہ اور ام سلمہ اور صفیہ رضی اللہ عنہ کی بیبیاں پیغمبر صاحب کے

نکل بھی آگئیں تو ام المومنین بی بی سودہؓ کو خیال ہوا کہ شاید جناب
پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مجکو ضرورت سے زاید سمجھ کر چھوڑ نہ بیٹھیں
اور پھر میں پیغمبر صاحب کے شرف ازواج سے محروم رہجاؤں یہ سوچ کر
انہوں نے ایک روز جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا
کہ آپ جانتے ہیں کہ میں سن رسیدہ اور بڑھیا ہوگئی ہوں میرے قوے
بالکل ضعیف اور کمزور ہوگئے ہیں اور مجھ میں کسیطرح کی خواہش نام کو
باقی نہیں رہی۔ میری منتہائے آرزو یہ ہے کہ آپکے ازواج کے
رجسٹر میں میرا نام باقی رہے اور قیامت کے روز ان ہی بیبیوں میں
میرا بھی حشر ہو۔ میں اپنی باری اور اپنا حق بطوع خاطر بی بی عائشہ
کو دیتی ہوں۔ پیغمبر صاحب نے بی بی سودہ کی اس درخواست
کو قبول فرمایا اور ان کو طلاق نہیں دی۔

جس زمانہ میں پیغمبر صاحب مدینے میں تشریف لائے ہیں مدینہ
قصبہ بھی نہیں ایک گاؤں تھا اور اس کا نام مدینہ بھی حضرت کا رکھا
ہوا ہے ورنہ اس کا اصلی نام تھا یثرب چنانچہ قرآن میں مدینہ کو یثرب
بتایا ہے۔ یثرب کے معنی عربی میں "اجڑے خراب ہو"۔ پیغمبر صاحب
کو برے ناموں سے تھی نفرت آپ نے اس کا نام مدینہ رکھا تب سے
یہی نام پڑگیا جس کے معنی ہیں شہر۔ یثرب کی آب و ہوا بھی خراب تھی
یثرب کی تپ مشہور تھی نام کے ساتھ پیغمبر صاحب کی برکت سے
آب و ہوا بھی بدل کر درست ہوگئی۔ یثرب میں بیت الخلا بھی نہ تھے

شرفا کی بہو بیٹیاں رفع حاجت کے لیے جھٹ پٹے کا وقت تاک کر گانو
کے باہر جاتی تھیں اور اس سے تو پیغمبر صاحب کی ازواج مطہرات
بھی مستثنیٰ نہ تھیں گانوں کے شریر نوجوان آتی جاتیوں کو چھیڑتے
بھی تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ بات بہت ناگوار تھی اور وہ
چاہتے تھے کہ کسی طرح امہات المومنین کو پردے میں بیٹھنے کا حکم دیا
جائے اس لیے بار بار جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پردہ کی
بابت عرض کیا کرتے تھے مگر پردے کے بارے میں کوئی وحی تو
آئی نہ تھی پیغمبر صاحب اپنی طرف سے کیسے حکم دیدیتے۔

ایک دن کا ذکر کہ بی بی سودہؓ رفع حاجت کے لیے باہر نکلیں شام
کا جھٹ پٹے کا وقت تھا کچھ تاریکی پھیل چلی تھی ان کے ساتھ
ایک بی بی اور بھی تھیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو پہچان کر
کرخت لہجہ میں کہا سودہؓ! میں نے تمکو دیکھ لیا ہے بی بی سودہؓ
خاموشی کے ساتھ چلی گئیں اور فراغت کے بعد واپس آئیں تو
جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عمر کی شکایت کی۔ دو
کہا کیا ہم اپنی ضرورت کو بھی باہر نہ نکلا کریں؟ پیغمبر صاحب نے فرمایا
کہ میں عورتوں کو ان کی ضروریات کے لیے باہر نکلنے سے منع
نہیں کرتا۔ بی بی سودہؓ کے یہاں جناب پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم
سے کوئی اولاد نہیں ہوئی پہلے شوہر سکران سے ایک بیٹا ہوا
جس کا نام عبد الرحمان تھا +

سودہؓ کا انتقال سنہ ۱۹ھ حضرت عمرؓ کی خلافت کے آخری دور میں مدینہ
ہوا۔ انہیں فتوحیں بھی ہوئیں ان کی نظروں میں دنیاوی جاہ وجلال
ذرا بھی وقعت نہیں رکھتا تھا۔ ان کی سیرچشمی اور فیاضی کی بہت سی
مثالیں کتب حدیث سے مستنبط ہوتی ہیں۔ ازانجملہ یہ کہ حضرت عمرؓ نے
اپنے زمانہ خلافت میں ایک مرتبہ ان کے پاس درہموں کی زنبیل بھیجی
انہوں نے یہ سمجھکر کہ زنبیل میں کھجوریں ہونگی کیونکہ اس زمانے میں زنبیل
میں کھجوریں ہی بھری جاتی تھیں خادم سے پوچھا کہ کیا کھجوریں ہیں
خادم نے عرض کیا نہیں۔ درہم ہیں۔ بی بی سودہؓ نے کہا کہ
کھجوریں ہوتیں تو کھانے کے کام میں آتیں درہم لے کر کیا کریں
چنانچہ زنبیل بھرے ہوئے درہم فوراً خیرات کر دیئے۔

اس نکاح کے وقت حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور
سودہؓ دونوں کی حالت پر نظر کیجائے تو ماننا پڑے گا کہ خلاف
تقدس کوئی امر طرفین کو نکاح کا محرک نہیں ہوا۔ حضرت پیغمبر خدا
صلی اللہ علیہ وسلم کی تو حالت یہ تھی کہ دعوت اسلام کیوجہ سے
اپنے ہی عزیز و قریب یعنی سارا قبیلہ قریش کنفس واحد تو مخالفت
پر کمربستہ تھے مارنے مرنے پر مستعد۔

وظلم ذوی القربیٰ اشد مضاضۃ
علی المرء من وقع الحسام المہند

پھر بھی خدیجہ کی ہمدردی اور دلدہی سے راحت ملتی تھی اور باہر ابوطالب

کی حمایت سے اتنا تھا کہ جان کیطرف سے اطمینان تھا مگر موذیوں نے غریب نومسلموں کا دم ناکوں میں کر رکھا تھا اور پیغمبر صاحب انکی تکالیف کو اپنی ذاتی تکالیف سے نہایت زیادہ احساس فرماتے تھے اتنے میں پہلے تو خدیجہؓ نے انتقال کیا اور بعد ابوطالب نے ایسے الفراق تثبت بالغیر[1] جتنا امن و اطمینان بھی کیا گذرا ہوا۔ خدیجہ اور ابوطالب کی مفارقت کا صدمہ جو پیغمبر صاحب پر ہوا ہم اسکا ٹھیک اندازہ نہیں کرسکتے مگر ہاں کتابوں سے اتنا پتہ ملتا ہے کہ پیغمبر صاحب ابوطالب کے جنازے کے ساتھ بے اختیار زار و قطار روتے تھے ایسی حالت میں نکاح کی کیا سوجھ سکتی تھی مگر خدیجہ لڑکیاں چھوڑ مری تھیں محتاج پرداخت اور ان کی پرداخت کے لیے سودہ جیسی سن رسیدہ تجربہ کار۔ اور سب سے بڑھ کر مسلمان عورت کا ہونا ضرور تھا سو وہ کے نکاح کو تکثیر سے تو کچھ تعلق نہیں پیغمبر صاحب کی یہ دوسری بی بی ضرور تھیں مگر خدیجہ کے انتقال کے بعد کیلی نہ ان کے حین حیات۔

(امہات الامہ)

---

[1] ڈوبتے کو تنکے کا سہارا

# فسانۂ تنویر

جیسے گھوڑے کو ایک چابک اور بھلے آدمی کو ایک بات۔ مانا کہ
سلطنت ہمارے پاس سے جا کر ٹوٹا سا مکان اور وہ بھی محدود
حکومت کا خاتمہ ہو کر پانچ چار انسان اور وہ بھی کمزور رہ گئے
مگر مردہ رگوں میں ہاشمی خون اب تک دوڑ رہا ہے۔ اور
اگر اس ڈھانچے میں جو صرف ہڈیوں کی مالا ہے جوش آگیا تو
اچھے اچھے پہلوانوں کے ہوش کھو دے گا۔ لیکن خدا کی شان
ڈیلی کرانیکل کا نامہ نگار۔ مذہب غیر۔ قوم سے غیر عقائد سے
غیر۔ نکات غیر۔ شکل و صورت میں جدا۔ عادات و خصلت میں جدا
رنگ و روغن میں جدا۔ طرز تمدن میں جدا۔ کھلے بندوں جیسے
ہندوستان میں علی الاعلان یہ کہ جائے کہ اس سرے سے
اس سرے تک کیا ہندو اور کیا مسلمان تمام ہندوستان میں
اگر عورت وقت کی چیز ہے تو صرف گانے۔ ورنہ جوان ہو یا بڑھیا
کھیلنے کی گڑیا اور دو ٹکے کی پڑیا ہے جس کے چہرے پر چابک چار۔
جلو خون سے مرد کا دل بہلانے اور روٹی کمائے
اور ہم خون کے سے گھونٹ پی کر چپکے ہو جائیں۔ مگر اپنی تو ناک کٹی ہیں
اور آپ لاجواب ہیں۔ نامہ نگار نے جو کچھ کہا ٹھیک کہا اور حق الامر

یہ ہے جو کچھ کہتا ٹھیک کہتا افسانہ تنویر کا ایک ایک حرف سات سمندر پار بسنے والے نامہ نگار کے قول کی تصدیق کر رہا ہے اور گو یہ داستان مسلمان مردوں کے مظالم کا ادنیٰ نمونہ ہے۔ مگر مغرب آنکھیں کھول کر دیکھے کہ یہ پردے کی بیٹھنے والیاں جن کے دامنوں پر حوریں نماز پڑھیں کس طرح اپنی عصمت پر قربان ہوتی ہیں اسلام کی وہ سچی تعلیم جو آج بھی وحشیوں کو انسان بنا دے ان کی گھٹیوں میں پڑی ہوئی ہے اور یہ اس دودھ سے پلی ہیں جس کا ایک قطرہ تمام یورپ کی شرافت کا مول ہے۔

مرحبا سرزمین ہندوستان۔ تیری خاک سے وہ دیبیاں پیدا ہوئیں جن کی زندگی ایک عالم کو عورت کے معنی بتا گئی۔ زہے تقدیر

مشرقی قبرستانو تمہارے کھنڈر اس دولت سے مالا مال ہیں جس کی مثال دوسری سمت میں نہیں ملتی اور خوشا نصیب ٹوٹی پھوٹی دیوار و تم ہیں وہ گوہر نایاب موجود ہیں جن کی آب و تاب بہا جواب نہیں رکھتی۔ تعجب ہوتا ہے کہ بھونرے میں پلنے والی بیگم جسنے آنکھ کھول کر ناز و نعم کے سوا کچھ نہ دیکھا۔ محبت کی ظلم و ستم اس طرح اٹھائے اور اُف نہ کرے

مسئلہ تقدیر سے انکار نہیں۔ مگر یہ اقرار کرنا پڑے گا کہ تنویر لاکھ بگڑ چکی تھی مگر پھر بیگم تھی۔ جھوٹوں اشارہ کر دیتی تو فریدپور اور اسکی بیس ہزار آبادی جان لڑا دیتی۔ مگر ان کمینوں کو تو

مردے پر بھی انا نصیب ہوا ورنہ وہ اس دل گردے کے
ہوئے تھے کہ بات کی بات پر خون کی ندیاں بہا دیں فرید دل قدر
کی شرافت۔ نجابت۔ حسب نسب جیسی بھی تھی خوب اور بہت خوب
تھی مگر افسوس اس سیدانی کا لال ہو کر جس کی چوکھٹ پر بڑے
بڑے پرہیزگاروں نے پیشانیاں رگڑیں ایسا بدبخت نکلا کہ سادات
کی ناک جڑ سے کاٹ دی۔ اور جس تنویر کی پالکی اتروانے کا
یہ ارمان تھا کہ پورے چھ سال اسیدوں نے ناکیں رگڑ دی
اس کی وہ مٹی پلید ہوئی کہ الامان الحفیظ۔ مگر رعونت ازلی رفیق
خوشامدی قدیمی شفیق۔ عفت کی دولت گئی ہاتھ اچکوں کا ہوا
ساتھ جو کچھ ہوتا کم تھا۔ بہرحال مدتیں ہوئیں یا برسوں گذرے
یہ تو آج بھی کہنا پڑے گا کہ تنویر تمام خاندان کی لاج رکھ گئی
اور امید ہے کہ جس طرح وہ دنیا سے ترستی پھڑکتی اٹھی عاقبت
میں اسے راحت ابدی کا نصیب ہو گی

گو وہ عزیزی کی دیکھنے والی آنکھیں ایک ساٹھا ستر ہی برس کے الٹ
پھیر میں ہمیشہ کو بند ہو گئیں مگر بنارس کے مقبرے دلی کے کھنڈر۔ اکبرآباد
کی مسجد تنویر جہاں کے باپ نواب عزیز الدین خان کی یاد اب تک تازہ
کر رہے ہیں غدر ۵۷ء کے بعد جب وہ وہ خاندان جن کے دروازوں پر
ہاتھی جھومتے تھے دو دو دانوں کو محتاج ہو گئے تو گو سلطنت عباسیہ
کا یہ آخری تاجدار بھی تاراج ہو گیا مگر ریاست کا چراغ ٹمٹما رہا تھا اور

برس گزرے گزرے زمانے میں بھی اس کی حکومت کا ڈنکا تین ساڑھے
تین سو کوس تک بجتا تھا چار برس کے قریب شُشُم پنجُم گزر گئے مگر
سالہ کے بعد ضعیفی و انحطاط نے عزیز کو اس قابل نہ رکھا کہ وہ ان تعلقات
میں پھنسا رہتا ۔ ولیعہد ریاست یا وارث جائز ے دے کر جو کچھ تھی
تنویر کو بعض نے مخالفت کی مگر عزیز یہ سوچ کر کہ جیتے جی اور مرے
پیچھے یہ ہی ریاست کی مالک ہے کنارہ کش ہو کر گوشہ نشین ہو گیا ۔

## جشن تنویری

چاہے کہ تنویر ریاست کی مالک بنتے ہی کھل کھیلتی اور کوار پنے
کی قید ۔ ماں باپ کی سختی ۔ عزیز و اقارب کی نگہداشت سب سے آزاد ہوتے
ہی رنگ لے آتی ۔ مگر اس کا دل تو کچھ ایسا مرا تھا کہ کوئی امنگ پیدا
ہی نہ ہوتی تھی کہ جشن نو روز بھی اگر اس کا بس چلتا تو کورا ہی ٹالتی
مگر کچھ رشتہ داروں کے سمجھانے کچھ کارکنوں کی صلاح اور سب سے
بڑھ کر باپ کا اصرار چار و ناچار جشن منانا پڑا
اس جشن کے حالات میں ابو النعیم اس زمانہ کا مشہور مورخ اس
طرح لکھتا ہے
جشن تنویری اس دھوم دھام سے منا کہ تنویر کا نام ہو گیا ۔ آدھی
رات کے قریب جب قصر تنویر روشنی سے جگمگا رہا تھا چار دل طرف تحو
ملکہ ماشا و یاشر کے نعرے لگ رہے تھے ۔ تنویر سادہ لباس میں جلوہ

افروز ہوئی۔ یہ پہلا اتفاق تھا کہ خلقت نے بے نقاب دیکھا۔ دھانی
لباس زیب تن تھا اور سیاہ بال کمر تک لہرا رہے تھے زیور مطلق
نہ تھا صرف دو ہیرے سرگوشیاں اور ایک الماس کی انگشتری غضب
ڈھا رہی تھی۔ پندرھواں سال ختم تھا اور نگارستان حسن
کی کوئی ادا ایسی نہ تھی جو اُس کے پاؤں نہ لوٹ رہی ہو۔ شباب
کا سن مرادوں کے دن۔ بھولی صورت گوری رنگت جن کی کان
ملاحت کی جان نزاکت کا مخزن ملاحت کا معدن تیغ قدرت کا کرشمہ
اور صنعت کا نمونہ تھی۔ آئی اور اس انداز سے آئی کہ سینکڑوں دل
مچلے چلی اور اس رفتار سے چلی کہ ارکین دربار کلیجہ مسوس کر رہ گئے۔
بیٹھی اور اس شان سے بیٹھی کہ بڑے بڑوں کے ایمان ڈانواں
ڈول ہو گئے۔ چشم سیاہ ایک جادو تھی کہ جدھر اُٹھی قیامت اور
نگہ ناز ایک تیر تھا کہ جدھر پڑا آفت۔ اہلکار و خدام آداب شاہی
میں رہے مگر حقیقی چچا زاد بھائی ثریا قدر پر ایسی بجلی گری کہ خاک
سیاہ کر دیا۔ منہ دکھانے کو دکھا دی مگر پاؤں لڑکھڑا رہے تھے
چہرہ کا رنگ فق۔ ہاتھ پاؤں ٹھنڈے۔ زبان بند۔ دیوانوں کی
سی حالت۔ سودائیوں کی کیفیت گرتا پڑتا اُٹھا نذر دکھائی اور بیٹھ گیا
تو یہ سچ ہے کہ کمسن بھولی ناواقف ناتجربہ کار سب ہی کچھ تھی مگر صورت
دیکھتے ہی تاڑ گئی کہ ثریا ہوش و حواس کھو بیٹھا۔ مرے کو مارے
شاہ مدار ظالم اچھی طرح سمجھ بوجھ کر کہ یہ تیر سیدھا کلیجہ کے پار پہنچا پاس

آئی اور کچھ اس طرح نازل ہوئی کہ رہا سہا صبر و قرار لوٹ مار چلتی ہوئی دربار ختم ہوا مگر اسکی یادگار ثریا کے کلیجہ پر ایسا داغ بیٹھا کہ چار ہی دن میں پرسوں کا بیمار معلوم ہونے لگا۔ دیوانہ وار پھرتا اور تنویر کی صورت نظر نہ آتی۔ بیقرار رہتا اور اس تک رسائی نہ ہوتی وہ تھا اور قصر تنویری کے چکر ہر چند کوشش کرتا کہ اس خیال کو دل سے بھلا دے مگر ایک ہوک تھی کہ رہ رہ کر اٹھتی۔ دن کی بھوک رات کی نیند سب غارت ہوئی اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ کھانا پینا قسم اور ہنسنا بولنا حرام ہو گیا تنویر کے حسین ہونے میں کلام نہیں۔ مگر ثریا بھی کسی کا غلام نہ تھا وہ بڑے باپ کی بیٹی تھی تو یہ چھوٹے باپ کا بیٹا۔ ایک ہڈی ایک خون ایک گوشت۔ ایک پوست چرچا تو سارے شہر ہی میں ہو رہا تھا۔ ثریا کا باپ۔ لڑکے کا دیکھا یہ رنگ کان میں پہنچے وہ ڈھنگ غریب دنگ رہ گیا۔ آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ مشورہ نہ صلاح چپکا اٹھ بھائی کے ہاں جا نکاح کا پیغام دے دیا

تنویر جو کچھ بھی تھی جدا نہ تھی اور ثریا جیسا کچھ بھی تھا ایسا گیا گذرا نہ تھا کہ عزیز نکاح کے نام سے آگ بگولا ہو جاتا وہ اُلٹی سیدھی سنائیں کہ غریب اپنا سا منہ لے سیدھا اٹھ چپکا چلا آیا!

## نکاح

عزیز الدین خان بارہ مہینے کا بیمار سدا کا روگی نکاح کا پیام اونگتے

نوبت نہ کا بہانہ ہوگیا۔ بخار کھانسی نزلہ زکام اور سو مرضوں کا مرض بڑھاپا یہ سب کچھ تو پہلے ہی سے تھا اختلاج قلب اور بڑھ گیا حکیموں نے تبدیل آب وہوا کی صلاح دی اور دونو باپ بیٹیاں چند روز کے واسطے دریا پار موضع حسینپور چلے گئے۔

حسینپور والے تنویر جہاں کے رعیت نہ تھے مگر اس کی آؤ بھگت میں کمی نہ کی جی کھولکر دعوتیں کیں اور پیٹ بھر کر روپیہ لٹائے۔

ایک روز شام کے وقت جب تنویر بھی باپ کے پاس بیٹھی تھی فریدوں قدر ایک کروڑ پتی تاجر کا لڑکا جو خود بھی مشہور وکیل تھا ملنے آیا ہر چند باپ نے اس کی وجاہت ثروت اور عزت کا خصوصیت سے ذکر کیا مگر تنویر کو نقاب ڈالے ہوئے تھی مطلق متوجہ ہوئی۔ فریدوں قدر کو تنویر کی تمکنت ناگوار تو بہت معلوم ہوئی اور ہونی چاہئے بھی تھی مگر پھر بھی اس نے یہ سلسلہ قایم رکھا کہ دوسرے تیسرے جب فرصت ہوتی آتا تھوڑی دیر بیٹھتا اور چلا جاتا

دو یا ڈھائی مہینے اس طرح گذرے ہوں گے کہ عزیز کی بیماری نے ایک نئی کروٹ لی جس کا انجام موت ہوا اور جس نے تنویر کو ہمیشہ کے واسطے باپ سے جدا کر دیا۔ عزیز کو مرے دوسرا روز تھا کہ تنویر کے پاس یہ خط پہنچا

بیگم خدا آپ کی عمر دراز کرے

نواب صاحب مرحوم کی موت آپ کو جس قدر صدمہ ہو کم ہے مگر دنیا کا دستور

یہ ہی رہا ہے اور رہے گا پھر بھی خدا کا شکر کیجئے کہ آپ کے پاس کسی چیز کی کمی نہیں۔ دولت۔ حکومت۔ صورت۔ عزت آسائش کا تمام سامان موجود اور مجھ جیسے کفش بردار خدمت کو حاضر۔ یہ تو آپ کو معلوم ہوگا کہ آپ کی تمام ریاست میرے پاس اٹھارہ لاکھ میں رہن ہے جس کی میعاد پوری ہو چکی اور اسی لئے مرحوم نے میری درخواست منظور کرلی تھی کہ مجھے اپنی غلامی میں لے لیں۔

بیگم آپ قرضہ کا خیال مطلق نہ فرمائے روپیہ بھی آپ کا ریاست بھی آپکی میں تو ایک خادم ہوں جو تادم حیات حق نمک ادا کرتا رہوں گا۔

فریدوں قدر

اس خط کے دیکھتے ہی تنویر کے چھکے چھوٹ گئے کاغذات پر غور کرتی تھی تو کہیں رہن کا بیان تک نہیں۔ باپ پر خیال کرتی تھی تو کبھی اشارۃً کنایۃً ذکر تک نہ کیا۔ بہتیرا سوچتی تھی مگر قیاس کام نہیں کرتا تھا کہ اس علت کی اصلیت ہے کیا۔ فریدوں قدر زمانہ کا چلتا ہوا گھاگ اس نے وہ جال بچھایا کہ تنویر سر نہ اٹھا سکے بڑی بڑی کٹنیاں جو اپنے فن میں طاق اور کام میں لاجواب تھیں ماماؤں اور نوکروں کے بھیس میں چھوڑ دیں جن کی چکنی چپڑی باتوں نے تنویر کو شیشے میں اتار لیا اب قرض کے یقین کرنے میں کیا تامل تھا اور یقین کا نتیجہ رضامندی نکاح ظاہر تھا وہ دھام سے ہوا یا چپ چپائے مختصر یہ کہ تنویر جہاں بیگم فریدوں قدر کے نکاح میں پہنچ گئیں۔ (باقی آئندہ)

لا زندگی کافی ہے۔ لارڈ روبرٹ چونکہ ہندوستان میں کمانڈر
چیف رہے ہیں اس لیے کم لوگ ان کے نام سے ناواقف
ہوں گے +

لیڈی روبرٹ پچاس سال سے زیادہ اپنے خاوند کی سچی مددگار
ہیں اور کبھی یہ بات کو گوارا نہ کیا کہ ان کی ذاتی خواہشیں خاوند
کے راستہ میں حائل ہوں انہوں نے کبھی بیوی ہونے کا وہ
فائدہ حاصل نہ کیا جو خاوند کے فرائض یا آیندہ ترقی میں روڑا اٹکا
نی ۱۸۵۹ء میں جب لیڈی روبرٹ تین چار روز کی دولہن تھیں
. ولہا کی طلبی سرکاری طور پر ہوئی اور یہ حکم ملا کہ اگر وہ اس
چھٹی پر رہنا چاہتے ہیں جس کی درخواست کی ہے تو موقوفی
ازمی نتیجہ ہے۔

بلا کسی توقف اور تردد کے دولہن نے صلاح دی کہ ہم کو فوراً
ندوستان روانہ ہو جانا چاہیے اور ایک الوداعی نظر وطن پر
ال کر نوعمر آئرش دولہن جو سرد ملک کی آب و ہوا میں پلی
ھی۔ جولائی کے خطرناک سمندر کی مسافت برداشت کرنے کو
ر کھڑی ہوئی موسم اس قدر گرم اور پانی اس قدر چنچل تھا کہ جہاز
کے کپتان کو دنیں دو دو تین تین مرتبہ مسافروں کی صحت پر
اص طور سے توجہ کرنی پڑتی تھی +

خلیج بنگال میں مونسون شروع ہو چکا تھا اور جہاز ایسی قوتوں

گرفتار ہوا کہ بعض مسافر مجبور واپس ہوئے مگر لیڈی رابرٹ اس وجہ
سے واپس نہ ہوئیں کہ وہ ایک غدار بیوی نہ کہلائی جائیں
کلکتہ پہونچتے ہی رابرٹ صاحب کو مرار روانہ ہونے کا حکم
ملا جو اگست کے مہینہ میں نہایت ہی گرم مقام تھا اور دولہا
دولہن مرار پہونچے ابھی دو راتیں بھی نہ گذری تھیں کہ خاوند کو
پھر کلکتہ آنے کا حکم ملا۔ اور وہ بیوی کو پردیس میں تن تنہا
چھوڑ پھر کلکتہ چلے اسوقت مسز رابرٹ پر بیماری کا غلبہ ہوا اور
گو ہر شخص غیر تھا مگر ان کے استقلال میں فرق نہ آیا انہوں نے
اپنے شوہر کو اپنی اس حالت کی اطلاع بھی نہ دی جو ان کو پریشان
کرتی۔ آخر جدائی کا زمانہ ختم ہوا۔ اور میاں بیوی کو ایک اور سفر
پیش آیا ابھی بیماری کا ضعف اور سفر کی تکان رفع نہ ہوئی تھی
کہ زمانہ کو لیڈی رابرٹ کی محنت و ہمت کا بدلہ دینا پڑا اور لفٹنٹ
دولہا کو چھ مہینہ کے واسطے لارڈ کیننگ کے دورہ ہندوستان میں
کوارٹر ماسٹر جنرل ہونے کا حکم ملا تمام کیمپ کا انتظام بڑا سخت
کام تھا مگر مسز رابرٹ نے اپنی صحت کو بالکل بھلا کر اس سفر میں
بھی شوہر کا ساتھ دیا اور ان مقامات کو جو دو سال پہلے غدر کی
وجہ سے شہرت حاصل کر چکے تھے دلچسپی سے دیکھا۔ دلّی کا وہ
منظر جہاں خاوند لفٹنٹ کی حیثیت سے لڑا اور فتح کی عزت
حاصل کی نہایت مؤثر نظارہ تھا اور اگر پہلے نہیں تو آج لیڈی

رابرٹ نے اپنے تئیں ایک سپاہی کی بیوی تسلیم کیا جرأت وفاداری فوائد و نقصان سب کو مانا اور ہر تسبیہ کو دماغ میں جگہ دے دی +

روز بروز اور لمحہ بلحمہ لیڈی رابرٹ اپنے بہادر خاوند کے دل کو فتح کرتی رہی لارڈ رابرٹ کی مشہور کتاب "اکتالیس برس ہندوستان میں" اس کا ثبوت ہے جس میں مصنف نے صاف طور پر لکھدیا ہے کہ اگر پیاری بیوی کی محبت ساتھ نہ ہوتی تو یہ زمانہ ہرگز ایسا خوشگوار نہ ہوتا۔

جب ایک سال اپریل میں شوہر کو کلکتہ کا حکم ملا تو بیوی شملہ سے ملنے آئیں یہ وہ وقت تھا کہ لارڈ رابرٹ ہیضہ کے کیمپ کا معائنہ کر رہے تھے برسات شروع ہو چکی تھی۔ اور بیوی کا اصرار ساتھ چلنے پر تھا کہ سرحد کی لڑائی شروع ہوئی اور لارڈ رابرٹ کو روانگی کا حکم ملا موقعہ نازک خطرے کی جگہ اور تکلیف کا گھر تھا جہاں تک امکان میں تھا غمگسار بیوی نے وہاں تک شوہر کو پہنچایا۔ جنگ کا حال نہایت ہی خطرناک صورت اختیار کر چکی تھی آخر وہ مقام آپہنچا جس کے آگے قدم دھرنا عورت کے واسطے اندیشہ سے خالی نہ تھا وطن کو تنہا اور زود پس روانہ ہونے سے پہلے بیوی نے ایک حسرت بھری نظر خاوند کے چہرہ پر ڈالی۔ اور رخصت کیا۔ افغانستان کی دوسری

# بہن کا خط بہن کے نام

عرصہ ہوا کہ رسالہ عصمت میں ایک خط موسومہ بچپن کی یاد چھپا تھا مجکو وہ اچھا معلوم ہوا اور میں نے اپنی بہن کو بھیجدیا۔ انہوں نے اوس خط کا جواب نظم میں ہی دیا تھا جو میں ذیل میں درج کرتی ہوں:۔

ہو کہاں روی جاناں ترا کہنا وہ لاوست سے صبا — خط اسی بہن آیا ترا دل خوش ہوا بیحد مرا

بچپن کی جو باتیں لکھیں پڑھ کر جو میں لگیں — نظروں میں وہ دن پھر گئے سب یاد بچپن آ گیا

فکر دن سست کہیں تو تم رنجوں کا مت کچھ غم کرو — ہو تم آہ بہن کنواری ابھی کیا غم سے تمکو واسطہ

میکہ کا غم بھی غم نہیں اسکی حقیقت اب کھلی — در اصل غم ہے وہ بہن سسرال میں جو سر پڑا

ماں باپ چھوٹے بھائی اب چھ مہینے ہو گئے — ہمکو خبر مطلق نہ تھی ماں سے کبھی ہونگے جدا

بھائی بہن کیسا ملے آنکھیں ترستی ہیں مری — اب تمکو پیاری جب ہے اون سے ملائے کب خدا

میکے میں غم کی کچھ خبر پیاری ہمیں آتی نہ تھی — یاں صبح سے شام تک جی مرا اور فکر میں ہیں مبتلا

سسرال کی فکریں کہوں گر ایک ہو تو میں بہن — ہیں سینکڑوں فکریں یہاں اور تم اکیلا ہے ملا

رہتا ہے ہر دم یہ خیال رنجیدہ ہو جائیں نہ ساس — سب لوگ خوش مجھ سے رہیں راضی رہیں میرا خدا

میکے کی بے فکری کہاں وہ بادشاہت اب کہاں — کنواری ہی اچھی رہتی بہن [illegible]

لیکن میں خوش ہوں اس سے اب بہن بچپن گیا آ کر کیا ہو — ہر اک طرح سے آ بہن اب بھی زمانہ عیش کا

دنیا کی فکریں کیا ہیچ ہیں ہر اگر اچھا ملے — کرتی ہوں شکر اللہ کا ساتھی ہے مجھے اچھا ملا

کیوں رنج و غم سر پر رہیں کیسی تھی الم کا سنا — عیش و طرب چاہوں طبیعت پیاری رہیں کیا غم مرا

ہر تو عیش و عشرت میں رہے دشمن تیرے جلتے رہیں — پیاری بہن اب ہو کچھ وہ بہانا تا اڑ چکی ہوا

# الوان نعمت

**ترکیب سکے خاگینہ پکانے کی**:- انڈے مرغ کے دو عدد مسکہ ڈیڑھ پاؤ بھونے ہوئے چنے کا آٹا ایک چھٹانک مرچ سیاہ چار ماشے دھنیا چھلا ہوا اور بھونا ہوا ایک درم ایک ماشہ الائچی ایک ماشہ۔ پیاز ایک چھٹانک دہی آدھا پاؤ پہلے انڈے کو توڑ کے چنے کا آٹا اور نمک اور مرچ سیاہ تمام پیس کر کچی پیاز تراش کر پسا ہوا دھنیا اور لونگ الائچی ڈال کر خوب آمیز کرے میٹھا دیوے مسکہ کڑھائی میں ڈال کر پگھلا دے بعد میں مجموعہ کو اس میں ڈال کر سرخ ہونے اور تناول کرے

**ترکیب لوز بادام تیار کرنے کی** مغز بادام پاؤ سیر کو آدھ سیر آٹے کے ساتھ دیگچے میں ڈال کر خشک کرے بعد اس کے مغز بادام کو پیس کر روغن میں تلے بعد میں قند سفید کو شیرہ کر کے انڈے کی سفیدی پاک کرے اور مشک و گلاب میں حل کر کے شیرہ میں ڈالے اور قوام بناوے مغز بادام آمیز کر کے ایک سینی میں روغن مل کر قوام ڈال کر سرد کرے اور ورق نقرہ اوپر لگا کر لوز تراشے اور نوش کرے +

راقمہ - والدہ سکندر میرزا۔

# سندھ میں عورتوں کی قدر و منزلت

صوبہ سندھ میں عورتوں کی حالت بہت ہی ناگفتہ بہ ہے۔ اُن کو علم سے محروم رکھا جاتا ہے۔ ذراسی بات پر وہ طلاق کی سزاوار سمجھی جاتی ہیں۔ حالانکہ طلاق عورت کے لیے آخری درجہ کی سزا ہے ان سب باتوں کو نظرانداز کرکے جس بات میں وہ زیادہ نشانۂ ستم بنائی جاتی ہیں وہ ایک رسم فروشی ہے۔ باوجود اس کے اون سے اور بہت ناملائم سلوک روا رکھے جاتے ہیں۔ کہ جن کے خیال سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔

افسوس ہے اُن والدین پر جو کہ چند روپیوں کے بدلے اپنی عزیز لڑکیوں کو بیچ دیتے ہیں۔ اور ہمیشہ کے لیے اُن کو اُن ظالم مردوں کے سپرد کر دیتے ہیں۔ جو آخرکار اُن کی زندگی اُن کے لیے وبال جان کر دیتے ہیں اور وہ اپنی زندگی کے دن اسی اُمید پر کہ وہ ضرور ایک نہ ایک دن اپنی اس صبر کی داد پائیں گی لوٹا کر تا دو سی ظالم صیاد کے پنجرے میں گزار دیتی ہیں۔

سنا ہے کہ پچھلے زمانہ میں والدین لڑکیوں کو زندہ درگور کرکے اُن کی زندگی کی تکالیف کا یک لخت خاتمہ کر دیا کرتے تھے کچھ حکومت کا ڈر کچھ علم کا اثر۔ اب یہ رسم موقوف ہو چکی ہے۔ مگر کیا ابھی

اچھا ہوتا۔ کہ صوبہ سندھ میں والدین لڑکیوں کو زندہ درگور کرنیکو رسم دختر فروشی پہ ترجیح دیتے۔ تاکہ وہ عمر بھر کی تکلیفوں سے نجات پائیں۔

صوبہ سندھ میں عورتوں کی قدر و منزلت کا ذیل کے دو تین واقعات سے جو کہ میری ہمشیرہ صاحبہ (جس کی کہ ایک سال ہوا۔ شکارپور سندھ میں شادی ہوئی ہے) کے چشم دید سوانح ہیں۔ ناظرین بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔

(۱) ایک آدمی نے اپنی عورت کو اس وجہ سے طلاق دیدی۔ کہ اُس نے اُس کو اپنی لڑکی کی شادی ایک نالائق لڑکے سے کرنے پر روکا تھا اور وہ خود اپنے لیے سات سو روپیہ دے کر ایک نئی دلہن لے آیا۔ وہ عورت اب اپنی قسمت کو رو رہی ہے اور دستکاری کرنے پر بمشکل اپنا پیٹ پالتی ہے۔ عدالت میں وہ بچاری جائے تو کس لیے؟ کیونکہ نہ کوئی مہر کا کاغذ ہے کہ جس کے لیے وہ مطالبہ کرے۔ نہ کوئی نکاح نامہ ہے جس کے ذریعے سے وہ اپنا حق زوجیت اس پر جتاسکے۔ نہ کوئی نان و نفقہ کا پرچہ ہے۔ کہ جس کے واسطے وہ دعوے کرے پس بچاری ہر طرح پہ معذور ہے۔ اپنے نصیبوں کو روتی ہے اور کہتی ہے:

زندگانی کے ہمیں لالے پڑے
ناسکیں بیدرد کے پالے پڑے

(۲) اسی طرح ایک اور آدمی نے اپنی عورت کو اس لیئے طلاق دیدی کہ اوس نے کیوں دوائی پینے سے انکار کیا۔ بعد مار پیٹ کے
اوس کو اسی بیماری کی حالت میں گھر سے نکال کر باہر کیا۔

افسوس کہ سندہی لوگ بازاری عورتوں سے زیادہ گہرا تعلق رکھتے ہیں کیا اسلام عورتوں سے ایسے معاملات روا رکھتا ہے۔ اگر اسلام ایسا ہی ہے تو وہ بذاتِ خود ہمارے لیئے وبال ہے اور ہمارا ایسے اسلام کو دور سے ہی سلام ہے۔ مگر نہیں نہیں اسلام پیارا مذہب اسلام ہرگز ہرگز ایسی سختی روا نہیں رکھتا۔ وہ صاف صاف لفظوں میں ارشاد کرتا ہے۔ کہ: اللہ تمہارے ہر معاملے میں آسانی کرتا ہے۔ افسوس کہ قرآن مجید کا یا تو کوئی اصلی مفہوم ہی نہیں سمجھتا۔ یا اگر سمجھتا ہے۔ تو تجاہلِ عارفانہ کر کے اسلام پر ایک بدنما دھبہ لگانا چاہتا ہے۔ مگر یہ یاد رہے۔ کہ چاند خاک ڈالنے سے نہیں چھپ سکتا۔

قرآن مجید کی اسی آیت کے آڑ میں ہو کر کہ وَاِنْ خِفْتُمْ اِلَّا تقسطوا فِی الْیَتٰمٰی فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ۔ اپنے آپ کو چار بیبیاں تک کرنے کے مستحق سمجھتے ہیں۔ مگر اسی کے آگے کی آیتوں کو فَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً۔ اور وَلَنْ تَسْتَطِیْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَیْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِیْلُوْا کُلَّ الْمَیْلِ فَتَذَرُوْھَا کَالْمُعَلَّقَةِ

وہ اپنے حق میں نہیں سمجھتے۔ سندھ میں اگر کوئی شخص کسی سے کہے
کہ تم اپنی عورتوں کو تعلیم کیوں نہیں دیتے تو وہ نہایت ہی خشمگیں
ہوکر کہتے ہیں۔ کہ تم ہم کو گالیاں دیتے ہو۔

میں اب اس مضمون کو ختم کرتی ہوں۔ اور امید کرتی ہوں کہ
انشاءاللہ پھر کبھی اس کا دوسرا نمبر بہ عنوان سندھ کی حالت
کے پیش کروں گی۔

میں یقین کرتی ہوں کہ اگر کسی سندھی بھائی کی نظر سے میرا
یہ مضمون گذرے گا۔ تو وہ ضرور اسکو ٹھنڈے دل سے پڑھیگا

بنت عطا محمد خان صاحب

---

نمائش دستکاری خواتین ہند بھوپال

## اعلان

نمائش مندرجہ عنوان جو جنوری سنہ ۱۹۱۴ء میں قرار دی گئی تھی وہ اب ۲۱ سے
۲۹۔ مارچ سنہ ۱۹۱۴ء تک ہوگی بغرض آگاہی ہر خاص و عام اطلاع دیجاتی ہے۔

حسب الحکم

اودھ نرائن بسریا
چیف سکریٹری بھوپال

# گڑیا کا بیاہ

اس نئی روشنی کے زمانہ میں پرانی تمام باتوں کی جہانتک ممکن ہے تحقیر و تذلیل پر جسکو دیکھو کمر باندھے ہوئے تیار پاؤ گے۔ مگر یہ کیوں اس کا مختصر سا جواب یہ ہے کہ زمانہ باتو نسازد تو بازمانہ بساز۔ موجودہ زمانہ میں چونکہ وہ رائج نہیں اس لئے ایس خواہ مخواہ برائیاں ڈھونڈھی جاتی ہیں قطع نظر اس کے جس کو میں استا اور صدقنا کہتی ہوں اگر ذرا غور و خوض سے کام لیا جا تو معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا ایسا کرنا جہالت اور اگر جہالت نہیں تو ہٹ دھرمی ہے +

پرانے زمانہ کی تمام رسوم و رواجات پر تو بحث کرنے کے لیے ایک زمانہ چاہیئے۔ اس لیے میں صرف اسوقت اپنی بہنوں کی خدمت میں بہت معمولی اور کم وقعت چیز پیش کرتی ہوں۔ اور جہانتک ممکن ہے پیچیدہ پیچیدہ واقعات سے بحث کر کے بتاؤنگی کہ پرانے رسوم بجائے تحقیر و تذلیل کے کس قدر تحسین و تعریف کے مستحق ہیں گوڑیا کا بیاہ ظاہر نظر میں کس درجہ فضول اور بیکار صرف ایک کھیل کو معلوم ہوتا ہے پھر بھی میری بہنیں اگر ذرا انصاف سے کام لیں اور میرے لکھے ہوئے کو

سُنتے سُن سے پڑھکر کوئی رائے قایم کیا چاہیں تو میں بتانا چاہتی ہوں کہ یہ کام جو کھیل کود اور فضول بیکار ظاہرا معلوم ہوتا ہے دراصل ایک بڑی تعلیم خانہ داری کا پیش خیمہ ہے دنیا یہ بات جانتی ہے کہ عملیات زیادہ کار آمد اور ضروری ہیں بہ نسبت تعلیمات کے کیونکہ ایک چیز جو میرے یا کسی اور کے مشاہدہ میں آجائے وہ زیادہ قابل وقعت ہے بہ نسبت اوس چیز کے جو کہ صرف زبانی جمع خرچ اور سنی سنائی ہو۔ بقول شخصے ؎

شنیدہ کے بود مانند دیدہ

گڑیا کا بیاہ دراصل ایک عملی طریقہ ہے جس سے تمام رسوم اور دعوات اور دیگر ضروریات جو بیاہ کے متعلق ہوتی ہیں بتائی جا سکتی ہیں اور نیز گوں سنے کم عمر بچیوں کے لیے یہ عملی شکل تیار کی تھی آجکل یہی دیکھا جاتا ہے کہ بچوں کو ریڈنگ بسکٹ وغیرہ سے اے۔ بی۔ سی۔ ڈی۔ کا مشاہدہ کر دیا جاتا ہے اور اون کے سن شعور کے پیشتر ابجد پڑھانے کا کام ختم کرا دیا جاتا ہے۔

موجودہ زمانہ جو کہ تہذیب و شائستگی کا داعی ہے۔ اس میں صرف ایک پڑھانے لکھانے کی شروعات اس طریقہ سے کی جاتی تھی اور برخلاف اس کے پُرانے زمانہ میں جو آجکل جہالت کا زمانہ کہلایا جاتا ہے پورے امور خانہ داری کی تعلیم اس عملی طریقہ سے دیجاتی تھی اور صرف کھیل کود اور محض تفریح

معلوم ہوتی تھی اب ذرا اس اہم کام کو دیکھو جسکی تعلیم اس گڑیا
کے بیاہ سے ہوتی اور پھر اوس اعتراض کا خیال کرو جو بیکار
ہونے کا اسپر کیا جاتا ہے۔ ایک ۹ یا ۱۰ برس کی بچی جو کہ
ابھی نشیب و فراز زمانہ سے بالکل بے بہرہ ہے اور جس کا
دل طبعی طور پر سوائے کھیل و کود کے دوسری طرف مشکل سے
راغب ہو سکتا ہے اوس کے لیے ان تمام رسوم مثلاً ساچق
مہندی۔ برات۔ نکاح۔ آرسی مصحف وغیرہ وغیرہ کے بتانے
کا اس کھیل کود سے زیادہ کونسا اچھا طریقہ ہو سکتا تھا۔ اسکے
علاوہ گڑیا کو دلہن یا گڈے کو دولہا بنانے کے لیے جو کپڑے
اور زیور وغیرہ چاہییں اس کے نام اور نیز استعمال کس خوبصورتی
سے سکھایا گیا ہے نیز یہ کہ اپنے ہمجولیوں کو بلانا چلانا اور اونکی
دعوت وغیرہ کا اہتمام بچپنے ہی میں جو کہ ایک بہت مشکل کام
(یعنے میل جول) ہی کیسے کھیل کھیل میں بنا دیا گیا۔
اس کے علاوہ اور دیگر ضروریات کی تعلیم کس اچھے طریقہ سے جو کہ
بچہ خود بھی پسند کرے کی گئی۔ کیا میری بہنیں اب بھی کہیں گی کہ
وہ گڑیا کا بیاہ جو بیکار معلوم ہوتا ہے درحقیقت تمدنی معاشرتی تعلیم کا
اعلیٰ اثر نہیں ہے۔ میں اپنی حق پرست بہنوں سے کبھی ایسی امید
نہیں رکھ سکتی۔ میں نے اس رسم کو صرف اس وجہ سے لیا ہے کہ
ہم میں سے اکثر بہنوں نے اپنے بچپن میں اسسے کافی فائدہ اٹھایا ہے

# بچوں کا علاج

بیوی صاحبزادیوں کے قدم مرد اگر دھو دھو کر پئیں تو اچنبھہ کی بات نہیں ہے کیونکہ مردوں کو چار چاند انہیں کی بدولت لگے ہیں سارے انبیا سارے اولیا سارے اوتار سارے مہاتما انہیں کی اجلی کوکھ سے پیدا ہوئے سارے جہان کے شہریار اور تاجداروں نے انہیں کے پیٹ میں پاؤں پھیلائے ہیں رستم اور سہراب انہیں کا دودھ پی کر پہلوان اور دلیر ہوئے اور زبردوں سے شیر ہوئے بغیر باپ کے انسان کی پیدائش ممکن ہے مگر بے ماں کے آجتک کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا۔

اولاد کے پالنے میں جو جفا کفا اور کھکیڑ یہ اوٹھاتی ہیں مرد اگر سات دفعہ جنم لیں تو بھی نہیں جھیل سکتے۔ لاڈلے ابھی پیٹ میں ہی ہوتے ہیں جو ماں کا کھانا پینا بند کر دیتے ہیں۔ ایک نازنین پری جمال پندرہ سولہ برس کی لڑکی جسکو رات دن عطر پھول مسی لاکھے اور کنگھی چوٹی اور بننے سنورنے سے ہی کام تھا جو گھر میں چراغ جلے تھی چھپر کھٹ میں جا لیٹتی تھی اور پاؤں پھیلا کر جو سوتی تھی تو دن کے نو بجے ساس نندوں کے جگانے سے اٹھتی تھی جو جنگلی ہرن کی طرح گھر میں چھلانگیں مارتی پھرتی تھی جو زینہ اور

اور سیڑہیوں پر بے تکان چڑہتی اوترتی۔ جو بھاری بھاری پلنگ
اپنے کندہوں اور کمر کے سہارے انگنائی سے دالان اور دالان
سے کمرہ میں اوٹھا لیجایا کرتی تھی۔ امید کے ہوتے ہی ایک بلا میں
پہنس جاتی ہے پہلے ہی مہینہ اوسے پیارے پان سے نفرت
ہو جاتی ہے جس پر یہ جی جان سے فدا تھی اور جس کے ذوق
شوق میں یہ ہر وقت آمام دان اور پٹاری کو آنکھ سے اوجہل
نہ ہونے دیتی تھی دوسرے مہینے میں گوشت اِس سے چھوٹ
جاتا ہے۔ مگر یہ اپنے الہڑپن اور نادانی سے اُس کو نہیں
گردانتی ہے اور جو کچھ دسترخوان پر آجاتا ہے کہا لیتی ہے اور
منہ سے اُف نہیں کرتی ہے کہ سسرال والے کہنے لگین
گے۔ نوج ایسا بھی کیا مزاج جو اچھے قورمہ کو بساندا شوربا کہا
جاتا ہے۔ کیسا ہی تحفہ کہانا پکار سیدہ کر بہو کی سامنے رکہو مگر
بہو کیڑے بغیر ڈالے نہیں رہتیں مگر ایک دن ایسا آجاتا ہے کہ یہ
نادان لڑکی اپنے دل کو بہلاتی ہے ضبط بھی کرتی ہے روکتی
بھی ہے مگر اس کا جی نہیں سنبہلتا اور آلا لاکر کے اسے
قے آجاتی ہے اور جو کچہ اس نے کہایا پیا تہا وہ چینٹ چینٹ
اور رتی رتی ہو کر نکل جاتا ہے یہ اب بھی نہیں سمجھتی مگر گہر کی بڑی
بوڑہیاں تاڑ لیتی ہیں اور مبارک سلامت ہونے لگتی ہے سب سے
پہلے ساس آکر کہتی ہیں نواب دلھن اب خدا رکھے تمہیں

کپڑے بھی پہلا لباس جم ہی جم پہنو اور جب تک تم اہل خیر سے
فارغ ہو اسے پلنگ کو لات مار کر اٹھو عطر اور خوشبو کو بھی پڑا دو
مرغن و مقوی تل کا تیل سر میں ڈال لیا کرو اور یہ بھی جب پاؤں
بھاری ہو تو زینہ پر چڑھنا اوترنا بوجھ بار اٹھانا بھی جوکھوں
سے خالی نہیں ہے کیونکہ جان سے جان لگی پڑی ہے یہ
غریب اوس کا کچھ جواب نہیں دیتی اور گردن نیچی کر لیتی ہے
اور ایک ایسی پھندے میں پڑ جاتی ہے جو جیل خانہ سے
زیادہ تنہائی اور دم کھینچنے والا ہوتا ہے۔ اوپر والوں کی مار
دھاڑ الگ ہوتی ہے اور اندرونی تابڑ توڑ تکلیفیں جدا۔
سر کا درد۔ متلی۔ سستی۔ قے۔ بدہضمی۔ جلنیاں۔ انگڑائیاں
اوبکائیاں۔ ہول دل۔ دھڑکن پیسٹر کن کیا کچھ لکھا جائے
ایک ایک دن گن گن کر نو مہینہ کاٹتی ہے اور لاکھ دکھ درد اور
ہزار صدمہ سہکر اسکا بیڑا پار ہوتا ہے اور برخوردار ہوال۔
ہوال کرتے دنیا میں تشریف لاتے ہیں۔ ماں کو جب غش سے
افاقہ ہوتا ہے تو نونہال کو اپنے پہلو میں رنگین تنا بچہ پر پڑا
ہوا دیکھ کر دل ہی دل میں صدقہ واری ہوتی ہے اور نو مہینہ
تک جو کلفتیں اوٹھائی تھیں اسکی دیدار سے سب مٹ جاتی
ہیں تیسرے دن دودھ اوترنے کی زحمت سے ہل ہلا کر تپ
چڑھتا ہے اور چھٹی کیا دسویں چلہ تک اوترنے لگا، نیند لیتا
ا

وہی چھپر کھٹ جس میں کمخواب کی توشک پر ڈوریوں سے سفید چادر کسی رہتی تھی اور خوشنما تکیہ چاند سورج کو شرماتی تھی اوس میں وو ہرے دوہرے پوتڑہ اور نہالچہ بچھنے لگتے ہیں اور موت کے چھینٹے لگے دکھائی دیتے ہیں۔ عطر اور پھولوں کی جاسئے۔ اسپند کی دھونی دماغ کو اڑاسے دیتی ہے جس کی ٹٹی کے بجائے کمرہ میں دو دو انگیٹھیاں پڑی دہک رہی ہیں طاق کی برف کی جگہ عناب کی اچھوانی پی جاتی ہے ٹھنڈے پانی کے عوض سونف اور مکو کا عرق گرم گرم یا کاڑہا ڈکوسا جارہا ہے اول تو زچہ کو نیند آتی ہی کب ہے اور اگر کسی وقت آنکھ لگ گئی تو صاحبزادے نے رو رو کر گھنٹی بجائی۔ اور بغیر زبان کے یہ کہا اوٹھو۔ اور مجھے لو اور اگر ننھی سی آواز ماں کے کان میں نہ پہونچی اور آنکھ نہ کھلی تو منکر نکیر یعنے ساس نند پٹی سے پٹی بٹر اے لیٹی ہیں۔ انہوں نے شانہ پکڑ کر ہلا دیا کہ اے بی دولہن ہشیار ہو بچہ رو رہا ہے۔ بوا یہ تو رات کی پیدائش ہے رات کو ہی جاگا کرے گا۔ کیونکہ جو بچے رات کو پیدا ہوتے ہیں دن بھر سوتے ہیں رات کو جاگتے ہیں اور جو بچے دن میں ہوتے ہیں رات بھر سوتے ہیں دن میں جاگتے ہیں اب تم اسے گود میں لے کر ہو بیٹھو اور اکہتو کھتو کرو ماں کی آنکھیں نیند کے مارے کڑوی ہوتی ہیں اس کا سر بیٹھے بیٹھے جھونٹے لیتا ہے

مگر بیتا کی بیماری پر اس تکلیف کو انگیز کرتی ہے اور آنکھوں ہی آنکھوں
میں علاج نکل آتا ہے۔ اسی طرح چلہ ختم ہو جاتا ہے اور یہ کمرہ
سے باہر آکر دالان میں بیٹھتی ہے اور آئینہ سامنے رکھ کر سر میں
کنگھی کرنے لگتی ہے ایک دفعہ ہی چہرہ پر نظر جا پڑتی ہے
تو دیکھتی ہے رخساروں پر جو خون گلاب کے پتوں کی طرح
جھلکتا تھا اب کالا پڑ کر چھائیں کی صورت میں بدنما بن گیا ہے
گویا حسن کے چاند کو گہن لگ گیا ہے۔ اس عیب کو دیکھ کر اس
کا دل میلا ہوتا ہے مگر یہ اپنے جی کو بہلاتی ہے کہ بلا سے
شکل بگڑے تو بگڑے خدا نے مجھے چاند سا بیٹا بھی تو دیا جو
میری آنکھوں کا تارہ اور کلیجہ کی کور ہے پہل پہلوں کی بات ہے
اس سے کبھی کبھی بھول چوک بھی ہو جاتی ہے نہا دھو کر بیٹھتی ہے
بچہ کو روتا دیکھ کر اسے تہما آجاتا ہے اور بچہ کو فوراً دودھ
پلادیتی ہے اور ذرا سی دیر میں بچہ بیمار پڑ جاتا ہے بچہ کی
دادی ناک پر انگلی رکھ کر کہتی ہیں تو اب دولہن بیٹی خدا رکھے
تم نے اپنے بھی چھوٹے سات بھائی بہن سیکڑوں پالے مگر
یہ سمجھ نہ آئی یا اماں کو یہ کہتے ہوئے نہ سنا کہ بھیگے بالوں سے
جو بچہ کو ماں دودھ پلادیتی ہے تو بچہ کو نزلہ ہو جاتا ہے بیمارا
اسی کا فساد ہے ننھی سی جان کو کس ذات کا بخار چڑھا ہے
پسینے نبتے ہیں مجھے یہ ڈر ہے کہیں پی سلکھا نہ نکل آئیں کیونکہ

آجکل شہر میں اونکی بڑی دہوم ہورہی ہے۔ بیوی بیگم بچہ کو [illegible]
کہلاتے ہیں۔ ماں کے آم کہانے سے بچہ کے کلیجہ پر داغ لگ
جاتا ہے۔ مروا آگ ہے۔ ماں ککڑی کہاتے تو بچہ کو پیٹ میں
ہرا ہو جاتا ہے ماں ٹھنڈے پانی میں ہات ڈالے تو دودہ ٹھنڈا
ہو جاتا ہے اور اُسے پی کر بچہ کو کہانسی۔ یا پسلی کا خلل ہو جاتا ہے
ماں اگر گرمی کہاتے یا چولہے کے پاس سے آکر بچہ کو فوراً دودہ پلادے
تو بچہ کو بیٹھے بیٹھے زرد دست آنے لگتے ہیں اور تونس ہو جاتی ہے
ان نصیحتوں کو سنکر یہ سہم جاتی ہے اور اپنے جانی اور پیارے بچہ
کے کارن دنیا کے مزے اور اپنے سارے چین اور آراموں کو
خاک میں ملا دیتی ہے اور اس مثل کو اصل کر دکہاتی ہے کہ ایک
بالا پالے تو سارا جوبن گہالے۔ مگر ان پڑہ اور اناڑی پن کی
آفت بس ماں کے ساتہ ایسی لگی ہوتی ہے کہ اسکی ساری محنت
ایک دن برباد ہو جاتی ہے اور اسے کچہ کرتے دہرتے بن نہیں
پڑتا۔ کیونکہ جب یہ میکہ میں تہی تو اپنی ماں سے نانی سے خالہ سے
یہی سنا کہ بچوں کا علاج حکیم لوگ نہیں جانتے سسرال میں آئی
تو ساس نندوں سے جٹھانی دیورانی سے یہی سنا کہ ڈاکٹر اور طبیب
بچوں کے معالجہ میں بے بس ہیں ان کے کارن تو گہر کی بڑی
بوڑہیاں ہی خوب جانتی ہیں یہ بات اس کے دل پر پتہر کی لکیر
ہو جاتی ہے اور دشمنوں و پار جب اس کے بچہ کا جی انمنا ہوتا ہے

اوس کا علاج یا آپ کرتی ہے یا بچہ کی دادی جان یا بچہ کی اناّ
یا پاس پڑوس کی ہمسائی پلپیت بدن کی مد بر ہے اگر علاج نہ کیا جاتا تو بھی
بچہ تندرست ہو جاتا مگر یہ بے تمیز اپنی جہالت اور نادانی سے بچہ
کی تندرستی کو پڑوسن ہمسائی کی بتائی ہوئی دوا کا نتیجہ سمجھتی ہے اور اگر
خدا نہ کرے سات قرآن درمیان اس کا بچہ ضائع ہو جاتا ہے تو
اس کے دل میں یہ خطرہ بھی نہیں آتا کہ جاہل عورتوں کی اوٹی سیدہی
دواؤں سے معصوم کا کام تمام کر دیا اور وقت سے پہلے لحد کی
آغوش میں سُلا دیا وہ کہتی ہے اوس کی آن ہی پہونچی تھی اللہ
کے ہاں سے اتنی ہی عمر لکھوا کر لایا تھا۔

ناصر نذیر فراق ۔ دہلوی

---

# اطلاع

ناظرین عصمت خط و کتابت کے وقت
نمبر خریداری ضرور تحریر فرمایا کریں بغیر نمبر تعمیل کے
وقت دفتر کو سخت دقت ہوتی ہے۔ مینیجر

# بے مرضی کی شادی

سب جانتے ہیں کہ ہندوستان کی طرز روش سے ناکتخدا لڑکے لڑکیوں کی قسمت کا فیصلہ قطعی طور سے والدین ہی کے ہاتھ رکھا گیا ہے۔ خواہ اسکو وہ کسی صورت سے ہی عمل میں لادیں، اس میں تو کسی ذی عقل کو شبہ ہو ہی نہیں سکتا کہ میاں بیوی کے آپس کے نفاق کا باعث ایک دوسرے کی ناپسندیدگی اور لاعلمی ہے ایک دوسرے کے حال سے بیخبر ایک دوسرے کی شکل سے ناآشنا اور ان سب کے ایک ساتھ جمع ہونے کا اسباب صرف علم کی کمی ہے اور جس کا نتیجہ، جہالت ہے۔ اور پھر جہالت ایک پورا نفاق ہے۔

اگر علم ہو اور پھر پسندیدگی کی شادی جائز طور سے ہو تو پھر کیا کہنا ہے۔ نسواں میں جان پڑ جائے اور جہالت یہی ہے جس میں ذاتی تعلقات شامل کرنے سے ایک بہت بڑے قوی نفاق کی صورت پیدا ہو جاتی ہے رونا تو اسی بات کا ہے کہ اگر اس نفاق کو چند لایق خیر خواہان اسلام دور کردیں تو بہتر ہے وہ یہ ہے کہ لڑکی کی شادی محض ایک گڑیوں کا کھلونا سمجھی جاتی ہے وہ صرف ایک جاہل عورت کے اختیار میں ہے جو ان پڑھ

ہونے کے علاوہ اپنے لالچ میں جہاں چاہتے ہیں بات لگاتی رہتی ہیں جو صرف چینے کی غرض سے اپنا مطلب اور دوسرے کی قسمت کا فیصلہ بھی شامل ہے۔ ہماری قسمت کا انصاف ان کے لالچ سے وابستہ ہے: وافسوس! جس کا خمیازہ بے زبان بیکس لڑکی کو تا بزندگی بھگتنا پڑتا ہے۔ اس کی زندگی وبال میں پڑ جاتی ہے۔ ماں باپ اپنے فرض سے ادا ہو کر علٰحدہ ہو جاتے ہیں۔ بیکس لڑکی کی جان پر بنجاتی وہ اولاد جو منتوں مرادوں سے پالی جاتی ہے جو بڑے نازونعم سے پرورش کیئے جاتے ہیں۔ یوں بے دیکھے بے سمجھے ایک جاہل عورت کی عقل کے سپرد کی جاتی ہے۔ افسوس ہے اُن والدین کو اپنی اولاد پر جنکو انہوں نے یوں خونِ جگر پلا پلا کر پرورش کیا ہے جس کی راحت و تکلیف کو ہمیشہ اپنی راحت و تکلیف سمجھے یوں ہی رسم و رواج کے اعتبار سے مجبور ہو کر خواہ مخواہ اسکو اپنا فرض سمجھکر ظلم کرتے ہیں اور بعد میں روز بد دیکھنا نصیب ہوتا ہے نتیجہ اس کا یہ ہوتا ہے کہ ضرور بلاضرور اس کا اثر والدین پر بھی ہوتا ہے مگر لڑکی کا تو یہ حال پوچھنا کیا ہے جسپہ مصیبت پڑی ہو یہ تو وہی جانے ایسی شادیوں میں جن میں لڑکا لڑکی کی پسند کو دخل نہیں ہوتا ہے عموماً نا اتفاقی سے پیش آتی رہتی ہے آپس کی نا اتفاقی یا ان کی شوہر کی بے توجہی سے انکو آپس کی دو گھڑی کی عارضی خوشی بھی حاصل نہیں ہوتی

اور جو اپنے اوپر سے جاتی ہیں وہ صرف بیاہ برات چوتھی چالے تک ساتھ دیکر الگ ہو جاتی ہیں آفت میں پھنسا کر۔ اور گھر کا دھندا بال بچوں کا بکھیڑا ہر وقت کا قصہ پیش کر دیتے ہیں۔ کہ لو پڑی بھگتو۔ سزا ہے۔ پیدا ہی اسی لیے ہوئی ہو۔ یہی دن تمھاری مستی کے ہیں۔ اور جاتے ہی جبکہ خیالات ابھی نہ تبدیل ہوئے ہوں آزادی کا سما ہی پیش نظر ہے ہائے افسوس"

یہ ان کے ہنسنے بولنے کے دن تھے اور خوشی خوشی زندگی بسر کرنے کے دن تھے یا اس طرح زندگی کی نہ گذرنے والی سخت گھڑیاں کاٹنے کا زمانہ۔ افسوس کہ نااندیش ماں باپ کے ہاتھوں پڑکر جو کہ ہمیشہ دوسرے کی مت عقل کا سہارا پکڑتی رہتی ہیں ہمیں پھنسا دیتے ہیں اور ہماری ہمیشہ ہمیشہ زندگی خراب ہو جاتی ہے۔ دیکھو یہ تمھارے انہی لخت جگر کلیجے کے ٹکڑوں کا قابل افسوس حال ہے۔ جن کو تم نے خون جگر پلا پلا کر پرورش کیا ہے بہت نازوں سے پالا تھا ان کی شادی کی بہت خوشی منائی تھی لیکن افسوس ہے کہ آپس کی نارضامندی کیوجہ سے دو گھنٹہ کی عارضی خوشی بھی دیکھنی نہ نصیب ہوئی۔

ہائے خدا جانتا ہے کہ اس زمانہ میں ہم کم بخت لڑکیوں کی مٹی خراب ہے ذرا بھی کسیکی نظر میں ہماری وقعت نہیں جسطرح کہ بے زبان جنگلی چڑیاں مول لے کر یا پکڑ کر پنجرے میں

یں بندھکی چلاتی تھیں وہی حال ہم کم نصیب لڑکیوں کا ہے۔
شادی ہونے کے موقع پر اکثر کہدیا جاتا ہے خواہ کسی فریق کی جانب سے کہ ہم تمام عمر نبھائیں گے۔ اکثر یہ سوال ماں باپ ہی کی جانب ہوتا ہے کہ ہم ہمیشہ کفیل رہیں گے۔ مگر صرف کہنے کی باتیں ہیں کوئی بھی نہیں پوچھتا پھر یہی کہنے لگتے ہیں کہ ہم نے تو بوجہ ٹالا تھا۔ یا دیکھنے بھالنے کی نسبت کہدیا جاتا ہے کہ ہم خود دیکھ کر دیں گے۔ مگر دیکھتا کوئی بھی نہیں کثیر التعداد روپیہ والا دولتمند اپنی عمر پوری کر کے گذر چکتا ہے اور اسکو ہمیشہ اس کے ورثا سے بھگتنا پڑتا ہے۔ مہر کے جھگڑے ہوتے ہیں حقیقت کے حاصل کرنے میں دقت ہوتی ہے۔ ورثا کی جیت جاتی ہے تو مہر رہ جاتا ہے مہر ملتا ہے تو حصہ دار محروم رہ جاتے ہیں اور تو کچھ نہیں ہوتا ہم اسی تو تو میں میں گھٹتے رہتے ہیں، اکثر شادیاں ایسی بھی ہوتی ہیں جہاں صرف نکاح کا نام ہوجاتا ہے ارمان دل کا دل ہی میں رہ جاتا ہے نکاح کے بعد صرف اللہ کا نام باقی ہے۔ نہ گھر نہ در۔ ماں باپ پیدا کر کے میکے یا سسرال میں چھوڑ گئے پرورش ہو جانے کے بعد نکاح کا فکر پڑ جاتا ہے۔
غرض سچ کچھ پڑے گی آپ خود ڈالیں لایق ہو تو آپ ہیں ہی نہ دیں۔ یوں ایک جاہل کے ساتھ مٹی خراب کرتے ہیں:

نہ پہننے ہی کو کچھ سامان نہ کھانے کو کچھ اثاثہ نہ پیسے میں علم ایسے
شخص کی تعریف بھی جانے کس طرح کرتے ہونگے کچھ باپ
دادا کا نام لے دیا کہ کیا شہر میں نام ہے کیا شہرا ہے کچھ اپنے
اوپر رکھا۔ کچھ ذات شریف کی تعریف کی کہ کیا اچھا لڑکا ہے۔
ممکن نہیں کہ جہالت سے بچکر وہ روشنی میں نہ آگیا ہو۔ شادی کیا
کی اچھی خاصی ہوا کے سامنے چراغ لے کے کھڑی ہوگئیں
جاہل کے ساتھ عمر بھی کس طرح مصیبت رنج و الم سے بسر ہوتی
ہوگی ہے سسرال کا کتا جہاں ملا وہیں پڑا رہا عمر بسر ہوگئی واہ
کیا اچھی شانِ محبت ہے۔ بہر بادری کیا اسکو کہتے ہیں
سچ ہے وہ مثل کیا جانے پرائی پیڑ وہ جسپر کچھ بپتا نہ پڑی ہو۔
مصیبت میں کوئی بھی ہو کسیکو ہنسانے کا کیا حق۔ شادی کے
معنے تو انسان کے لیے ابدی خوشی ہے یعنے وہ ذریعہ
کہ جس سے انسان کو ہمیشہ خوشی پہونچتی رہے یہاں تو معنے
کچھ ہیں مطلب کچھ اس سے حاصل کچھ صرف شادی کا تو نام ہی
نام ہے یہ کیوں نہیں کہا جاتا کہ ہنگامۂ غم ہے۔ صف ماتم بچھانا ہی
شادی حالانکہ انسان کی زندگی کا دوسرا حصہ ہے۔ مگر شادی
کے معنے تو شادی ہی ہو سکتے ہیں۔ یہ کس نے بتایا ہے
کہ ایک لفظ کے معنے ظاہر میں کچھ ہی نہ لیے جائیں اور انکا
مطلب اصل کچھ اور ہے“۔ ہ

غلاسی جو کسی غم سے کبھی پہلو نکل آئے
جب کوئی ہنسا ساتھ ہی آنسو نکل آئے

تو کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ ایک نادار کے گھر میں خوشی حاصل ہوتی ہے ہرگز نہیں۔

کس بات کی فرحت ہے اس کے گھر میں کیا سامان آسایش ہے۔ اس کہنے سے میرا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ بلا واسطے کو ظاہری نمایش پر بھی عقد کیا جائے مگر ہر صورت میں مرد کا صاحب اہل قلم ہونا چاہیئے اور ساتھ میں باہمی غرضی سوچئے کہ وہ کیا کرتی ہونگی جو کہ بیرے گھر جاتی ہوں اور گھر خالی ہو جاتے ہوں ہم تو دیکھ دیتے ہیں کہ برا گھر ہے خالی ہونے کا تو نتیجہ اخیر کا انجام تو بعد شادی کے کھلتا ہے۔ جبھی تو کہتے ہیں کہ ایسی گھڑی آئیں کہ گھر کا گھر وا ہو گیا اگر کسی نے جان بھی دی ہوگی تو صرف اس بدنصیب دل شکستہ نے جینا پسند نہ کرتا ہو ہزاروں گڑھے ایسے ہوتے ہیں کہ جن کی کچھ پہچان نہیں ہوتی پکے کوئوں کے علاوہ کچے کنوئیں بھی دیکھے ہیں جن کے منہ پر اردگرد گھاس ایسی ہری بھری گہری ہوتی ہے کہ اس کا منہ ڈھنک گیا اور کچھ امتیاز نہیں ہوتا۔ انسان شاداں فرحاں چلا جا رہا ہے مگر اسکو خبر نہیں کہ اس کے سامنے اور اس کے پیچھے کیا ہے مگر یہ تو نوشتہ تقدیر ہے اسکی تو کسیکو خبر ہی نہیں ہوتی ؛ ورنہ دھوکہ سے گر گیا تو

ہر شخص کہہ سکتا ہے کہ اسکو خبر نہ تھی وہ تو سبزے کو دیکھ رہا تھا کہ
کیا خبر ہے کہ یہ کیا ہے اس کے مُنہ پر خار تو نہ تھے جس سے
وہ بچتا اس کے منہ پر صفائی تو نہ تھی جو اسکو خبر ہوتی اس نے
سر سبز گھاس دیکھی تھی کیا اس ہی کچھ دھوکا تھا۔
مہر مادری شفقت پدری بالکل صحیح بات ہے مگر اسکو وہ کون
بشر ہے جو تسلیم کر سکتا ہے کہ صریحًا دیکھ رہے ہیں۔ ہم خار جسے
ہیں سب جسے وہ پھول سمجھ رہے ہیں وہ جانتے ہیں کہ کبھی یہ کانٹا ہرا ہوگا
اور بار آور ہوگا کیا کوئی عقلمند کہہ سکتا ہے کوئی تسلیم کر سکتا ہے
کہ کانٹا پھول ہوگا۔ خار سے پھول کس طرح ممکن ہے پھول بیشک
مرجھا جاتا ہے خار نہیں، پھول پھل سکتے ہیں۔ اگر ایک خوشی ہے
تو والدین کے لیے۔ مگر میں کہہ سکتی ہوں کہ وہ بھی عارضی۔ اور
چند گھنٹے کی ہمیشہ کی نہیں۔ یہ مار پھر بھی پڑ رہی ہے۔ کتنا ظلم
ہے کہ صریحًا ایک بات قانون قدرت اور قانون شریعت کے خلاف
ہو مگر کو فریقین کے دل ایک دوسرے سے بالکل علیحدہ ایک دوسرے
کی جانب سے قطعی نفاق ایک دوسرے خلاف باہمی دشمن مگر پھر بھی
ایسے باریک رشتہ جوڑتے ہیں لوگوں کو خدا بھی باک نہیں۔
یہ ایسی بات ہے جسکو عقلمند ومتین بھی بعض اوقات تحمل فرمایا ہے
مگر یہاں تمام نوشتہ قسمت ایک جاہل عورت کے ہاتھ ہے
جس طرح کہ رشی کا ایک سپاہ کہ جیسے طفل ناسمجھ اسکو کیل کر پھینکدیتا ہے

دیتی حالت میں عورات کی ہوتی ہے کہ ناسمجھ کم سن بھولی لڑکیوں کو
قبل از جنے الزام کرکے زندگی تباہ کر دیتے ہیں۔ زندگی کے خراب
ہونے لاڈ اسلئے ہیں والدین گو تمام عمر بھگت لیتے ہیں۔ مگر
انجام سے پیشتر نتیجہ کا خیال نہیں کرتے وہ محض توڑ جوڑ صرف
بیاہنے کی غرض سے لگاتے ہیں۔ پھر یہ کیوں کہا جاتا ہے کہ ہم
لڑکی کا نکاح کرتے ہیں اس حالت میں تو صرف یہ کہنا چاہیئے
کہ وہ اپنا کرتے ہیں کیا یہ کچھ ضرور ہے کہ والدین کی پسند عام
پسند ہو بیاہ شادی بیاہ کرنے والونکو تو کرتا نہیں گورا لگا دے
بڑھتے ہیں اور جاؤ بھگتو اگر کوئی منہ پھٹ یہ دعوے پیش کرے
کہ ولی یا وارث کو اختیار ہے کیسے ہو سکتا ہے کتابی بات
پیش کر سکتے ہیں کہ ولی یا وارث کو اختیار نہیں ہے اگر اختیار
ہے بھی تو جبھی تک جب تک کہ لڑکی یا لڑکا نابالغ ہے سن
بلوغ کو پہونچکر جب تک کہ وہ اپنا اختیار آپ کسیکو نہ دے جبتک
کوئی مختار نہیں بن سکتا ہے اور اگر یہ ثبوت پیش کیا جاوے کہ
لڑکی کا ولی یا وارث لڑکی کی جانب سے اذن دے غلط ہے
کیونکہ کوئی کسیکی زبان نہیں ہے یہ حق صرف اسیکی زبان کو ہے
جسکی شادی ہے اور کسیکو نہیں اگر یہ کہا جاوے کہ کتنے شرم
کی بات ہے کہ لڑکی خود اذن دے تو صاحب یہ بھی کوئی شرم
نہیں کہ نوبت بہ "آں عدالت رسیدہ" کی مصداق بنے اگرچہ

علم شرع پر طبیعت کا میلان تو ضرور ہے دیکھ لینا چاہیئے جس سے
کہ ہزاروں شعر سنتے رہیں، آئے دن میاں بیوی کی آپس کی
نااتفاقیوں کے گیت گائے جاتے ہیں، روز لڑائی دنگا فساد،
آخر یہ سب کیوں ایک دوسرے کی ناپسندی کیا غضب کی بات
ہے کہ جسکی شادی ہو اسیکو اپنے معاملات میں کچھ دخل نہیں۔ یہ
شادی خانہ آبادی کب ہوئی یہ تو سراسر خانہ بربادی ہے بعض تو
ایسا ہی ظلم روا رکھتے ہیں ان کے خیال میں یہ بھی ایک مسئلہ ہے
کہ پوچھنے یا خبر کرنے کی کچھ ضرورت ہی نہیں ہونی چاہیئے تو کیا
ایک شخص لنڈن میں ہو اور اسکی شادی ہندوستان میں ہو سکتی ہے
یہ کیسے ممکن ہے، اور تار کے ذریعہ خبر کرنے سے نکاح صحیح ہو سکتا
ہے۔ ہرگز نہیں پھر نکاح ہو چکنے کے بعد خبر ہونیکو کیسے
کوئی اپنا نکاح مان لے۔

یہ مرض عالمگیر عام تمام ہندوستان اور خصوصاً مسلمانوں میں
پھیلا ہوا ہے اب یہ غور کی بات ہے کہ یہ نکاح کب ہوا۔ اور ایسی
اولاد کو کیسی اولاد کہنی چاہیئے۔ بڑے شرم بڑے غیرت کی بات
ہے۔ حیرت اور تعجب کا مقام ہے بھلا ان شرفا کی غیرت
کہاں اُڑ گئی، جن کا نام لیکر ہمسایہ اپنی اولاد کو غیرت دلاتے
تھے۔ کیا اب شرافت اسی کا نام ہے یا بانی اسلام نے یہی
فرمایا ہے۔

اور ایسے نا انصاف لوگوں کی منصفی کا کیا ٹھکانا ہے ایسے خود غرض نا آشنا کہ جنکو سنگین دلوں کو ذرا بھی داد کا احساس نہیں ہوتا۔ مگر درد بھی تو ایک محبت کی قسم ہے محبت کو بعض اوقات درد بھی ہوتے ہیں یہ وہ نازک پودا ہے جو کہ اس سنگلاخ زمین پر کبھی نہیں اُگتا۔ سچ ہے ؎

ایک سرو کا دعوی ہے فقط بے ثمر نکلا

ایسا ظلم روا رکھنا چاہیئے؟ ہرگز اچھا نہیں ہوتا، ہمارے نازک دل جو کہ آپس کی اتفاقی سے کچھ بخشیوں سے پھٹے ہوئے گو تھے نا کسیقدر غمگین ضرور ہوتے ہیں اور اوداس بھی رہتے ہیں اس نا انصافی سے ایسا صدمہ پہونچتا ہے کہ دل پاش پاش ہو جاتے ہیں میں پھر مکرر کہتی ہوں کہ ان کے سنگ دلونکے جن کے دلوں کو صاحب سنگ آہن سے بھی بڑھ کر کوئی خطاب دینا چاہیئے مطلق دوسرے کے درد کا احساس نہیں ہوتا دوسرے کی تکلیف کو تکلیف ہرگز نہیں کہتے ان کے لیے یہ بھی کسی سزا کی پاداشں ہے۔ مگر انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ وہ خدا جو کبھی غافل نہیں ہوتا ان کی غفلت اور ظلم کی سزا بُری طرح دے گا اور وہ ضرور اپنی پاداش کو پہونچیں گے۔

سنیئے حضرت ہمارے شرعی مسئلہ کا ایک پاک اور صائب عمل کر لڑکا یا لڑکی اپنی پسند سے بغیر دوسرے کی مدد کے خوشنودی

کر لینے کا اختیار رکھتے ہیں۔ مگر اس رسم و رواج کی بیجا پابندیوں کی
جکڑبندیوں نے بہت نازک بنا دیا ہے اور بجائے رضامندی
حاصل کرنے کے خود ہی فیصلہ کر لیا جاتا ہے گویا وہ زندگی جسکی
موج کی کچھ انتہا کی خبر نہیں ہوتی کس درجہ بڑھے گی۔ اس کو
پانی کا بلبلہ سمجھکر اور موت سے غافل ہو کر اپنی ناانصافیوں کو روا رکھا ہے
اگر شرع کی رضامندی حاصل کرنے کا فی الواقع کسیکو خیال ہو تو
لڑکی کی رضامندی حاصل کرنی چاہیئے جسوقت لڑکی کی شادی
کی بات چیت شروع ہوتی ہے رضامندی حاصل کرنی چاہیئے
یہ خیال ولی یا وارث یا ماں باپ جس کا بھی ہو صر ور حد درجہ کی
غلطی پر مبنی ہے کہ انکی پسند طریقوں سے جتنی بھی شادیاں ہوتی
ہیں انمیں آپس میں اتفاق ہی ہوتا ہے بلکہ ایسی شادیاں
جو کہ غیر پسند ہوتی ہیں زیادہ رنگ لاتی ہیں ان میں بجائے
میل ملاپ کے مخالفت اور زیادہ رہتی ہے ناچاقی زیادہ رہتی ہے
اے دور اندیش ماں باپوں اس خودسری سے اپنی باز آؤ اور ان
بے زبان کمزور بچیوں پر نہ رحم کرنے والوں خدا کیلیے بیرحمی سے
باز آؤ یوم الحساب قریب ہے اور ایک جائز حد تک انکی آزادی کو
نہ روکو اور ان کی شادی کے طریقوں پر خاص توجہ اپنی صرف
کرو دیکھو پھر انشاءاللہ کس قدر کامیابی ہوتی ہے۔

خاکسار صفیہ خاتون۔

# کنج تنہائی

کبھی گلشن میں رہتے تھے قفس میں اب گذرتی ہے
خطا صیاد کی کیا ہے ہمارا آب و دانہ ہے

کنج تنہائی روزمرہ کی بول چال میں ایک معمولی لفظ ہے عام مذاق کی طبیعتیں اس سے کچھ بھی حظ نہیں اٹھا سکتیں بلکہ بہت سے آغوش ناز کے پلے اس کے نام سے نفرت کرتے ہیں۔

کیا جانیں وہ مرغانِ گرفتار چمن کو
جن تک کہ بصد ناز نسیم سحر آئے

اس کا لطف اٹھانے کے لیے قدرت نے جن لوگوں کو انتخاب کیا ہے وہ بھی مختلف الخیال ہیں۔

خانقاہوں کے صوفی کنج تنہائی اس لیے اختیار کرتے ہیں کہ رات رات بھر جاگیں اور شغل اشغال میں بسر کریں۔ مرشد کے فیضان سے جذبات روحانی کو ترقی دیں۔ جس کا انجام یہ ہو کہ دنیائے فانی سے سدھارتے ہی حوران بہشتی سے ہم آغوش ہوں۔ زمرد و یاقوت کے قصر ہوں۔ شیر اور شہد کی نہریں جاری ہوں گلہائے بہشتی کی نکہت مشام جان کو معطر کرتی ہو نسیم جنت کے مستانہ جھونکوں سے ہری بھری

شیشیاں جھوم جھوم کر آپس میں مل رہی ہوں۔ غلمانوں کے جلوے ہوں اور انکی آنکھیں جس شراب اور بیش قیمتی جاموں میں شراب طہورٗ لبریز دیکھیں یہ پیتے ہوں اپنے ساتھیوں کو پلاتے ہوں اور عیش و دوام کے مزے اوڑاتے ہوں۔

راہب جنگل کے گوشوں پہاڑ کے دروں اور بیابان کے غاروں میں اسی مصلحت سے دنیا سے منہ موڑ کر بیٹھ رہے ہیں کہ عالم ارواح کی جھلک دیکھ لیں اور قوائے روحانی کو ترقی دیں تاکہ عالم بالا پر بالا بالا اوڑا کریں۔

کیمیا گر اگرچہ اکثر گوشہ نشین نہیں ہوتے لیکن جان کے خوف سے تنگ و تار مقامات میں بسر کیا کرتے ہیں ہر آن میں فکر رہتا ہے کہ کوئی دیکھ نہ لے۔ جہاں تک ممکن ہوا اپنے خزانہ لازوال کے کسیکو جھلک نہ دکھائیں یہ دولت گراں بہا اگر ہے تو صرف ہمارے ہی خزانہ خیال میں نہایت مخفی طور سے رہے دنیا اور اہل دنیا کو اسکی ہوا تک نہ لگے۔

طالب العلم اسی خیال سے پچھلے پہر کے ٹمٹماتے ہوئے چراغ کی روشنی میں کتاب کے صفحوں پر نظر جمائے ہوتے ہے کہ تحصیل علم کے بعد دنیاوی ترقی کا مرجع بنیں۔

آزاد۔ اپنی دھن میں ہے وہ زمانہ کے بے انتہا نشیب و فراز دیکھکر اور دنیا کے ٹھوکریں کھا کر سُن ہوگئے ہیں۔ اُن کا

جی اگر بہلتا ہے تو کنج تنہائی میں ـ اسیطرح اور بہت سی مخلوق ہیں جو کنج تنہائی سے باہر قدم نہیں نکالتے ـ مگر ان سب کے کچہ نہ کچہ مشغلے ضرور ہیں جس سے کنج تنہائی میں ہی جی بہل رہا ہے آؤ ذرا اسکو دیکھیں جس نے کسیکی نگاہ کا تیر جگر دوز کہا کر ایک آہ کھینچی ہے اور دل تہام کر وہیں بیٹھ رہا ہے ـ اوس کے تمام منتشر خیالات سمٹ کر صرف ایک ہی طرف جم گئے ہیں ـ اوس کے نظر کے سامنے جو چیز آتی ہے وہ اوسی خیال کو اپنے آغوش ناز میں لیئے ہوئے ہے ـ اوسکی کان میں جو صدا آتی ہے وہ وہی ہے جس سے زخمی کلیجے کے ٹکڑے اوڑے جاتے ہیں وہ سمجہتا ہے کہ میرے یہ حرکات مجنونانہ ہیں مگر اتنی قدرت بہی نہیں کہ باز رہے ـ چاہتا ہے کہ بہت نہیں تو تہوڑی ہی دیر کے لیئے اپنے دل کو کسی دوسرے شغل میں اولجھائے مگر معاذاللہ ـ خیالات کا طلسم خانہ کرور در کرور ـ نیرنگیوں کا مصدر ہو رہا ہے ـ یاس کی دلخراش صورتیں برچھیوں کے روپ میں جگر کے پار ہو رہی ہے ناکامی نے انتشار کا ایک طوفان اوٹھا رکہا ہے ـ جس نے دماغی قوت پر حملہ کر کے پوری شکست دیدی ـ نامرادی تیر ستم بن بنکر اعضا کو چلنا چور کیئے دیتی ہے ـ بار بار آہ گرم زخمی دل سے شیر کہاتی ہوئی اوٹھتی ہے اور افسردہ دماغ کو ہوتی ہوئی منہ کے راہ سے نکلکر ہوا کے چکر میں مخلوط ہو جاتی ہے ـ

سیّد ابو العاص ـ

# اصلاحِ نیو فیشن

میں آجکل کے نیو فیشن کی بیگمات کے دو طریقہ ناپسند کرتی ہوں۔
(۱) بے پردگی (۲) لباس شرعی چھوڑکر یورپین فیشن اختیار کرنا
اب میں بے پردگی و یورپین فیشن کے نقصانات اور پردہ و لباس
شرعی کے فوایدظاہر کرتی ہوں۔

نقصانات بے پردگی۔ سب سے پہلے بے پردگی میں شرم و حیا کو بالائے
طاق رکھدینا لازم ہوتا ہے۔ حالانکہ اسلام میں شرم و حیا بڑے
درجہ کا باعث آرام و مخزن راحت و آسایش ہے جن پر مسلمانوں کو
ناز ہے اور دوسری اقوام کی بیبیوں پر امتیاز۔ جن کے فوائد
کل مہذب اقوام مان چکی ہیں اور اپنے ہاں رواج دینے
کی کوشش کر رہی ہیں بے پردگی سے جو نقصانات عاید ہونے
والے ہیں وہ اظہرمن الشمس ہیں بیبیاں جن پر تمام خانہ داری کے
انتظام کا دارومدار ہے۔ جب بے پردگی سے سیر کرنے ہوا کہانے
مردوں کی طرح دوست آشناؤں سے ملاقات کرنے میں وقت
ضائع کرتی رہیں تو گہر کے دیکھ بہال ہر صیغہ پر نگرانی و حساب
کتاب بچوں کی پرورش وغیرہ کسطرح انجام پا سکے اور ان کاموں کی
کب فرصت ملے۔ یہ مانتی ہوں کہ بیبیاں بند گہروں میں ازحد تنگی

دق ہوتی اور بیمار ہو جاتی ہیں۔ لیکن بے پردگی سے آزادانہ سیر و
ہوا خوری و ملاقاتوں کے مسرت کے بعد جب گھر میں لوٹ آئیں
وہ تنگ مکان اور خانگی انتظام کے مشاغل کی کثرت سے کیا
پریشان نہ ہونگی کیا اس ہوا خوری کی خوشی ضائع نہ ہو جائے گی
بلکہ بند مکانوں میں پڑی رہنے والی بیبیوں سے زیادہ یہ
نازک خیال طبیعت والی بی بیاں بیمار ہو جائیں گی اور گھر کا
انتظام بالکل معلوم ہوگا جس سے مردوں کی آرام و راحت
تلخ ہوگی۔ برخلاف اس کے پردہ میں جو منافع ہیں۔ میں عرض
کرتی ہوں پہلے یہ کہ ان کی شرم و حیا انکو مطیع و نیک خو بناتی
ہے۔ مردوں کے اور بچوں کے آرام کا خیال اپنے آرام
سے بڑھکر رکھتے ہیں اور اس میں اون کو تکلیف نہیں بلکہ
نفع اور راحت ہے۔ کیونکہ مردوں کو آرام ہے اور خود بھی اطمینان
سے زندگی بسر کر سکتے ہیں وغیرہ۔

اب لیجئے۔ لباس جسکو نو فیشن کہتے ہیں۔ یہ طریقہ ہرگز درست
نہیں بلکہ برا ہے۔ شرعی فیشن کیا خراب ہے جو آجتک چلا آتا ہے
اب غور سے دیکھئے وضع کے لحاظ سے خرچ کے لحاظ سے
شرعی فیشن اچھا ہے نئے فیشن میں سوائے صرفہ کثیر کے کوئی
نفع نہیں۔ اگر گون کچھ تنگ ہو یا میلا ہو جائے تو پھر نہیں پہن
سکتے اور اگر ذرا ڈھیلا ہو جائے تو بھی پہننا مشکل ہے۔ قیمتی سے

قیمتی لباس بھی ذرا میلا ہو جائے تو بیکار ہو گیا۔ باقی رہا مجمع سے ہلکے سے ہلکے گون کی فقط سلوائی پانچ چھ روپے سے ایک پائی کم نہیں ہوتی۔

اب میں شرعی لباس کی خوبی بتلاتی ہوں جس سے ہمکو فخر ہے جس کے پہننے سے صورت نورانی ہوتی ہے اوٹھنے بیٹھنے میں تکلیف بھی نہیں عبادت آرام سے ہو سکتی ہے نہ اس میں روپیہ زیادہ خرچ ہوتا ہے۔ چار پانچ روپئے میں سارا لباس تیار ہو جاتا ہے برعکس اس کے نئے فیشن میں جو صرفہ اور خرابی ہے ظاہر ہے غرض اون کے ہر فعل میں تکلف۔ تکلف سے تکلیف۔ بقول ذوق

اے ذوق تکلف میں ہے تکلیف سراسر
آرام سے وہ ہیں جو تکلف نہیں کرتے

راقمہ۔ خواہر قطب الدین حسین۔ حیدرآباد

---

خیر یہ بالا

رسالہ عصمت براہ کرم خط و کتابت مین نمبر خریداری ضرور تحریر فرمائین۔

منیجر

# شائستہ گھر

اپریل کا مہینہ ہے شام کے ۴ بجے ہیں اس سڑک کے کنارے
جو سوتی باغ جاتی ہے اس کے سامنے ایک عالیشان کوٹھی نظر آتی
ہے اس کے دروازہ پر ایک پتھر لگا ہوا ہے اس سے معلوم ہوتا
ہے کہ یہ کوٹھی جج صاحب کی ہے اندر جاکر ایک بڑا برامدہ ہے جس میں
ایک معمولی دری بچھی ہوئی ہے چند کرسیاں اور ایک میز نہایت
خوبصورت میز پوش ریشمی پڑا ہوا رکھی ہوئی ہے اندر ایک کرہ میز
کرسی کوچوں و تصویروں سے نہایت آراستہ ہے چاروں طرف
کرسیاں لگی ہوئی ہیں اور بیچ میں ایک سنگ مرمر کی میز لگی ہوئی
ہے دو میزیں دروازہ کے برابر لگی ہوئی ہیں جن پر میز پوش ریشمی
کلابتونی کام کے پڑے ہیں سامنے کارنس پر ایک گھنٹہ رکھا ہوا ہے
ادھر ادھر گلدستہ رکھے ہوئے ہیں اور شیشہ آلات وغیرہ
جو قرینہ سے سجائے گئے ہیں ایسے معلوم ہوتے ہیں جیسا کہ بچھڑا
پلٹن قواعد کرنے کو کھڑی ہے ایک میز پہ گراموفون رکھا ہوا ہے
اور دوسری میز پر ہارمونیم باجہ اس کرہ میں سے دروازہ دوسرے
کمرہ میں جاتا ہے جس میں چند کرسیاں لگی ہوئی ہیں اور ایک میز
لگی ہوئی ہے اور ایک جنٹلمین بیٹھے ہوئے کچھ لکھ رہے ہیں۔

بیچ کے کمرہ میں بیگم صاحبہ بیٹھی رسالہ عصمت پڑھ رہی ہیں اس کمرہ سے ایک دروازہ غسل خانہ میں جاتا ہے غسل خانہ کا پردہ اٹھا اور ایک ملازمہ بچوں کا ہاتھ پکڑ کر لے گئی اور بچوں کو تیار کرنے لگی۔ وہیں جنٹلمین اُس کمرہ میں آئے جس میں بیگم صاحبہ بیٹھی اخبار پڑھ رہی تھیں اور کہنے لگے آج کس وقت تم اپنے مہمان صاحبوں کو بلاؤگی۔

بیگم صاحبہ: کل تحریر میں ۴ بجے شام کا وقت دیا تھا تم بھول گئے

جنٹلمین: یہ تو بتاؤ کہ بھابی بھی آئیں گی۔ یا نہیں۔

بیگم صاحبہ۔ بھابی نہیں آسکتیں کیونکہ آج ہی آگرہ سے آئی ہیں

اسی اثنا میں ملازم نے آواز دی کہ پردہ کرلو جنٹلمین باہر آئے اور چلمن چھوڑ دی۔ ملازم نے آکر کرسیاں بچھائیں میزیں لگائیں چمن میں حوض سے پانی دیا اور فوارہ چھوڑ دیے اسی اثنا میں گاڑیوں کی گڑگڑاہٹ کی آواز آئی اور ملازم نے اطلاع دی کہ گاڑیاں پہونچی ہیں بیگم صاحبہ استقبال کو گئیں اور مصافحہ و معانقہ کرنے کے بعد اپنے ہمراہ کمرہ میں لائیں اور سب کو بٹھایا۔

سروری بیگم یعنے صاحبہ خانہ کی بہن بچوں کا ہاتھ پکڑ کر سب بچوں کو وہاں لے گئیں جہاں کہ مہرالنسا اور زینت النسا بیٹھی باتیں کررہی تھیں جونہی سروری بیگم کو دیکھا تعظیم کو کھڑی ہوگئیں۔ اور شیک ہینڈ ہونے کے بعد سب کے سب اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے اور مباحث تعلیمی شروع ہوگئے۔ ایک ملازمہ نے آکر میز پر چار چینی کی

خادمہ سب بیویوں پاس حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ چاء حاضر ہے۔

بیگم صاحبہ۔ لڑکیوں کو بلا لاؤ۔ ملازمہ گئی اور لڑکیوں کو بلا لائی

لڑکیاں چمن کی روش پر ٹہلتی ہوئی وہاں پہونچیں جہاں سب
بیویاں بیٹھی چاء پر ان کا انتظار کر رہی تہیں سب سے پہلے سلام علیک کی
اور بیٹھ گئیں۔

بیگم صاحبہ۔ بیٹی تم نے بہت دیر کر دی۔

بیٹی۔ اماجان۔ باتوں میں دیر ہو گئی۔ سب نے چاء پی بعد فراغت
چھوٹی لڑکی مہر النساء نے ہارمونیم بجایا۔ اور حافظ وغالب
کی کئی غزلیں و مناجاتیں گا بجا کر محفل کو محظوظ کیا اور تھوڑی دیر بعد
سب نے جب رخصت چاہی تو صاحب خانہ نے کھڑے ہو کر لیکچر دیا
جس کا مضمون حسب ذیل ہے:-

میری معزز بہنو میں آپ کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتی ہوں
کہ آپ نے شریک جلسہ ہو کر اس مسرت کو دوبالا کیا۔ ہم کو
اس روشنی و ترقی کے زمانہ کی قدر کرنی چاہیئے کہ ہم
سب ایک دوسرے کی رنج و راحت میں شریک ہو سکتی
ہیں۔ قدیم زمانہ کے توہمات کی جگہ علم وفضل کا چرچہ ہے
ان جلسوں کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ ہم ایک دوسرے
کے خیالات سے متمتع ہو کر اپنی اصلاح پر غور کر سکتے ہیں
اس شہر دہلی میں جب علم کا کم چرچہ تہا اس طرح جمع

ہونا محال تہا۔ ہم کو اس تہذیب وتمدن کے زمانہ کی قدر اس طرح کرنی چاہیئے کہ ہم اپنی بہنوں کی تعلیم وشائستگی کی ترقی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں اور ہم اپنے آپ کو ان اہم فرایض کے ادا کرنے کے لیے تیار کریں کہ جو ہم پر مذہبًا اور اخلاقًا واجب ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ اب وہ زمانہ گیا کہ جب لوگ عورتوں کو ناقص العقل کہا کرتے تہے۔ اب لوگوں نے تاریخ کے اس راز کو جان لیا ہے کہ عورتیں تمدن انسانی میں ایک جزو اعظم ہیں۔ چونکہ اب دیر ہوگئی ہے اور بہنیں گہبرا گئی ہیں۔ اس لیئے میں اپنی تقریر کو ان کے شکریہ پر ختم کرتی ہوں۔ تقریر ختم ہونے کے بعد سب ایک بعد دیگرے رخصت ہوتے۔

(راقمہ)

اے۔ آر بیگم۔ بنت مولوی محمد فضل متین صاحب خان بہادر

---

بالوں کے بڑہانیکا نسخہ۔ چقندر کے پتوں کا عرق چار تولہ اور روغن آنولہ چار تولہ۔ ان دونوں کو ملاکر سر میں ڈالیں۔ اس ترکیب سے سر کے بال سیاہ اور دراز ہوں گے + ا۔ ث۔ م

# وقت کی قدر

ہر طرح کا آرام اور ہر قسم کی راحت کا حصول صرف وقت ہی پر منحصر ہے۔

گھر کی آرایش انتظام خانہ داری کتاب کا مطالعہ بچوں کی نگرانی سہیلیوں کی ملاقات غرض ان سب باتوں سے حظ اٹھانے کے لیے اگر وقت ہی نہ ہو تو کیا فائدہ وقت کو بیکار ضائع نہیں کرنا چاہیے بلکہ روح اور جان کی طرح عزیز رکھنا چاہیے۔

اکثر بیویوں کی عادت ہے کہ تمام دن ایک ہی کام میں گذار دیتی ہیں پر وقت کی شاکی رہتی ہیں کہ تمام دن ہم کو فرصت نہیں ہوتی۔ خیر بیویوں کی شکایت تو ایک حد تک بجا ہے اس لیے ان کو بال بچوں کی وجہ سے وقت کی قلت ہوتی ہوگی۔ لیکن افسوس اُن لڑکیوں پر ہے جو دن بھر صرف غپ شپ اور فضول کھیل وغیرہ میں ضائع کرتی ہیں اگر کسی رشتہ دار کے پاس سے خط آتا ہے تو اُس کے جواب لکھنے میں عرصہ گذر جاتا ہے لیکن جواب نہیں لکھا جاتا۔ مگر جب اُن کے پاس سے شکایتی خط آتا ہے تو اُس کا جواب عدیم الفرصتی کا گلہ کر دیا جاتا ہے یہ الفاظ اُن کے مُنہ سے نہایت ناموزوں معلوم ہوتے ہیں

لیے میری پیاری بہنو اس عمر کو غنیمت جانو اس کے برابر پھر وقت کا ملنا نہایت ناممکن ہے جو کچھ تم کو علم و ہنر حاصل کرنا ہے نہایت جانفشانی اور وقت کی پابندی سے حاصل کرو نہ کہ فضول گرمی وغیرہ کے بیاہ میں تضیع اوقات کرو یہ تمھارے بالکل کام نہ آئیگا دیکھو انگریزی سلطنت صرف وقت کی ہی پابندی سے کس طرح مسلسل جاری ہے انگریزوں کے یہاں وقت کی بڑی قدر ہے اگر اسکی نصف بھی ہمارے ہندوستان میں ہوجائے تو ترقی کی اُمید کیجاسکتی ہے۔ جو لڑکیاں اور بیبیاں وقت کو بیکار ضائع کرتی ہیں۔ یہ صرف اُن کی لاعلمی کی دلیل ہے کہ وہ فوائد اوقات سے آگاہ نہیں ہیں۔ ایک فلاسفر کا قول ہے کہ جو لوگ عقل والے ہوتے ہیں اُن کو وقت کے بیکار اور رائیگاں جانے کا نہایت رنج ہوتا ہے کیونکہ وقت کا پھر واپس آنا غیر ممکن ہے اس لیے وقت کو فضول محنت و مشقت میں ضائع نہیں کرنا چاہیے اگر ہم اپنا وقت ٹھیک پابندی سے گذاریں گے تو ہم کو وقت کے مفید نتیجے ظاہر ہوں گے اور یہ کہنا کہ ہم کو وقت کی قلت ہے یا حسب خواہش کام کرنے کے واسطے نہیں ملتا بالکل غلط ہے۔ فی الحقیقت اگر دیکھا جائے تو ہم کسی کام کے ارادہ کرنے سے وقت پیدا کرسکتے ہیں ہم اپنا وقت کچھ آرام کچھ کاہلی میں گذار دیتے ہیں شکسپیر کا قول ہے کہ وقت محتاط لوگونکے

ساتھ مختلف طریقے سے گذرتا ہے یعنے کسی کے ہمراہ چہل قدمی کے طور پر کسی کے ساتھ۔ کسی کے ساتھ تیزی سے کسی کے ہمراہ بالکل خاموش کھڑا رہتا ہے۔ اس لیے وقت کا شمار ساعت۔ اور گھڑی پر منحصر نہیں ہے بلکہ اُسکی عمدہ روش اور عام پسند طریقہ پر منحصر ہے اگر وقت اچھی جگہ صرف کیا جاتے تو اس میں شک نہیں کہ وہ بڑا بیش بہا وقت ہے۔ وقت کا جو حصہ گذرتا ہے وہ پھر بقول شخصے۔ تیراز کمان جستہ باز نمی آید پھر ہرگز واپس نہیں ہوسکتا۔ کاہلی انسان کی جانی دشمن ہے گویا انسان کے پہلو میں ایک قوی دشمن ہے اس دنیا میں بے علم جانوروں کی طرح عمر گذارنے سے انسان کا پیدا نہ ہونا بہتر ہے +

فی الحقیقت اگر دیکھا جاتے تو جو لوگ دوسیروں کی خوشی اور مسرت کا خیال کرتے ہیں اُنہیں کا وجود قابل قدر ہے۔ عمر کے دن ویسے تو بہت ہیں لیکن شمار میں آنے کے قابل تھوڑے ہیں لے میری پیاری کم عمر بہنوں اِن ناچیز الفاظوں کو غور سے پڑھو یہ تمھارے لیے مفید ہیں۔

راقمہ

ذکیہ ہمشیرہ مولوی حکیم عبدالحی صاحب

# انسان اور زندگی

گذشتہ جون سنہ کے عصمت میں مسز علی امکند نے جو مضمون لکھا تھا وہ پڑھکر مجھے بھی خیال آیا کہ میں بھی انسان اور اس کی زندگی پر مضمون لکھوں چنانچہ ذیل میں چند سطور لکھتی ہوں انسان کو چاہیے کہ ہر نیک و بد کام کرتے وقت یہ خیال رہے کہ ایک نہ ایک روز اسے موت آنے والی ہے اور اسے اپنے معبود حقیقی کے سامنے جوابدہی کے لیے حاضر ہونا ہے۔ مگر افسوس ہے اس انسان پر اور سخت افسوس ہے کہ موت کا تو یقین رکھے۔ اور ساتھ ہی اس کے گناہ بھی کرے اور سخت سے سخت اور شرمناک سے شرمناک گناہ کرنے میں بھی اسے دریغ نہ ہو گناہ کرتے وقت انسان خود اپنے دل میں سمجھ لیتا ہے کہ میرے سوا کوئی اس راز کو نہیں جانتا مگر ایک نہ ایک روز تمام دنیا پر ظاہر ہو جاتا ہے کہ گناہ گار کون تھا اور بے گناہ کون اگرچہ انسان کو فوراً اس گناہ کی سزا نہیں ملتی جو وہ کرتا ہے مگر ملتی ضرور ہے اور وہ دنیا اور اس جہان میں رسوا ضرور ہوتا ہے۔ جہاں کوئی کسی کے کام نہ آئیگا جو کریگا وہ آپ ہی بھگتے گا۔ مگر کوئی اس بات کو اور اس زمانہ میں خاصکر سمجھتا نہیں +

اس زمانے میں صرف نام اور شہرت سے کام ہے ورنہ حقیقت میں جو ترقی ہمیں کرنی چاہیئے وہ نہیں ہوتی۔ اگلے زمانہ کے لوگ ہمیشہ صاف گوئی سادگی اور خلق کو پسند کرتے اور اختیار بھی کرتے تھے برخلاف اس کے آجکل کی بعض پڑہی لکھی بیبیاں تو محض فضول خرچی اور تکلیف کو عزیز رکھتی ہیں اور فضول شیخی جہوٹی بڑائی جیسی وبائی امراض کے پھیلتی جاتی ہیں چنانچہ اکثر بہنوں کو میں نے دیکھا ہے کہ خود انہیں مضمون تو کیا سیدہے الفاظ کے ہجے بھی کرنے نہیں آتے مگر اخباروں اور رسالوں میں وہ ایسے ایسے مضمون لکھتی ہیں کہ سخت حیرت اور تعجب ہوتا ہے کہ ایسے مضمون انہیں کیونکر لکھنے آگئے مگر اکثر بہنوں کی عادت ہوتی ہے کہ اپنے باپ بھائی یا کسی دوسرے رشتہ دار سے مضمون لکھواکر اور اپنے نام سے بھیج دیتی ہیں۔ کاش کہ وہ بہنیں اپنے دل میں اتنا تو خیال کر لیا کرتیں کہ جو کچھ ہم نے لکھا ہے اس کے خلاف ہم خود کر رہے ہیں یہ بھی ایک سخت گناہ ہے کہ ایک تو آپ غلط بولیں دوسرے رسالے کے تمام پڑہنے والوں کو دہوکا دیا۔ پیاری بہنو ہمیں چاہیئے کہ ہر وقت ایسے سفید جھوٹ سے پرہیز کریں اور خدا کا خوف رکھیں کہ دنیا کی جھوٹی شہرت ہمارے کام نہ آسکے گی۔

راقمہ

شفیقہ بنت عبدالحافظ باعکظہ

# کفایت شعاری

ہر ایک انسان کو چاہیئے کہ روپیہ پیسہ کی قدر کرے جہاں تک ممکن ہو سکے حفاظت سے خرچ کرے مثلاً ہمارے گھر کا خرچ پچاس روپے ماہوار ہے تو ہم کو لازم ہے کہ ہم چالیس روپے ماہوار خرچ کریں دس روپے اپنے دور اندیشی کے واسطے رکھیں ایسا کسی بہن کو نہیں کرنا چاہیئے کہ جتنی آمدنی ہو اس سے زیادہ خرچ کر دیں جو ایسا کریں گی وہ بہت نقصان اٹھائینگی میں نے اکثر لوگوں کو دیکھا ہے کہ اولاد کی شادی کرنے میں بہت روپے قرض لیکر صرف کر دیتے ہیں اور پھر آپ ایک مصیبت میں پڑ جاتے ہیں۔ ایسا ہرگز ہرگز نہیں کرنا چاہیئے۔ مثل مشہور ہے جتنا بچھونا دیکھے اتنے ہی پاؤں پھیلائے اسوقت تو خوشی خوشی اتنا روپے خرچ کر دیتے ہیں پھر ایک مصیبت میں آپ پھنس جاتے اور ہر وقت اپنی جان کو ایک بیٹھے بٹھائے گھن لگا لیتے ہیں کیا کرنا چاہیئے۔ لڑکی یا لڑکے کی شادی کر کے تو ہم آفت میں پڑ گئے ہیں دیکھئے کب خداوند کریم اس قرضہ سے ہم کو نجات دے گا اگر ہم نے پانچسو روپے قرض لیے تو ایک ہزار دے کر بھی پیچھا چھوڑانا بہت مشکل معلوم ہوتا

میری عزیز بہنو دیکھو تم ہرگز روپے قرض نہ لینا اگر ایک دفعہ بھی سے لگی تو پھر تم کو ہمیشہ مزا پڑ جائے گا۔ اب سے لیتے ہیں پھر دے دیں گے بہن دیکھو اس طرح کبھی تمہارے گھر میں برکت نہ ہوگی۔

میرا تو جہاں تک خیال ہے وہ یہ ہے کہ جتنا روپے اپنے پاس ہو اتنا ہی خرچ کرنا چاہیے قرض کبھی بھی نہیں۔ قرض لینے میں بہت ہی نقصان اٹھانا پڑتا ہے اس کمبخت بیاج نے تو اچھے اچھے گھر برباد کر دیئے ہیں خدا نہ کرے جو کوئی اس کے پھندے میں پڑ جائے اسی طرح ہر ایک بات پر خیال رکھنا چاہیے کہ جو کام کرے اسکو ہوشیاری سے کرنا چاہیے بہت سے لوگوں کو یہ عادت ہوتی ہے اگر کوئی شخص ان کو قرض لینے کو منع کرے تو وہ بہت برا مانتے ہیں اور یہ جواب دیتے ہیں ہم آپ ہی دے بھی دیں گے۔ آپ کو کیا فکر ہے صرف جو کوئی کسی بات کو روکتا ہے تو صرف اس شخص کی بھلائی کے واسطے مگر وہ سمجھتا یہ جانتا ہے یہ تو میرا جانی دشمن ہے جو یہ مجکو ایسے کام سے روکتا ہے۔ خدا اسکو غارت کرے خبر نہیں یہ ہمارا کون ہے جو ہمیں روکتا ہے۔ میری بہنو دیکھو جب کوئی تمکو اپنا بزرگ روکے تو اسکو دل وجان سے قبول کرو اور یہ سمجھو کہ یہ ہمارا عزیز ہے جو اس نے ہمکو اتنی عقل دی وہ بڑی خوش نصیب بہنیں ہیں جنکے سر پر اپنے بزرگ ہوں اور ان کو اچھی بری باتوں سے روکدیا

میری بڑی دعا ہے کہ خداوند کریم ہر ایک بہن کو توفیق دے جو اپنے بزرگ کا کہنا اپنے سر آنکھوں پر رکھے آمین ثم آمین یارب العالمین

جو کام شروع کرے مثلاً شادی یا بیاہ تو پہلے اپنے روپے کا حساب کر لینا چاہیئے کہ آیا ہمارے پاس اتنا روپیہ موجود ہے اور اتنا خرچ ہے۔ جتنا روپیہ ہو اتنا ہی خرچ کرے زیادہ کبھی نہیں کرنا چاہیئے۔

زیادہ خرچ کرنے سے اسوقت تو بہت خوشی حاصل ہوتی ہے اور خوب نیک نامی بھی ہوتی ہے کہ فلاں شخص نے اپنے بیٹے کی شادی پر اتنا روپے صرف کیا اور بیٹی کو اس قدر جہیز دیا کہ آجتک تمام شہر میں دہوم ہورہی ہے اور واہ واہ کا غل مچ رہا ہے۔ مگر اس خوشی سے زیادہ انکو رنج بھی اٹھانا پڑتا ہے اگر ہمارے پاس اسوقت ایک روپیہ ہے اور خرچ بھی روپے کا ہے تو ۱۲ آنے خرچ کرنے چاہئیں۔ ایک روپیہ ہرگز خرچ نہ کرنا چاہیئے یہ چار آنہ ہونگے تو پھر کسیوقت کام آئینگے یہ تو نہ ہوگا کہ جانا ہوا ذرا ہمسائی سے ایک چونی توسلے آؤں میں شام تک دیدونگی جب اپنے پاس پیسہ موجود ہوگی تو پھر کسی دوسرے شخص سے لینے کی بھی ضرورت نہوگی۔

دیکھو میری عزیز بہنو جہاں تک ممکن ہوسکے ہرگز قرض نہ لینا اور جو خرچ کرو اسکو بہت کفایت سے کرنا آجکل ملتا نہیں ہے

اگر ملتی بھی ہے تو چوری ہوتی ہے اس کا خیال رکھنا غافل نہ ہو جانا
نہیں تو وہ کمبخت تمہارے دشمنوں کا سارا گھر لوٹ کرلے جائیگی
میری ایک درخواست ہے یقین کرتی ہوں اس مضمون کی پڑھنے
والی بہنیں قبول کریں گی وہ یہ ہے۔

کہ جتنی عورتیں جوان آپ کے گھر مانگنے کو آئیں تو ان کو
ہرگز ہرگز نہ دینا اس سے بہتر یہ ہے کہ آپ یتیم خانہ میں یا
انجمن میں دیں ایسی عورتوں کو یا فقیروں کو ہرگز نہ دینا چاہیئے
تو پھر انشاء اللہ مامائیں بھی ملجائیں گی اور خیرات بھی جائز
طریقہ سے ہوجائے گی۔ اور ضرورت مند بہنوں کو ماماؤں کی
تکلیف نہ اٹھانی پڑے گی۔

ر۔ رضوی

---

معزز بہنیں مضمون لکھتے وقت اس بات کا
ضرور لحاظ رکھیں کہ مضمون صاف اور املا درست ہو
نیز سطریں سیدھی ہونی چاہیں +
(منیجر)

# آزادی

میں نے اکثر ان لوگوں کی زبانی جو تعلیم نسواں کے خلاف ہیں سنا
ہے کہ عورتوں میں تعلیم کی وجہ سے ایک قسم کی آزادی آجاتی ہے اور جب
آزادی پیدا ہوگئی تو پردہ کا قایم رہنا معلوم۔ اسے کاش وہ متعصب لوگ
اپنی آنکھوں سے تعصب کی عینک اتار کر غور فرماویں تو یہ بات تو پہلے
سے اظہر من الشمس ہے مگر وہ اس کے دیکھنے سے بوجہ تعصب کے ابتک
مجبور رہے ہیں سمجھ لیں گے کہ وہ تعلیم جسکی وجہ سے گلشن اسلام پھلا پھولا
اور جسمیں ایسی ایسی عورتیں جیسی کہ آمنہ بنت محمد الانصاری بن محمد اور
آسیہ بنت ابی المنصور کہ جنہوں نے امام سیوطی جیسے امام کو پڑھایا اور
فضیلت کی پگڑی آپ کے سر باندھی کیسی معلمہ اور تعلیم یافتہ تھیں وہ
علم جس نے انسان کو انسان کہلوایا اور اس بنی نوع کو حیوان سے
حیوان ناطق اور اسپر بھی اکتفا نہیں بلکہ اشرف المخلوقات کہلوایا
اسپر اس قسم کا بیہودہ حملہ کر بیٹھنا کہ وہ پردے کے لیے مضر ہے
اچھا خاصہ حق کو ناحق کرنا ہے۔ ہمارے حامیان مذہب جن کو نائب
رسول ہونیکا دعویٰ ہے کاش وہ اس رسول برحق رحمتہ اللعالمین
کی تعلیم و تربیت پر ایک مرتبہ نظر تعمق سے غور فرماتے تو معلوم ہو جاتا
کہ وہ کس درجے غلطی پر ہیں اور راہ حق سے دور ہیں کہ جو عورتوں کو تعلیم سے روکتے ہیں

ہادیٔ برحق نے علم حاصل کرنے کے لیے اجازت ہی نہیں بلکہ حکم دیا ہے کہ جاؤ چین میں جاکر علم حاصل کرو اب ذرا غور فرمایئے کہ کیا یہ حکم صرف مردوں ہی کیلیے ہے یا اسمیں تمام مسلمین شامل ہیں تو پھر کیا وجہ کہ بیچاری بے زبان عورتیں آپ حضرات کی وجہ سے علم جیسی نعمت غیر مترقبہ سے محروم رہیں اب ان سب باتوں سے قطع نظر کرکے اگر تواریخ کے صفحوں پر نظر دوڑائی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں نے کیسی حیرت انگیز ترقی مختلف ممالک کی مختلف زبانوں میں کی ہے یوں تو ہزاروں مثالیں مل سکتی ہیں مگر جب ہمیں اپنے گھر میں اس قسم کی سینکڑوں کیا بلکہ ہزاروں لاکھوں مثالیں مل سکتی ہیں تو کیا ضرورت ہے کہ دوسروں کی مثالیں پیش کریں۔

اب ذرا ۱۲ سو برس پہلے کی اہل اسلام کی حیرت انگیز ترقی پر نظر کیجیے تو ظاہر ہوتا ہے کہ وہ عورتوں ہی کی ذات تھی جنہوں نے ہمت ہارے ہوئے اور میدان سے پلٹے ہوئے عربوں کو اپنے غیرت دلانے والے الفاظ سے غیرت دلاکر میدان میں از سر نو جمادیا۔ یہی وہ مبارک عورتیں تھیں جنہوں نے ہری ہوئی لڑائیوں اور گئے ہوئے ملکوں کو دشمنوں سے پاک صاف کردیا۔ یہی وہ عرب کی تعلیم یافتہ عورتیں تھیں جنہوں نے ہزاروں محدثین کو حدیث کا درس دیا کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس اعلیٰ تعلیم نے عورتوں پر کیسی قسم کا برا اثر کیا حاشا کبھی نہیں۔ یہی وہ عورتیں ہیں اور انہی کی تعلیم کی وجہ سے عرب جیسی جاہل قوم کے بچے تھوڑے ہی عرصے میں عالم ہوگئے اور حیرت انگیز ترقی کردکھائی کہ دنیا کے دانت کھٹے کردیے۔

مگر افسوس کہ جب سے تعلیم نسواں معیوب سمجھی جانے لگی اسوقت سے بچوں میں اخلاقی بدشوقی کا مادہ پیدا ہو گیا۔ مثل ہے کہ خربوزے کو دیکھکر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔ وہ بچہ جو ایک جاہل عورت کی صحبت میں اپنی طفولیت کا زمانہ گزرتا ہے جو درحقیقت ایسا زمانہ ہے کہ اسوقت جو تعلیم بچے کو دی جائے وہ اس پیا اپنا رنگ جما لیتا ہے۔ تو اب مقام غور ہے کہ وہ بچہ جس نے جاہل ماں کی گودی میں جاہلیت کا سبق پڑھا ہے کیا ہوگا۔ کسی نے خوب کہا ہے

صحبتِ صالح ترا صالح کند  صحبت طالح ترا طالح کند

نیتجہ آخر کو یہ ہوتا ہے کہ وہ بچہ پڑھکر بھی علم سے محروم اور اچھی باتوں سے بیزار رہتا ہے۔ کاش اسکی ماں ایک تعلیم یافتہ عورت ہوتی کہ جو ایام طفولیت ہی سے اس کے رگ و ریشے میں علم کا اچھا ذخیرہ پیدا ہو جاتا اور اسکی اس طرح سے مٹی پلید نہ ہوتی۔ خیر یہیں تک ہوتا تو صبر آجاتا۔ مگر یہاں تو سمند ناز پہ ایک اور تازیانہ ہوا۔ کا مضمون۔ اب جب وہ جاہل بچہ بڑا ہوتا ہے اور اوسکی بیاہ شادی ہوتی ہے تو وہی ایک جاہل عورت اوسکی قسمت میں آتی ہے اور اب جو اولاد ہوتی ہے تو ماں باپ دونوں جاہل، اور یو ہیں تمام قوم ایک ان عورتوں کی تعلیم نہ ہونے کیوجہ سے بوجہ جہالت کے برباد ہوتی جاتی ہے۔ اب جب یہ مسئلہ اظہر من الشمس ہو گیا تو مردوں کی تعلیم عورتوں کی اچھی تعلیم پر منحصر ہے تو ذرا غور تو کیجئے کہ اگر مسلمان عورتیں اسیطرح جاہل رہیں تو قوم کیونکر ترقی کر سکتی ہے۔

رئیس۔

# فسانۂ تنویر

(گزشتہ سے پیوستہ)

اب نکاح کے بعد سب سے پہلا کام اُس دستاویز کی تکمیل تھی جس میں یہ وعدہ تھا کہ اٹھارہ لاکھ روپیہ جو میرے ذمے واجب الادا ہے بتدریج ادا کرتی رہوں گی +

## فریب

جس دغابازی اور عیاری۔ چالبازی اور مکاری سے فریدوں قدر نے ایک بھولی بھالی عورت کی آزادی سلب کی ہے وہ تمام فریدوں پور کے واسطے مرجانے کا مقام ہے۔ بے ایمانی کا تو علاج نہیں مگر سچ یہ ہے کہ کئی پشتیں گزر گئیں۔ اُسی کی معافی اور گزارے کی بدولت اور اُسی کی جوتیوں کا صدقہ گھر بیٹھے راج کر رہے ہیں +

افسوس یہ ہے کہ نکاح کے بعد تنویر کو پھر گھر جانا نصیب نہ ہوا۔ بہتیرا تڑپڑائی۔ ہر چند روتی پیٹی۔ مگر پھنسی ایسے ظالم کے جال اور مکار کے پھندے میں تھی کہ پورے پانچ سال متواتر رنج و الم کے پہاڑ ٹوٹتے اور دم بھر کو رہائی میسر نہیں ہوئی بدبخت فریدوں خدا جانے کس سخت دل کا انسان تھا کہ نکاح کے دوسرے ہی روز قیدیوں کی طرح گھر میں تمام مال و جائداد پر قابض ہو گیا +

تنویر اب تین بچوں کی ماں تھی مگر کیسی ماں۔ جسکو اپنی آمدنی اور نہ شوہر کی کمائی سے واسطہ۔ نہ کسی معاملہ میں دخل دینے کا حکم نہ کسی بات میں بول سکنے

کی مجال۔ گھر کا تمام انتظام روپیہ پیسہ کا حساب کتاب فریدوں کے ہاتھ
میں تھا۔ مہربان ہوا بیوی سے بات کرلی۔ ورنہ رات کو گیارہ بجے آتا اور
سو رہتا۔ اللہ اللہ جس بیگم کے آگے ایک چھوڑ پانچ پانچ چھ چھ مامائیں
آنکھیں بچھاتی تھیں۔ اب اسکی یہ گت بنی کہ عالیشان محل سرا میں بچوں
کو لئے اکیلی پڑی رہتی۔ اور کوئی بات تک کرنے والا نہ ہوتا۔ جن ہاتھوں
نے روپے اور اشرفیاں لٹائیں۔ اب وہ ایک کوڑی کو محتاج تھے۔ مُردہ دل
تو پہلے ہی تھی۔ اِدھر مرا باپ۔ اُدھر آئی مصیبت۔ سمندرنا۔ بہتا زمانہ دو صاحب
زادوں کا تشریف لانا۔ جس کے حُسن کی دور دور دھاک تھی۔ چار ہی دن میں
خاک میں مل گئی۔ فریدوں ڈھونڈتا تھا چٹک مٹک۔ تنویر ماں باپ کی بیٹی
دبی دبائی بچوں کی پال نے سارا جوبن گھال دیا۔ میاں کی بے اعتنائی نے
مزاج میں ایسی لاپروائی کردی کہ آٹھ آٹھ سر گوندھنا قسم ہوجاتا جس جسم پر
کبھی چکن اور بنارسی گلبدن پھٹا پڑتا تھا۔ اب اُس پر چکٹ تیل کرتے اور میلے
کچیلے دوپٹے تھے۔ ایک قیامت خیز مصیبت یہ تھی کہ فریدوں کی پھوپھی زاد
بہن بچپن کی منگیتر۔ صورت شکل کی اچھی چٹاخ پٹاخ۔ اب تک کنواری بیٹھی
تھی۔ اور ماں باپ اِس فکر میں تھے کہ کسی طرح فریدوں کے سر چپکیں۔ انکار تو
فریدوں کو بھی نہ تھا۔ مگر مطلب یہ تھا کہ ہلدی لگے نہ پھٹکری اور رنگ چوکھا
آجائے۔ ان بے چاروں کو کیا عذر تھا نتیجہ یہ کہ میاں فریدوں قدہ دوسرا
نکاح کرکے داخل ثواب ہوگئے۔ اِس نکاح کی بڑی شرط تنویر جہاں کی طلاق
تھی۔ اور سنگدل فریدوں منتظر تھا اُس وقت کا کہ مظلوم تنویر پر کوئی الزام لگا کر
نکال باہر کرے۔

محبت کے ایام ابتدائی کی ہمراز ایک ہیرے کی انگوٹھی تھی جو دُلہن

کی طرف سے وہ خطا کو پیش کی گئی۔ اور اب کہ تنویر ہر طرف سے مایوس تھی وہ
اسی کو غنیمت سمجھ رہی تھی کہ اُسکی نشانی فریدوں کے ہاتھ میں ہے مگر جب اتنی
آس بھی نہ رہی اور ظالم نے وہ انگوٹھی نئی دُلہن کو چڑھا دی تو تنویر کی رہی سہی
امیدوں کا خاتمہ ہوگیا۔

## طلاق

جشن تنویر سعید میں ثریا کے دل پر جو چرکا لگا تھا وہ ایسا نہ تھا کہ آسانی
سے بھر جاتا۔ عزیز نے جواب دیا تنویر کی شادی ہوگئی۔ مگر جو صورت ایک
دفعہ آنکھ میں کھُب گئی وہ کسی طرح نہ بھُولی پہاڑ سی راتیں اُن جنگلوں میں
ختم ہوتیں۔ جن میں دن دہاڑے جاتے آدمی کا پتہ پھٹتا تارے اُس کے
سامنے کھیلتے۔ چاند اُسکے سر پر دمکتا۔ ہوا اُسکی گود میں لوٹتی پتے اُس کے
اوپر گرتے۔ مگر کائنات میں کوئی شئے ایسی نہ تھی کہ اُس کا غم غلط کرتی۔ کامل
پانچ سال اُسی طرح خدائی خوار خاک چھانتا۔ اور بیر بینتا پھرا۔ امید کا ہر شائبہ
مفقود ہوچکا تھا۔ مگر منزل مقصود اُس کے سامنے تھی۔ اور وحشت دل شہر
بہ شہر اور گلی گلی پھرا رہی تھی۔ ببول کے زرد پھُول اور گلاب کی سُرخ پنکھڑیاں
فاختہ کی کو کو۔ بلبل کا نالہ کوئی چیز ایسی نہ تھی جو تنویر کی یاد تازہ نہ کرتی ہو۔ ایک
روز کہ آفتاب غروب ہونے والا تھا۔ ثریا اُس سرزمین پر پہنچا جو حسن پور کے
نام سے موسوم تھی۔ اُس کوچے میں جا نکلا جہاں وہ بھولی صورت بستی تھی
اور اُس بارہ دری کے نیچے کھڑا ہوا۔ جس کے اوپر تنویر جہاں کھڑکی شفق کو
دیکھ رہی تھی۔ تنویر و ثریا کا چار آنکھیں ہونا کیسا نازک وقت ہوگا۔ آنکھ
کے سامنے تھی وہ صورت جس کا اشتیاقِ دیدار ثریا کو چاروں طرف لیے لیے
پھرتا تھا۔ فیروزے کا میلا کرتہ گلے میں اور ململ کا پیازی دوپٹہ سر سے

ڈھلک کر کاندھے پر مگر اس حالت میں بھی تنویر حسن کا ایک کرشمہ تھی محبت کا تاج اُسکے سر پر لہلہا رہا تھا۔ ٹھنڈی ہوا پریشان بالوں کو چھیڑتی ہوئی کہہ رہی تھی ؎

نہیں حسن کی اس طرح بھی کمی
بگڑی ہے جو بگڑی تو گویا بنی

چشم سُرمگیں اُسوقت بھی جھپکی۔ اور قریب تھا کہ اوجھل ہو جائے مگر دل نے صدا دی۔ دیوانی۔ جو صورت فریبوں کے ہاتھوں برباد ہوئی یہ اُسکا دیوانہ ہے۔ پانچ برس کی ترسی ہوئی آنکھیں سیراب ہو رہی ہیں۔ ان پر رحم کر اور کرم سے کام لے۔ مگر نگہِ ناز اپنا کام کر چکی تھی۔ ثریا کو زیادہ دیر احسان نہ اٹھانا پڑا۔ اتنا زبان سے ضرور نکلا۔ ہائے تنویر جہاں۔ اور غش کھا کر گر پڑا کچھ نہ سہی۔ عنایت محبت۔ مروت۔ یگانگت۔ تقاضائے انسانیت بھی تھا حقیقی چچازاد بھائی کوئی غیر نہیں بچپن کے ساتھ کھیلے۔ کچھ بَیر نہیں۔ ایک کا گھر ایک کو پردیس۔ ایک شیدا ایک بیہوش۔ سڑک کا معاملہ۔ بانا کی بات اندھیر گھُپ۔ سر پر آ رہی رات۔ کیسی خاطر۔ کس کی مدارات۔ تنویر کے پہلو میں بھی دل تھا پتھر نہ تھا۔ جشن تنویری کا خیال۔ ثریا کا استقلال دونوں تصویریں آنکھ کے سامنے تھیں۔ ایام گزشتہ کی یاد نے نازک کلیجہ پر تیر برسا دیئے اور جذبۂ عشق دروازے تک لے آیا۔ گھبرا کر پاس آئی۔ نہوا کر اندملائی۔ اور اب وہ وقت آگیا کہ تنویر کی آنکھیں ثریا کی حالت پر آنسو گرا رہی تھیں۔ اور نازک ہاتھ گلاب کے چھینٹے دے رہے تھے۔ تنویر کی کوشش قانون قدرت یا ثمرۂ محبت جو کچھ بھی تھا۔ ثریا نے آنکھ کھولی اور دیکھا کہ جس آنکھ کا شیدا ہے۔ اسمیں محبت نے کوٹ کوٹ کر موتی بھر دیئے ہیں

مہمان کی تواضع - بھائی کی خاطر سچی محبت کا شکریہ جو چاہے سمجھ لو تنویر پاس سے ہٹ کر اس طرح بولی!-
کیسا مزاج ہے! کدھر آنکلے؟
(ثریا) زندگی عذاب۔ اور حالت اسکا جواب ہے!
(تنویر) منہ ہاتھ دھوئیے۔ کچھ کھانا کھائیے*
(ثریا) بیگم! فریدوں پور تم سے ہمیشہ کو چھوٹ گیا! حسن پور کی آب وہوا نے تم کو کیا سے کیا بنا دیا۔ یقین کرو کہ فریدوں پور کا ایک ایک ذرہ تمہارے دیکھنے کا مشتاق اور تمام خاندان تمہاری جدائی پر رو رہا ہے۔ اگر تم اجازت دو تو میں نواب فریدوں قدر سے درخواست کروں!*
بہت مشکل ہے یہ کہنا کہ تنویر اس کا کیا جواب دیتی۔ ابھی ثریا کا فقرہ ختم نہوا تھا کہ فریدوں یہ کہتا ہوا اندر گھسا میں نے آپ کی بیگم کو کبھی نہیں روکا۔ شوق سے لیجایئے۔ اتنا کہا اور اسباب بندھوا صبح کے وقت ثریا اور تنویر دونوں کو حسن پور سے رخصت کیا۔ گاڑی نالہ سے پار ہوئی کہ سانڈنی سوار لپکا ہوا آیا۔ اور تنویر جہاں بیگم کو ایک لفافہ دیا۔ جس میں طلاق نامہ رکھا تھا*
تنویر نکاح میں تھی تو کیا پتھر پڑ رہے تھے کہ طلاق ہو کر مصیبت ٹوٹ پڑتی مگر عمر بھر کی کمائی وہ تین لال تھے جو فریدوں نے زبردستی رکھ لیے اور جن کا خیال اسوقت بدنصیب تنویر کو آٹھ آٹھ آنسو رلا رہا تھا*
وسط ہند کے مشہور پہاڑ سارنیشیا کے لق ودق میدان میں دریائے حسن کے کنارے ایک بارہ دری کے بائیں باغ نے کوسوں ہوا کو معطر کر رکھا ہے۔ طائران خوش الحان چہک چہک کر قدرت کے مزے لوٹ

رہے ہیں۔ صبح صادق کا سہانا وقت ہے اور باد صبا پھولوں سے چھیڑ چھاڑ کرتی پھر رہی ہے۔ صاف شفاف پانی کوسوں بہتا چلا جا رہا ہے۔ آبشار گر رہے ہیں۔ اور کوئل نے پہاڑ سر پر اُٹھا رکھا ہے۔ ایک نواڑی پلنگڑی پر ثریا قدر لیٹا ہے اور گھاس کے سرسبز قطعہ پر تنویر ٹکٹکی لگائے بیٹھی ہے آنکھ سے زار و قطار آنسو کی لڑیاں بہ رہی ہیں اور اس طرح التجا کر رہی ہے۔

تم نے مجھے دھوکا دیا۔ اور میرے کلیجے کے ٹکڑے ہمیشہ کو چھٹوا دیئے کنبہ میں میری ناک کٹی۔ دنیا میں میری خاک اُڑی۔ خدا کا واسطہ مجھے چھوڑ دو۔ میں تم سے اور تمہاری محبت سے باز آئی جس نے مجھے برباد کیا اُسی کی ہوں وہ جانے اُس کا خدا جانے۔ مگر تم ایک ایسی عورت کو جو غیر کی ملکیت اور تمہارے پاس امانت تھی فریدوں پور کے نام سے اس جنگل میں لائے اور اُلفت میں دھوکا دے کر وہ ستم کیا کہ قیامت تک محبت کا ہر ذرہ تم پر لعنت برسائے گا۔

ثریا۔ جو شخص تمہارے واسطے انسان سے جانور۔ زندہ سے مردہ اور صورت سے بےصورت ہوا۔ جو اس چاند سی صورت کا دیوانہ ہے وہ بہانہ کرے گا؟ تنویر رحم۔ یہ اخبار آج ہی کا ہے اِسکو پڑھو اور بتاؤ کہ فریدوں کی یاد کہاں تک درست ہے۔

”نواب فریدوں قدر کی بیوی تنویر جہاں بیگم ثریا قدر کے ساتھ تین بچے چھوڑ کر بھاگ گئیں۔ اور اس وجہ سے انکو طلاق ملی۔ تنویر اور ثریا دونوں عاشق و معشوق روپوش ہیں۔“

تنویر۔ شاید تقدیر مجھے اس سے بھی زیادہ بُرا وقت دکھائے مگر جب تک دم میں دم اور جان میں جان ہے۔ مرے ہوئے باپ دادا کی

[illegible] مشرق تو آئے گا۔ میں ایسی ایسی خبروں کا یقین نہیں کرتی۔

یہ کہکر تنویر اٹھ کھڑی ہوئی عقل قابو میں نہ تھا۔ اور آنسو ابھی تک جاری تھے چشمے کے کنارے پر پہنچی۔ گلاب کے پھول جھک جھک کر پانی کو چوم رہے تھے۔ اور ہوا چاروں طرف اٹکھیلیاں کرتی پھرتی تھی۔ ٹھٹکی۔ کچھ سوچا اور دفعتہً اُس کا چہرہ جس پر رنج وحسرت کی گھٹائیں برس رہی تھیں خوشی سے بدلگیا۔ وہ ہنستی ہوئی لوٹی۔ اور ثریا قدسے کہنے لگی۔

اب تک میری ضد محض تمہاری آزمایش تھی۔ میں محبت کی قدر تم سے زیادہ جانتی ہوں۔ اور اگر یہ بھی نہ ہوتا تو آج فریدوں قت میرے پاؤں ہو ہوکر بیٹھتا۔ جشن تنویری میں تمہاری نگاہ مجھ سے وہ عہد لے گئی جسکو میں نے حسن پور میں پورا کیا۔ اور اب تمہارے سامنے سرخرو کھڑی ہوں۔ آدمی کو حکم دو کہ پالکی تیار کرے اور تم جسقدر جلد ممکن ہو میرے کپڑوں کا انتظام کرو۔

تنویر کی یہ گفتگو قوت کیمیائی یا کرشمہ مسیحائی تھا کہ مُردہ اچھل کر اُٹھ بیٹھا اور اہتمام میں مصروف ہوا۔ فوراً مقفل دروازے کھولدیئے گئے۔

شام ہو چکی تھی۔ پھول کھل چکے تھے۔ اور محلسرا کی روشنی رات کو دن بنا رہی تھی۔

تنویر جہاں نہا دھو کر اُس وقت کے واسطے تیار ہو چکی تھی جو ثریا کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا۔ آج اسکا حسن قمر چہاردہم کو جو سر پر تھا شرمندہ کر رہا تھا۔ بال پریشان جمع ہو کر ثریا کے جگر پر چھپاں مار رہے تھے۔ دفعتہً تنویر ایک مستانہ چال سے ٹہلتی ہوئی آئی۔ اور ثریا سے یہ کہکر میں بالوں کیواسطے تھوڑے سے پھول توڑ لاؤں۔ چمن میں آئی محافظ مطمئن ہو چکے تھے ثریا کے سر پر عشق کا جن سوار تھا۔ باغ کے دروازے کھل چکے تھے چمن میں پہنچے

سے بعد تنویر کا پتہ نہ چلا کہ آسمان کھا گیا یا زمین۔ چاروں طرف اودہر اودہر لوگ دوڑ پڑے۔ کونہ کونہ اور چپا چپا ڈہونڈہ مارا۔ مگر تنویر کا پتہ نہ تھا نہ چلا۔

جب ثریا کی شب عشرت اسی طرح مصیبت سے بدل گئی اور تنویر کے غائب ہونے نے اسکی تمام امیدوں کا خاتمہ کر دیا۔ تو اس کے پاس اسکے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ سر پر خاک اڑاتا حسنپور روانہ ہوا۔

# فراق ابدی

ارتیشیا کے لق و دق میدانوں اور سنسان جنگلوں میں اندہیری رات تنویر کے سر پر تھی۔ اور یہ چوتھی کی دلہن جسکے پاؤں میں ہوا سرسرا کر لوٹ رہی تھی منہ اُٹھائے چلی جاتی تھی۔ نازک دل دھک دھک اور کلیجہ بلیوں اُچھل رہا تھا۔ رات آدھی سے زیادہ گذر چکی تھی۔ اور شبنم کے قطرے اُسکے نازک رخسار کے بوسے لے رہے تھے۔ فرش مخمل پر تکلف کرنے والے پاؤں ببول کے کانٹوں پر پڑ رہے تھے۔ شیروں کی دہاڑ ہاتھیوں کی چنگھاڑ۔ اژدھوں کی پھنکار کانوں کے پار ہو رہی تھی۔ بندر اور لنگور برابر نکل رہے تھے۔ اور اولاد کی ترستی خانمان برباد بیگم اپنی دہن میں مست چلی جا رہی تھی۔ بالآخر شب سیاہ نے آسمان کو کروٹ دی اور تارے جھلملانے شروع ہوئے۔ پو پھٹی۔ طائران خوش الحان شہسوار مشرق کے استقبال کو باہر آئے اور تنویر نے تہوڑے فاصلہ پر گاؤں روشن دیکھی۔ بدن چور۔ ٹانگیں شل مگر خرم اور پاؤں لہولہان تھے اُسی سمت سمت روانہ ہوئی۔ باقی

# فہرست مضامین رسالہ عصمت بابت ماہ اکتوبر ۱۹۱۳ء

# عصمت

## میاں بیوی کے تعلقات

(مسز مطہر کی قلم سے)

خاوند کے نام کا خط خواہ وہ بند ہو یا کھلا کبھی اپنے طور پر بیوی کو اس کے پڑھنے کی کوشش نہ کرنی چاہیے۔ جس زمانہ میں بیویاں کھلونا سمجھی جاتی تھیں ہر خاوند اپنا فرض سمجھتے تھے کہ مدرسہ کی معلم کی طرح بیوی کی خط وکتابت کی نگرانی کریں۔ اب بھی اس خیال کے کچھ کچھ نشان کہیں کہیں پائے جاتے ہیں۔ لیکن اب جبکہ زمانہ بہت کچھ ترقی کر گیا ہے خاوند اس قسم کے خواب بھی نہیں دیکھتے کہ وہ کسی قسم کے شبہ کی نظر سے بیوی کی خط وکتابت کو دیکھیں۔ پس ایسی حالت میں کہ رفتار زمانہ نے مردوں کے سامنے یہ احتیاط

اور شادی عورت کے واسطے یہ بہت ہی معیوب ہے کہ وہ خاوند کا کوئی خط بطور خود دیکھنے کی کوشش کرے اور اس کی نگاہ میں ذلیل ہو۔

بہت سی بیویوں نے دلوں اس روش کا افسوس کیا ہے جب ان سے ایسی غلطی سرزد ہوئی۔ مذہب حکم دیتا ہے کہ بیویاں اپنے شوہروں کی فرمانبرداری کریں گو اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ وہ بطور غلاموں اور لونڈیوں کے ان کے پاس رہیں مگر یہ معنی ضرور ہیں کہ وہ اپنی خواہشوں کو شوہروں کے رستہ میں حائل نہ ہونے دیں۔

میاں بیوی باہمی مشورے سے ہر کام کو انجام دیں اور کوشش کریں کہ باہمی صلاح و مشورے سے زندگی کی ہر دقت آسائش سے حل ہو جائے۔

اگر بیوی اپنی خواہشوں پر شوہر کی خواہشوں کو ترجیح دے تو یہ غلامی شاہی سے بہتر ہے کیونکہ شوہر کی دقت و تکالیف میں بیوی ہی کا ہاتھ ہے جو تسکین دیتا ہے۔

یہ یقیناً بیوی کی سخت غلطی ہے کہ وہ شوہر کی ان تکلیفوں میں جس کا اس پر بھی اثر پڑ رہا ہے اس کے واسطے بجائے راحت کے اذیت کا باعث ہو جائے۔ اس کو کبھی یہ توقع نہیں کرنی چاہئے کہ شوہر صرف اسی کو رضامند رکھنے کے واسطے پیدا کیا گیا ہے۔

ایسی بیویاں بھی موجود ہیں جنھوں نے شادی کے چند ہی روز بعد بالکل غلط رستہ اختیار کیا اور عمر بسر پچھتاتی رہیں۔ بیوی کو سمجھ لینا

چاہیئے کہ اس کا رشتہ بہت ہی نازک ہے جو آناً فاناً ٹوٹ سکتا ہے۔

مرد کی زندگی کا قیام عورت سے افضل خیال کیا گیا ہے اور کوئی وجہ نہیں کہ بیوی اس خیال کو نظرانداز کر دے وہ صرف شوہر کو خوش رکھکر خوش رہ سکتی ہے اور اسکے یہ خوشی جس قیمت پر بھی میسر آئے سستی ہے بہت خوش نصیب اور اچھی ہیں وہ بیویاں جو اسبات کا عہد کر چکیں کہ کبھی شوہر سے جھوٹ نہ بولیں گی۔

ہر بیوی اچھی طرح سمجھ سکتی ہے کہ دفتر کے وقت یا کاروبار سے فرصت پانے پر اگر بیوی کی طرف سے شوہر کو اتنا اطمینان ہو کہ وہ وہاں جاکر خوش ہوگا تو اپنا کو کمہ بھی بیوی تک پہونچنے میں ضائع نہ کرے گا۔ میں اسوقت صرف کھانے کا ذکر کرتی ہوں۔

کھانا اگر صاف ستھرے برتنوں میں معمولی بھی ہو اور محبت سے چنا گیا ہو تو یقیناً شوہر کے دل پر پورا اثر کرے گا اور اس کے انتظار میں وقت سے گھر تک اس کو ایک ایک قدم اٹھانا مشکل ہوگا اس کھانے میں کوئی اور خاص بات نہ ہو مگر اس میں محبت کی ایک ایسی کشش ہے جو ہرگز شوہر کو چین نہ لینے دے گی برخلاف اس کے اگر خراب برتنوں میں نہایت ہی بددلی اور لاپرواہی سے کھدیا گیا ہے جو کھانے والے کے واسطے زحمت ہو تو ظاہر ہے کہ کھانے والا صرف پیٹ بھرنے کے واسطے اس میں شریک ہوگا اور وہ بآسانی دیکھ لیگا کہ میز کے آس پاس

محبت کا کوئی ذرہ نہیں چھوڑ سکتا۔

اسی سلسلہ میں مجھکو یہ بھی کہنے کی ضرورت ہے کہ گو اچھی بیوی کا یہ کام ہے کہ کھانے کی میز اُن کھانوں سے آراستہ کرے جو اس کے شوہر کو مرغوب ہوں۔ لیکن یہاں ایک خاص بات قابل لحاظ ہے اور وہ یہ کہ کھانے کی تیاری میں شوہر کی رغبت کے ساتھ ہی اس کی صحت کا خیال رکھنا بھی مقدم ہے۔ فرض کرلو ایک شوہر صبح کے ناشتہ میں دو انڈے پسند کرتا ہے۔ لیکن وہ کسی وجہ سے قبض میں گرفتار ہو گیا۔ اس موقعہ پر بجائے بجائے دو کے ایک انڈا ہونا چاہیئے لیکن یہاں ایک بہت بڑی بات قابل لحاظ ہے بعض خاوند ایسی چیزوں کے عادی ہوتے ہیں جو انکی صحت پر اچھا اثر نہیں کرتیں، ایسی حالت میں وہ یہ بھی پسند نہیں کرتے کہ ان کے ان امراض کی نگرانی کیجائے۔ بس یہ احتیاط کہ شوہر کو علم نہ ہو اور بیوی حتی الوسع اسکی صحت کا لحاظ رکھے ایک ایسا کام ہے جو اسکی اور اسکی روح کے درمیان ایک راز رہے +

# جھوٹ بولنا

دنیا میں بہت سی باتیں ہیں جو عیب میں داخل ہیں لیکن جھوٹ بولنا ایک ایسا عیب ہے جو آدمی کی قدر فوراً ہی کھو دیتا ہے۔

ہم کو سب سے پہلے یہ دیکھنا چاہیئے کہ جھوٹ بولنے کی ضرورت کیا ہوتی ہے میرے خیال میں تین صورتیں ہیں جہاں ہمکو جھوٹ بولنا پڑتا ہے +

(۱) دوسرے شخص کو خوش کرنا۔
(۲) آپ کسی تکلیف یا نقصان سے بچنا۔
(۳) بات کی پچ کرنا +

سب سے پہلی بات دوسرے شخص کو خوش کرنا ہے لیکن یہ خوشی ظاہر ہے کہ بالکل عارضی ہے۔ کیونکہ یہ مانی ہوئی بات ہے کہ جھوٹ کبھی نہ کبھی کھل جاتا ہے۔ پس اس وقت ایک شخص کو خوش کر لینا اور

تھوڑے عرصہ بعد اس کا زیادہ رنجیدہ ہونا بہتر ہے یا اسیوقت
اس کا تھوڑا سا ناخوش ہوجانا +

دوسری ضرورت بھی زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔
اس وقت جھوٹ بولنا آسان ہے۔ لیکن کسی نہ کسی
وقت یہ قلعی ضرور کھلے گی۔ اس وقت شاید اس سے
کہیں زیادہ نقصان پہنچ جائے۔

علاوہ اس کے اگر انسان اپنی عزت اور وقعت کو بھی کچھ سمجھے
تو اسکو یہ غور کرنا چاہئے کہ جھوٹ بولنے سے اس کی عزت
پر کیسا دھبہ لگا لوگ اس کو کیا کہیں گے اور آئندہ اس کی
بات کا کتنا اثر رہے گا۔

بعض لڑکیوں میں یہ عادت ایسی بری پڑ جاتی ہے
کہ جھوٹ بولنے میں ان کو مطلق خطرہ نہیں ہوتا لیکن
وہ ذرا سوچیں تو خود ہی معلوم ہوجائے کہ انکی وقعت
خاک بھی ہرگز نہیں رہتی +

جھوٹ کا سیاہ پردہ کبھی نہ کبھی اٹھ کر رہتا ہے
اور جسوقت وہ اٹھ جاتا ہے روشنی صاف دکھائی دینے
لگتی ہے اور یہ جھوٹ کی تمام سیاہی اس جھوٹ بولنے
والے کے منہ پر لگتی ہے +

کیسی خوش نصیب ہیں اور اچھی ہیں وہ بیویاں جنکے

مستعمرے ایسے کالے داغوں سے سپیدے زہیں اور گو ان کا رنگ سانولا اور کالا ہو مگر ایمان کی سفیدی سے ان کا چہرہ روشن ہو۔

---

# مرکز حقوق نسواں

جن بہنوں نے اس تجویز کی تائید فرمائی اور ہمارا ہاتھ بٹانے کا وعدہ فرمایا ہم نہایت شکر گذاری سے ان کے اسم گرامی درج کرتے ہیں اور باقی ماندہ ناظرین کو اس طرف متوجہ کرکے درخواست کرتے ہیں کہ وہ جلد اس طرف توجہ فرمائیں تاکہ مرکز کی عملی کارروائی شروع ہو۔

(۱) بنت بابو اللہ بخش صاحب حصار۔

(۲) محترمہ مسز خلیقی صاحبہ دہلی

(۳) احمد حاجی اسماعیل صاحب کراچی۔

(۴) سید ابوالعاص صاحب مراد پور۔

---

# الوانِ نعمت

## ترکیب تیاری حلوائے بادام

مغز بادام پاؤ سیر شکر سفید ڈیڑھ پاؤ روغن زرد ڈیڑھ پاؤ۔ بادام کا چھلکا اُتار کر خوب باریک پیسے اور شکر خیرہ پکا کر بادام اس میں ڈالدے اور کفگیر سے اُسے لت کرے اور پھر روغن زرد ڈالکر حلوا بنا لے اگر پانی سمیت گھی دیگر چولہے سے اُتارے تو چمچے سے کھانے کے قابل ہوگا اور اگر لوز بنائے تو آدھی شکر اور آدھا شہد ڈالے۔ نیز حلوائے پستہ بھی اسطرح بنائے۔

## ترکیب تیاری حلوائے کشمکش

کشمش پاؤ سیر روغن زرد آدھ پاؤ شکر آدھ پاؤ کشمکش میں ڈالے اور کفگیر سے لت کرے اور نرم آگ پر بھونے جب خوب لت ہوجائے تو شیرہ تار بند بنا کر ڈالے اور لت کرے۔ جب گیتہ ہوجائے تو چمچے سے اُتارے اور اگر لوز بنائے تو آدھا شہد اور آدھی شکر دے۔

راقمہ والدہ سکندر مرزا

---

ناظرین خط و کتابت کے وقت نمبر خریداری ضرور تحریر فرمایا کریں ورنہ تعمیل میں تاخیر کا اندیشہ ہے۔ "منیجر"

# لڑکیوں کی تعلیم اور پردہ

اکثر لایق و محترم بزرگوں نے پردہ کے متعلق بحثیں کی ہیں جن کی اصلی غرض یہ ہے کہ ہماری عورتیں جب گھر کی چار دیواری سے باہر نکل کر دنیا دیکھیں گی اور شایستہ اقوام کے تمدن سے واقف ہونگی تو ہماری قوم ترقی کے اعلی زینہ پر پہنچ جاسنے گی۔ یہ بالکل سچ ہے مگر قطع نظر اس کے کہ پردہ ہمارے مذہب میں کس حدتک جائز ہے ہمکو یہ دیکھنا چاہیئے کہ کیا پردہ ہی اون کی ترقی کو روک رہا ہے یا اور اسباب بھی ہیں اگر ہیں تو کون سے اور نہیں ہے تو کیوں؟

غور فرمایئے کہ اس زمانہ میں جبکہ تعلیم کے چرچے ہر طرف ہو رہے ہیں ہمارا برتاو عورتوں کے ساتھ کیسا ہے اور ہم خود ان کے ساتھ کیا بدسلوکیاں کر رہے ہیں جن سے اُن کو خواہ مخواہ گھر سے باہر نکلنے کی ضرورت پڑ گئی ہے۔ جواباً کہا جائیگا کہ ہماری عورتیں جاہل مطلق ہیں اون کو تہذیب نہیں آتی اور وہ طرز معاشرت سے ناآشنا ہیں۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ یہی کہ ہم مردوں نے جو لکھنا پڑھنا بخوبی جانتے ہیں ہر فن کے ماہر ہیں تمام دنیا کی سیر کرتے ہیں ان بیچاریوں کو کچھ نہیں سکھائے۔ نہ کہیں ہمراہ لیجاتے ہیں نہ کسی سوسائٹی میں بھیجتے ہیں اور جب وہ نالایق محض منکر گھر میں بیٹھی رہتی

ہیں تو پردہ کو بدنام کرتے ہیں۔

کیا ہم اون کو گہر بیٹھے نہیں پڑھا سکتے۔ کیا ہم اپنے تمام دن میں سے فرصت کا ایک گھنٹہ نکال کر اون کو علمی اسباق نہیں دے سکتے اگر ہم نہیں دے سکتے تو کیا غیر مرد جو اون کی بے پردگی کی حالت میں اون سے ملاقات کیا کریں گے اونہیں سبق پڑہائیں گے اس کے سوچنے کے لیے ذرا سا غور درکار ہے غیر کے سمجھانے کی ضرورت نہیں ہمارا طرز عمل تو اپنی مستورات کے ساتھ یہ کہ اونہیں ماما کے برابر رکھیں اور خیالات ایسے کہ اونہیں بالکل نئے فیشن کی لیڈی بنا دیں بالکل ایک دوسرے کا نقیض ہے۔

اگر آپ کو لیڈی ہی بنانا مقصود ہے تو اپنے طرز عمل کو بدلیے اون کے ساتھ ویسا ہی سلوک کیجئے جیسا کہ شائستہ اقوام اپنی عورتوں کے ساتھ کرتے ہیں۔ اپنی بیبیوں اور بیٹیوں کو باورچیخانہ اور موری خانہ کے کام میں اس قدر محو نہ ہونے دیجئے کہ وہ خود باورچن بنجائیں اور اپنا عزیز وقت پھلکے پکانے میں ضائع کر دیں۔ اونہیں تعلیم کا شوق دلائیے اور بذات خود محنت کر کے اون کے پست خیالات کو ترقی پر پہنچا دیجئے۔ جب اون کا دل اس طرف مائل ہوگا تو ضرور بالضرور وہ ترقی کے منصوبے باندھنے لگیں گی اور اپنے انداز بدل دیں گی۔ رہا یہ کہ خواہ مخواہ پردہ کو بدنام کرنا اور پردہ کو دہوکہ کی ٹٹی سمجھنا بے ضروری باتیں ہیں جب ہر شخص اپنی عورتوں کی تعلیم و اصلاح پر کمر باندھ لیگا اور اون کے بگڑے ہوئے مذاق کو درست کرنے کی فکر

# گفتگو میں احتیاط

بعض لڑکیوں میں یہ نقص دیکھا گیا ہے کہ وہ بڑے بڑے الفاظ بولنا فخر خیال کرتی ہیں اور یہ نہیں سمجھتیں کہ وہ صحیح بول رہی ہیں یا غلط جب کسی محفل یا مجلس یا مجمع میں کسی نئی بیوی یا لڑکی سے ملاقات ہوتی ہے تو ظاہر ہے کہ ہمارے پاس اس کی قابلیت کے جانچنے کا اگر کوئی آلہ ہوتا ہے تو صرف باہمی گفتگو ورنہ یہ سنکر کہ یہ فلاں کی بیٹی۔ فلاں کی بہو ہیں کوئی خاص اثر دلپر نہیں ہوتا۔ پوری واقفیت اور وقعت گفتگو کے بعد ہوتی ہے اور خیالات کا اندازہ کرنے ایسی حالت میں ضروری ہے کہ ہر لڑکی اپنے تلفظ کو صحیح رکھتے تاکہ بولنے میں ایسی غلطیاں نہ ہوں جو قابلیت کا بھانڈا پھوڑ دیں

بعض لفظ اس بُری طرح اور غلط استعمال کیئے جا رہے ہیں کہ عام طور پر ان کا استعمال اسی طرح پڑگیا ہے اور ہمکو اشد ضرورت ہے کہ ہم اپنی زبان پر ایسے لفظ ہرگز نہ چڑھنے دیں۔

ابھی چند روز کا ذکر ہے کہ مجھکو ایک بیوی سے ملنے کا اتفاق ہوا جو ایک معزز باپ کی بیٹی تھیں میں ان سے ملکر نہایت خوش ہوئی اور جی چاہا کہ تھوڑا سا وقت ان کی صحبت میں صرف کروں۔ سب سے پہلے انہوں نے ایک موقعہ پر لفظ تصفیہ کا استعمال کیا مگر بجائے

ں کے پہلے ق اور پھر ص کہا یعنے تقضیہ۔ مجھے تعجب تو ضرور ہوا
اگر وہ دوبارہ فوراً نہ بولیں تو سخت یہ میں شبہ ہی میں رہتی مگر
نہوں نے فوراً ہی دوبارہ پھر تقضیہ کہا اس کے بعد محروم کے
لے نامحروم کہا اور اس لفظ نا نے مجھکو بہت ہی ہنسایا۔ اب تیسرا
لفظ فہرست تھا جسکو انہوں نے فہلت کہہ کر لٹیا ہی ڈبودی گو انکو
ناگوار تو بہت ہوا مگر میں نے مصلحت یہی سمجھی کہ ان کے تینوں لفظ
صحیح کردوں چنانچہ میں نے ان سے کہدیا کہ ان لفظوں کا اصل تلفظ
یہ ہے۔ وہ شرمندہ تو بہت ہوئیں لیکن مجھے امید ہے کہ آیندہ
وہ ایسی شرمندگی سے بچیں گی۔

میری اس تحریر سے یہ غرض ہے کہ لڑکیاں اپنے تلفظ میں اس بات
کا ہمیشہ خیال رکھیں کہ غلط نہ ہو جسکی وجہ سے انکی قلعی کھل جائے
ایک لفظ نمالص بھی ہے جو عام طور پر بولا جاتا ہے اور خالص
کی بجائے استعمال ہوتا ہے اگر کوئی اور بہن بھائی اس قسم کے
الفاظ کی ایک فہرست تیار کریں تو بہت بڑا احسان ہو۔

---

دانتوں کی مضبوط کرنیوالی دوا ایک گول جو چاندی کے ورق سازوں
کے ہاں ملتی ہے۔ اگر شب کو سوتے وقت دانتوں پر مل جائے تو نہایت
ہی مضبوط اور چمکدار دانت ہو جاتے ہیں۔

# بہن بھائیوں کے شکوے

نہیں معلوم بعض حضرات کیوں بلا سوچے سمجھے فرقہ نسواں پر طرح طرح
کی بیجا الزامات لگاتے ہیں اور اونہیں من گھڑت نقصانات پیدا کرتے
ہیں بعض عالی دماغ اور تجربہ کار اس بیدست و پا گروہ کو ناقص العقل
کے لقب سے یاد فرماتے ہیں۔ اور بعض مہربان بھائی اپنی بیکس بہنوں کی
تعلیم کے ازحد مخالف ہیں اور اسپر طرح طرح کے بے بنیاد اور لایعنی دلائل
پیش کرتے ہیں۔ گو اسوقت بہت سے محسنوں نے رفتار زمانہ پہچان کر تعلیم نسواں
کے بارہ میں بہت کچھ سعی فرمائی ہے اور ہماری مہربان گورنمنٹ نے
بھی اپنی اِس غریب اولاد کی تعلیم کے بہت سے وسائل مہیا فرما دیے
ہیں جس سے امید ہے کہ عنقریب تعلیم نسواں ایک اچھے پیمانہ پر
جاری ہو جاوے گی۔ مگر پھر بھی ان بزرگ مہربانوں کی تعداد اون حضرات
سے نہایت کم ہے جو چیخ چیخ کر کہہ رہے ہیں کہ تعلیم نسواں بالکل زہر
ہے اور عورتوں کا محض کندۂ ناتراش رہنا مناسب ہے اور اس فرقہ
کو خدا نے صرف چولہا جھونکنے اور چکی پینے کے واسطے پیدا کیا ہے
اور فرماتے ہیں کہ تعلیم عورتوں کے اخلاق اور اطوار کو بالکل خراب
کر دیتی ہے اور اس سے اونکو اون کتابوں کے مطالعہ کرنے کی استعداد
حاصل ہو جاویگی جو مخرب اخلاق ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ تعلیم نسواں

محض بے سود ہے یہ گھر کی بیٹھنے والیاں ہیں انکو کسی آفس میں کیا
[illegible] کرنا ہے جو ان کو تعلیم دی جائے ۔

جہاں تک غور کیا جاتا ہے اکثر وہی گروہ تعلیم نسواں کے مخالف
ہے جس کے تاریک پر آفتاب علم کی جھلک نہیں پڑی ہے اور جو یہ
بھی نہیں جانتے کہ علم کیا چیز ہے اور تعلیم کی علت غائی کیا ہے۔ اگر
انصاف کی عینک لگا کر دیکھا جاوے تو اچھی طرح معلوم ہو جاوے گا
کہ تعلیم نسبت [illegible] تعلیم فرقہ ذکور سے بھی کہیں زیادہ ضروری ہے
اور اچھی صورت سے روشن ہو جاویگا کہ جس قوم کی عورتیں زیور علم
سے آراستہ نہیں وہ کبھی ترقی نہیں حاصل کر سکتی۔

جو اصحاب اپنی سرکار فیض آثار لقب "ناقص العقل" عطا فرماتے ہیں
وہ ذرا مہربانی فرما کر بتلادیں کہ احکام شریعت جو خدا و رسول کی طرف سے
مقرر فرمائے گئے ہیں وہ صرف مردوں ہی کے واسطے ہیں یا عورتیں
بھی اگر عورتیں بھی شریک ہیں تو آیا سب احکام میں شریک ہیں
یا بعض بعض میں اور سزا و جزا جو مقرر فرمائی گئی ہے اوس سزا
میں بہ نسبت مردوں کے عورتوں کے واسطے کچھ تخفیف ہے اور
جس گناہ کی سزا مرد کے واسطے سیر بھر ہے وہ عورت کے واسطے
بھی سیر بھر ہے یا کم ؟

اپنے کلام پاک میں خداوند کریم ارشاد فرماتا ہے لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ
نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا اس صورت میں اگر تمام احکام اور سزا وغیرہ میں

عورتیں مردونکی مساوی شریک ہیں اور تمامی تکالیف شرعیہ مرد اور عورتوں کے لیے یکساں ہیں تو معلوم ہوا کہ اس آیت شریفہ کے لحاظ سے اور اون احکامات کے لحاظ سے عورت اور مرد کو قوت دماغیہ اور عقل برابر مرحمت ہوئی ہے۔ کیونکہ احکام شرعیہ مقدار عقلیہ کے موافق ہیں۔ کیونکہ جو شخص مجنون محض پیدا کیا گیا ہے وہ تکالیف شرعیہ سے بری ہے اور جو بچے کہ ابھی کم سن ہیں اور کم عقل ہیں وہ بہت سی تکالیف سے مستثنیٰ ہیں اور خلق نماز۔ روزہ۔ زکوۃ۔ حج قربانی۔ جو احکام اور ارکان اسلام ہیں اس میں مرد اور عورتیں سب برابر ہیں اور ہر ایک اخلاقی گناہ خواہ وہ کسی حد تک ہو اوس کی سزا عورتوں کے واسطے بھی اوتنی ہی ہے جتنی کہ مردوں کے واسطے۔ اب اگر عورتیں ناقص العقل پیدا کی گئی ہیں تو کیا وجہ کہ ان پانچ احکام شرعیہ میں عورتوں کے واسطے کمی کیوں نہ کی گئی۔ اور اگر کوئی عورت کوئی گناہ کرے تو اوس کی سزا بہ نسبت مرد کے کم کیوں نہ رکھی گئی خداوند کریم ظلم سے پاک ہے وہ کسی پر اوس کی حیثیت سے زائد بار نہیں ڈالتا۔ اب اگر ہمارے ہمجنس بھائی ہمکو ناقص العقل کہتے ہیں تو ذرا مہربانی فرما کر اپنی ناقص العقل بہنوں کے واسطے خدا سے سفارش کر کے احکام شرعیہ میں ترمیم کرا دیں ❊

اگر ناقص العقل کا بدنما داغ جو عورتوں کی پیشانی پر لگایا جاتا ہے وہ محض اس وجہ سے ہے کہ عورتوں نکو زائد تر اون باتوں میں منہمک

جو فضول یا شریعت کے خلاف ہیں مثلاً میت - دروغگوئی توہم اور رسوم
پرستی وغیرہ وغیرہ تو اول تو صرف عورتیں ہی اس مرض میں مبتلا نہیں
ہیں بلکہ جاہل مرد بھی اون سے کم نہیں ہیں یہ بھی بوجہ جہالت کے قبر پرستی
اور طرح طرح کے شرکوں میں مبتلا نظر آتے ہیں دوم یہ کہ یہ مرض جو اول
میں صرف مردوں کی عادات سے سرایت کئے ہوئے ہیں۔ اگر انکو اچھی
طرح تعلیم دیجاتی اور احکام شرعیہ سے بخوبی واقف ہوجاتیں اور ان کو اس
امر کا علم ہوجاتا کہ خدا پرستی کیا چیز ہے اور شرک کسکو کہتے ہیں اور غیبت
کی تعریف کیا ہے اور خصوصاً یہ کہ خدا کیا چیز ہے اور نبی کیسے شخص کو
کہتے ہیں اور احکام خدا و رسول کی متابعت کس طرح کیجاتی ہے غرض
یہ کہ اون کے معلومات اور ذہنی وسعت ہوجاتی تو ممکن نہیں تھا
کہ ان میں اس قسم کے عیوب جاگزیں ہوسکتے جن قوموں میں
تعلیم نسواں کو بخوبی فروغ حاصل ہے اون میں ان خیالی باتوں کا نام
بھی نہیں ہے۔ ام الامراض تو صرف جہالت ہے جہاں یہ مرض
دور ہوا فوراً تمام امراض کافور ہوئے۔ اگر مرد کسی کام کو تعلیمیافتہ ہوکر
بیسر کرکے دکھاتے ہیں تو عورتیں بھی اگر تعلیمیافتہ ہوتیں تو مردوں
سے کم نہ تھیں عجب دل لگی ہے کہ خود اونکو تعلیم سے بے بہرہ کرکے
نقش کندۂ ناتراش بنادیا اور خود ہی ناقص العقل اور چنیں وچناں کہدیا

درمیانِ قعرِ دریا تختہ بندم کردہ
بازمیگوئی کہ دامن ترمکن ہشیار باش

اگر کسی لڑکے کو بچپنے سے صرف گڑیاں کھلوائی جاویں اور وہ تمام گھریلو کاروبار جو خاص عورتوں کا حصہ کر دیئے ہیں اوس سے لیے جاویں تو وہ لڑکا جوان ہوکر ایک جاہل بیچاری سے جیسے صرف اوپر بتا چکے آتے ہیں ہرگز کم نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر مساوی عمر اور مساوی دماغ کے ایک لڑکے اور ایک لڑکی کو ساتھ ساتھ ایک ہی قسم کی تعلیم دیا جاوے تو کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ وہ لڑکی کسی امر میں لڑکے سے کم ثابت ہو۔ اس قسم کے بے بنیاد اور فاسد خیالات صرف ہم مسلمانوں ہی میں پائے جاتے ہیں ورنہ دوسری قوموں کو تو جاگے ہوئے صدیاں گذر گئیں۔ یہ صرف مسلمان ہی ہیں جو غفلت کے نیند پڑے سو رہے ہیں اور جو کچھ کہہ رہے ہیں خواب میں بڑ ہانکتے ہیں۔ اس سے پہلے ہماری قوم میں ایسی عورتیں ہو گذری ہیں جو مردوں سے زیادہ ممتاز ہوئی ہیں۔ ہماری مہربان بہائی حضرت شاہزادی زیب النساء صاحبہ مرحومہ مغفورہ کی سوانح عمری پر غور فرمائیں اور عرب کی مشہور عورتوں کے کارناموں کو نظر غور سے دیکھیں تو غالباً اونکو اپنی غلط خیالی کا یقین ہو جائیگا۔ ہماری مادر شفقت قیصرۂ ہند ملکہ وکٹوریہ آنجہانی بھی تو اسی قسم میں سے ہو گذری ہیں اون کی قوت عقلیہ محتاج بیان نہیں ہے جس کی وجہ سے اونہوں نے دنیا کے ایک سب سے بڑے حصہ کو اپنی ذاتی لیاقت سے اپنے زیر فرمان کر لیا۔ کیا اس میں کسی عقلمند کو شک ہے؟ نیز ہر ہائنس بیگم صاحبہ

بھوپال دام اقبالہ کو دیکھیں کہ کس طرح حکومت فرما رہی ہیں اور ان کے
انتظامی مادہ کی دنیا قائل ہے۔ علاوہ ازیں انگلینڈ اور فرانس کی عورتوں
کو دیکھیں کہ کس طرح تعلیم کی بدولت مردوں کے ساتھ عنان بعنان
دوڑ رہی ہیں ٭

بعض عالی دماغ اور عالی ہمت بھائی تو صرف اس وجہ سے اپنی بہنوں کی
تعلیم کے مخالفت کرتے ہیں کہ عورتوں کو تعلیم یافتہ ہو کر کسی سررشتہ کی
ملازمت تو کرنا ہے نہیں۔ سبحان اللہ کیا علم کی قدر کیجا رہی ہے۔ اگر
تحصیل علم کے علت غائی صرف سرکاری ملازمت یا غلامی یا خداداد
آزادی کا بیچنا ہی ہے تو افسوس ہے انکی عالی ہمتی پر کہ صرف ایک
غلامی کا پروانہ حاصل کرنے کی غرض سے ڈگریاں پانے کے لیے اسقدر
محنت شاقہ برداشت کرتے ہیں۔ یہ نہیں سمجھتے کہ تعلیم کی علت غائی تو
صرف تہذیب اخلاق۔ خداشناسی اور توسیع معلومات ہے۔ اگر بوقت
ضرورت "ہم خرما و ہم ثواب" کے موجب ملازمت بھی کیجاوے
تو خیر چنداں مضائقہ نہیں۔ اسیطرح اگر عورتیں بھی تعلیم میں کوشش
کرکے کسیوقت میں اپنے آپ کو ایک مہذب اور لائق گروہ ثابت
کر دکھائیں تو مردوں کے واسطے باعث فخر ہوگا۔ اور اگر انپر کوئی
مصیبت کا وقت آ پڑے اور بوجہ تعلیم یافتہ ہونے کے کوئی
مناسب ملازمت کرکے عزت سے بسر کریں تو کونسی قباحت ہے
کیا اسوقت شریف زادیاں ملازمت نہیں کر رہی ہیں ؟ بہرائچ آپکے

بچوں کو۔ وہ چولہے پر جو ملازمہ ہیں یہ کون ہیں؟ دیگچیاں مانجنے اور چولہا جھونکنے پر جو مامور ہیں کیا یہ شریف زادیاں نہیں ہیں؟ کیا آج نوجوان شریف زادیاں رئیسانہ محلوں میں اندر باہر کے کام کاج پر مامور نہیں ہیں؟ اور وہ بے پردہ بازار میں حسن فروخت نہیں کرتی ہیں اور کیا فیصدی پچیس شریف زادیاں بچیاں بیکار اپنی مصیبت کی گھڑیاں نہیں کاٹ رہی ہیں؟ اب فرمائیے کہ اگر یہ ذی علم ہوتیں اور اس حالت میں اپنی لیاقت کے بموجب کسی کی ملازمت کرتیں تو کیا اس سے اونکی تذلیل ہوتی کیا تو رومیں نمک مرچ کی بخشش ہو جانے پر گالیاں سنتیں جوتی کٹواتیں۔ ورکوڑے کہاتیں؟ آپ یہ کیوں نہیں فرماتے کہ ہم اپنی شریف اور نازپروردہ بہنوں سے وقت پڑنے پر ذلت کی ملازمت کرانا چاہتے ہیں اور ہم کو یہ منظور ہے کہ پسائی کرائیں سلائی کرائیں مگر علم حاصل کر کے کسی زنانہ اسکول کی معلمہ نہیں کیونکہ یہ شرافت کے خلاف ہے۔ سبحان اللہ۔ اصل یہ ہے کہ جس قوم کے خراب اور برباد ہو جانے کا وقت آجاتا ہے اوسے اچھی باتیں بری اور بری اچھی معلوم ہونے لگتی ہیں۔ پناہ بخدا آج وہی حال ہماری قوم کا ہے کیا ایک لڑکے کے واسطے باعث فخر یہی ہے کہ وہ بی۔ اے۔ یا ایم اے۔ کی ڈگری پائے ہوئے ہے اور لڑکی کا فخر یہی ہے کہ وہ روٹی اچھی طرح پکاتی ہے۔ اور آٹا خوب باریک پیستی ہے؟ واقعی ہونا یہی چاہئے اس لیے کہ اس غریب کو تو وقت ضرورت کسی نہ کسی کی ملازمہ بنکر

جی ہنسو کہانا ہے۔

بعض کوتاہ اندیش حضرات کا قول ہے کہ اگر عورتیں تعلیم یافتہ ہونگی تو مخرب اخلاق مضامین کی کتابیں اون کے نظر سے گذریں گی جس کا ون کے اخلاق پر برا اثر ہوگا۔ اور یہ کہ عموماً تعلیم عورتوں کے اخلاق کو خراب کر دیتی ہے۔ سبحان اللہ یہ تو ایک عجیب تماشا ہے۔ اول تو یہ دیکھا جاوے کہ جو کتابیں عورتوں کے واسطے مضر ہیں وہ مردوں کے واسطے یوں مفید ہو سکتی ہیں۔ بلکہ بہ نسبت عورتوں کے مردوں پر اونکا زیادہ اثر ہوتا چاہیئے۔ دوسرے یہ کہ آیا وہ مخرب اخلاق کتابیں کسی مرد کی تصنیف کردہ ہیں یا کسی عورت کی؟ جواب یہی ہوگا کہ مردوں کی۔ بھلا مردوں نے ایسا قصور کیوں کیا کہ ایسی کتابیں لکھیں جو خصوصاً عورتوں کے واسطے مضر ہیں۔ معلوم ہوا کہ تعلیم یافتہ ہو کر مردوں میں ایسی نجس کتابیں تصنیف کرنے کا زہریلا مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اب فرمایئے کہ یہ تعلیم کیا مردوں کے واسطے مفید ہوئی یا مضر؟ اور یہ فرمایا گیا ہے کہ مطلقاً تعلیم عورتوں کو خراب کر دیتی ہے اور تعلیم سے اون کے اطوار پر برا اثر پڑتا ہے۔ یہ ایک عجیب معمہ ہے کہ جس کے سمجھنے کے واسطے بھلا ہم ناقص العقل کہاں قدرت رکھتے ہیں ایسی تو عقل افلاطون ہی سمجھ میں آجاوے گی۔ مشہور تو یہ ہے کہ علم ایک بہا بہا نے کی چیز ہے اور تمام اخلاقی برائیوں کو دور کر دیتی ہے مگر یہ آج ہی

سُنا ہے کہ علم خراب کر دینے والی شے ہے اس سے پرہیز کرنا
چاہیئے۔ افسوس کہ ہمارے کرم فرما یہ نہیں جانتے کہ ہر چیز کی بُرائی
یا بھلائی اوس کے مصرف پر موقوف ہے۔ ذرا عنایت فرما کر دنیا کی
مردم شماری تو کریں اور دیکھیں کہ تعلیم یافتہ عورتیں کسقدر بداخلاق
اور لہو و لعب اور مناہی میں مبتلا ہیں اور جاہل کتنی اور یہ کہ زمرہ
ذکور میں فیصدی کسقدر فرشتہ خصال اور کسقدر صراط المستقیم سے
بھٹکے ہوئے ہیں اور برخلاف شریعت سلوک کرنے والے مرد کتنے
ہیں اور عورتیں کتنی ہیں +

اے میرے مہربان بھائیو انصاف سے کام لو اور جس علم کی چاشنی سے
تمھارے کام جان تازہ ہو رہی ہیں اپنی غریب بہنوں کو بھی اوس
سے چکھاؤ اور اونکو مثل اپنے فخر قوم بناؤ ورنہ قوم کی کشتی اگر اب تک
نہیں ڈوبی ہے تو جلد ڈوبنے کا اندیشہ ضرور ہے۔ اگر تمھاری
قوم کی عورتیں تعلیم یافتہ ہونگی تو تمھارے گروہ کے لوگ آیندہ وزرا و
گریجویٹ پیدا ہوں گے اس لیے کہ جس خاندان کی عورتیں زیور
علم و ہنر سے آراستہ ہونگی اوس خاندان کے بچے تھوڑی سی ہی عمر
میں بہت سے دقایق علوم سے ماہر ہو جائیں گے۔ اس لیے کہ بچوں کی
ابتدائی عمر کا بہت سا حصہ صرف ماؤں کی تربیت میں بسر ہوتا ہے
کیا خوش قسمت ہیں وہ بچے جو ایک تعلیم یافتہ اور لایق ماں کے
آغوش میں پرورش پائیں۔

خدا و رسول کا خود حکم ہے کہ مرد اور عورت دونوں حصول علم میں کوشش کریں کہ خداشناسی کا ایک زبردست آلہ ہے۔ طلب العلم فریضۃٌ علی کل مسلمین و المسلمات کے یہی معنے ہیں اور عرب

کہ بے علم نتواں خدا را شناخت

ایک مسلم مسئلہ ہے تو بغیر علم کے عورتیں کیونکر خداشناس ہوسکتی ہیں اس مضمون کو میں یہاں بوجہ طوالت ختم کرتی ہوں اور اپنی قسمت کا فیصلہ اپنے مہربان بھائیوں کی عنایت پر چھوڑتی ہوں اور آیندہ طرز طریقہ تعلیم نسواں پر کچھ تحریر کرونگی فقط

الیف۔ ڈی۔ بیگم۔ (رامپوری)

---

نا ظرین خط و کتابت کے وقت نمبر خریداری ضرور تحریر فرمایا کریں ورنہ تعمیل میں تاخیر کا اندیشہ ہے

"منیجر"

(۱)

مبارک او رگلچیں ہو کوئی تیرے گلستاں کو
کہ ہم تو یاں سے چنکر یجلے گلہاے حرماں کو

زمانہ کی رنگت بدلی۔ دوستوں کی شفقت بدلی۔ زمین نے پلٹا کھایا۔ آسمان نے چکر لگایا دن ڈھلے۔ راتیں کٹیں۔ اور بیکس و نامراد زبیدہ کا زمانہ عیش ختم ہوا۔ آہ! اس نام کو سنکر کلیجہ بیٹھا جاتا ہے۔ جب کبھی بھی یہ نام کان کی راہ سے دماغ تک پہونچتا ہے تو چشم خیال کے آگے دو جیتی جاگتی تصویریں و مُردوں کی آجاتی ہیں۔ اُف! دونوں کا نام ایک ذات۔ ایک مذہب ایک لیکن پھر بھی یہ فرق! آہ! فرق کیا؟ یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ شاید اس قصہ کو سنکر لوگ ناموں کے اثر کو نہ مانیں گے۔ یہی زبیدہ نام کی عورت ملکہ کہلائی ہارون الرشید کے ایسے عالی مرتب شہنشاہ کے دل پہ قابض رہی۔ اور وہ اس پر اپنی جان فدا کرتا تھا۔ آج اس کے نام کے زندہ رکھنے کے لیے۔ عرب میں نہر زبیدہ لہریں مار مار کر انسان کو اپنی بنانے والی خاتون کے انسانی ہمدردی کا افسانہ سنا رہی ہے اور کہہ رہی ہے کہ تشنگی

بجھانے کے لیے اُس عالی ہمت ملکہ نے اپنے ر پھول پہ پانی پھیرا
تب میری سی آبدار تلوار تیار ہوئی۔ اسی زبیدہ نے امین کے ایما پر
جناب موفق تو یہاں سے کہ عیش و عشرت کا بحد کمال مزا لوٹ کر اپنے بھائی
مامون، کے ایما سے شہید ہوا۔ اور اس طرح کفارۂ گناہ دیگر ابدی
زندگانی کے عیش کا بھی سامان کر گیا۔ یہ تو ان دو تصویروں میں سے
ایک کا نظارہ تھا جس کا انجام بھی عیش کے سایہ شگفتگی لیے ہوئے ہے

لیکن آہ! دوسری زبیدہ! بدنصیب و کمبخت زبیدہ جس کا
نخل کامرانی کبھی ثمر نہ لایا جس کا غنچۂ دل کبھی نہ کھلا جس کا چمنِ عیش و
عشرت سدا وقفِ خزاں رہا جس کا گل مراد کبھی زیب دستار محبوب
نہ ہوا۔ بلکہ شاخ ہی میں کمھلا کر رہ گیا۔ آہ! جس کی روح ابھی کوچۂ محبوب
کی سیر کرنے کی اجازت نہیں پاتی اس لیے کہ ان کے کاموں میں
خلل انداز ہو گی لوگ افسوس سے کہ جس بات کو سمجھتے نہیں سر اٹھا
سائے کیوں کرتے ہیں۔ کسی نے سچ کہا ہے کہ عوام مثال انعام ہیں
لوگ افسوس کرتے ہیں۔ کہ زبیدہ جوانا مرگ مری۔ میں مانتا ہوں
کہ اس کے مرنے کے ابھی دن نہ تھے۔ ابھی تو عنفوان شباب ہی
تھا زیادہ نہیں صرف ۲۳ ۲۴ برس کا سن ہو گا۔ لیکن اصل حال سے ناواقفو!
درد دل سے ناآشنا لوگو! تمہیں خبر نہیں کہ ہماری موجودہ حالت
سوسائٹی کے بیجا جکڑ بندیاں اور مراسم کی ناروا ہتھکڑیاں اسی امر کی
متقضی تھیں کہ بدبخت زبیدہ جس کی قسمت میں خون جگر پینا لکھا تھا

جس کا دل کلیۃً محزوں و مخزن آلام تھا۔ ملک الموت کے فرشتہ خصلتی
سے فائدہ، تاکہ اس دنیاوی عیش و عشرت سے قطع نظر کرکے ابدی
کامرانی حاصل کرتی! آہ! اگر تم میں تاب ہے اگر تمہارا دل فطرت کی صناعیوں
سے سبق آموز ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اگر تم گوش دل سے یہاں
سے نہ سننے والی آواز کو سن سکتے ہو، اور اگر تمہاری ظاہر بیں نظریں
قبرستان کی نمائش غور تو نہیں باطنی حروف پڑھ سکتی ہیں تو جاؤ! جاؤ
جاؤ!! اور دیکھو کہ صاحب دل زبیدہ کی حسرت پا بالین و اندوہ در بغل
آرامگاہ واقعہ دہلی کے تعویذ پر تمہیں باطنی حروف بخط نستعلیق لکھے نظر آئیں
گے۔ اگر تم ان سے ملا کر پڑھنے کی تکلیف گوارا کروگے تو تمہیں معلوم
ہوگا کہ یہی شعر ہے ؎

ہیچ عافیت بگوشۂ ہستی ندیدہ ایم
جاں دادہ ایم و کنج مزارے خریدہ ایم

خیر ہماری دعا ہے پیارے ہموطنوں آمین کہو کہ اگر زندگی تکلیف سے
کٹی تو بلا سے۔ لیکن خدایا زبیدہ کو جنت الفردوس میں جگہ ملے۔
اور ضروریات انسانی کے بہتر پورا کرنے کا بہترین ذریعہ! لیکن ساتھ
ساتھ وہی! اف! نابکار وہی! ناقدرشناس وہی!! جس نے ایک
عفیفہ کی جان لی۔ جس نے زبیدہ کی زندگی تلخ کردی۔ اسکو بھی اس نیک
طینت زبیدہ کے طفیل میں اسی جنت میں جگہ دے کیونکہ بغیر اس کے
زبیدہ اف نازنین زبیدہ کی جو وہی پہچان دیکھی جو وہی کے صحبت میں

کے لیے قربان ہو گئی۔ خوشی پوری نہ ہو گی بلکہ جنت شکل دوزخ ہو جائے گی۔

## (۲)

کہاں کیا سجدہ ہائے شوق کی ہنگامہ آرائی

وہ طوفاں یاد ہے ابتک زمیں کو بھی جاناں کی

اگر وہی کی نظروں میں زبیدہ کی قدر نہ تھی تو بلا سے اور اگر زبیدہ وہی پرجان چھڑکتی تھی تو چھڑکا کرے۔ ہمیں خواہ مخواہ دخل در معقولات کرنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن مثل مشہور ہے کہ جو خلاف حق کرے وہ گونگا شیطان ہے۔ لہذا ہم سچ بات کہے بغیر اپنے کو اس لعنت آمیز تعصب سے بری کر سکتے۔ افسوس ہے کہ اسلام۔ پیارا اسلام جو بہترین ادیان سے تھا جس کے احکام جامع و مانع جس کے قوانین ہر زمانے کے لیے یکساں جس نے اخلاق ذمیمہ کو اطوار حمیدہ سے بدل دیا جس نے ہر معاشرتی خرابیوں کا قلع قمع کر دیا جس نے انسان کو آزادی کا خوشگوار نمونہ عطا فرمایا۔ آج ایک ناہنجار خلقت کے ہاتھوں اپنے کل محمدہ خصائل سے معرّیٰ نظر آرہا ہے۔ آج رسم و رواج کی ناجائز اور شرم آلود قیدیں اس قوم کے بہترین نصف افراد کو آزادی سے محروم کر کے طوق غلامی پہنا چکی ہیں۔ اور اگر اب بھی وہ قوم بیدار نہ ہوئی تو وہ زمانہ بہت نزدیک ہے۔ جبکہ دنیا، پیرحال دنیا، اس قوم کے افراد قوی کو انکی زبردستیوں کے باعث قلع کر دے۔ اے ظالم مردو! اٹھو! اٹھو!! خواب غفلت سے بیدار ہو، تمہارے سرسبز باغات خزاں رسیدہ

ہوگئے ہیں۔ تمہارا کشتِ امید باد صرصر کے پیہم جھونکوں سے خشک ہوچلا ہے۔ دیکھو! دیدہ عبرت بیں سے دیکھو!! آنکھیں کھولو بفضل پروردگار سے بہار کی پھر جھلک نظر آتی ہے عقل کے پودوں کو سیراب کرو اور دنیا میں جو مزرعۂ آخرت ہے۔ تخم عمل بوکر نخل کامرانی کو پروان چڑھاؤ! اور نیک نامی کی زندگی بسر کرنے کے لائق بنو اگر ایسا نہ کروگے تو مجبوری یہ قسمت کو تمہارے ناپاک اور شرم آلود وجود سے دنیا کو صاف کرنا ہوگا۔ لیکن ابھی جو کچھ کرو فہما سمجھ بوجھ کے کرو ایسا نہیں تقلید کرو تو فلسفۂ تقلید کو نظر انداز کردو اور آنکھ بند کر کے تتبع کرو اس مثل کو یاد کر کے اپنا رہنما بناؤ۔

خذ ما صفا ودع ما کدر

دن ڈھلتے پتہ نہیں لگتا ہے اور اسی طرح عمر گھٹتی جاتی ہے لیکن سمجھ میں نہیں آتا۔ زبیدہ کی طفلی کچھ دنیا سے نرالی تو تھی نہیں جس طرح مزے سے سب کی کٹتی ہے اسی طرح اسکی بھی کٹا کی لیکن کسی کو خبر نہ ہوئی اور وہی زبیدہ جس کی پیاری پیاری باتیں ماں باپ گھر والوں کو لٹو بنائے ہوئے تھیں آج سب کی آنکھوں میں کھٹک رہی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ بیٹی نہیں منجملہ آفات سماوی میں سے ہے۔ جو ہے اس فکر میں ہے کہ کسی طرح شادی کا مرحلہ جلد طے ہوجائے معلوم ہوتا تھا کہ اس کا وجود ہی ناگوار ہے خیر انشا میں کی زبیدہ بیاہ دی گئی ساتھ معمولی دھوم دھام سے

بیاہ دی گئی اور رخصت ہو کر سسرال بھی آ گئی۔

شروع میں تو سبلا کو (پایا) چمنا ہے۔ بڑی آؤ بھگت ہوئی۔ میاں وصی کا برتاؤ قابل رشک تھا۔ ہر بہستری کوشش دلجوئی ہر لحظہ سی ملحوظ تھی خلاصہ یہ کہ پہلے سال کا اختتام مسرت کے ساتھ ہوا۔ جبکہ دونوں میاں بیوی ایک جان دو قالب تھے۔ اسی زمانہ میں میکہ سے زبیدہ کے رخصتی کی خواہش کی گئی۔ لیکن وصی کی خواہش نہ ہونے سے ملتوی کر دی گئی۔

(۳)

لوگ کہتے ہیں چاہ مشکل ہے

یہ غلط ہے نباہ مشکل ہے

جس محبت کی (بنیاد) اس جلد بازی سے ڈالی گئی ہو، اور جس الفت کا تخم اس وقت، ورم زمین میں پڑا ہو جو درخت کے برقرار رکھنے کی طاقت نہ رکھتی ہو! اس کا وہی انجام ہوگا۔ جو اہل نظر سے مخفی نہیں، شادی بیاہ، علاج مذہبی شے ہونے کے مدنیت کا بھی ایک اہم مسئلہ ہے لوگ امنی ادنی تمدنی امورات پر کئی کئی دن اور اکثر راتوں کا بڑا حصہ بحث مباحثہ، اور غور و فکر میں گزار دیتے ہیں لیکن اس پہلو پر جس کی بہتری پر ان کی آئندہ کی خوبی منحصر ہے جس کی خرابی ایک تخم ہے جو ان کی عمر کے ساتھ ایک بڑے تناور درخت کی شکل میں نمایاں ہوگا اور جس کا سایہ ان کے سر پر

زندگی کے ہر لحظہ سوار رہے گا۔ جس سے ان کی خوشبو نہ ہر ایک پر وہ
پڑ جاوے گا۔ کچھ دھیان نہیں کرتے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ لوگ
شادی بیاہ وغیرہ کی چھان بین ایک امر لایعنی سمجھتے ہیں۔ اور اسطرح
قوم کا بھی نقصان کرتے ہیں۔ یہ بات مانی ہوئی ہے کہ اگر ماں
کے خصائل اچھے ہیں۔ تو اولاد بھی اُس سے مستفیض ہوگی۔ اور
ماں باپ کے برتاؤ محبت آمیز ہیں تو اولاد میں موافقت ہوگی۔
ورنہ خودغرضی ان کے فطرت میں ہوگی بے وفائی انکی طینت
عموماً لوگ جو نفسانیت سے مملو ہیں اسلام پر منہ آتے ہیں اور کہتے
ہیں کہ پردہ موجب ہے اِن سب وجوہات کا اور باعث ہے اِن
ساری خرابیوں کا۔ لیکن یہ صرف اتہام ہے۔ اسلام نے
اگر پردہ ضروری رکھا ہے تو ساتھہ ساتھہ کافی آزادی دے رکھی
ہے۔ علاوہ ازیں یہ تو ہر شخص کا فرض ہے کہ اپنی زندگی کے
لیے، زندگی کے خوشی سے ساتھہ بسر ہونے کے لیئے اور تمدنی
ضروریات کے لیے اپنا رازدار شریک اپنا ہمخیال اور ہم مشرب
ڈھونڈھ لیں ورنہ ان موجودہ شادیوں کے بارے میں
جن میں عموماً دولہا دُلہن بیوی شوہر میں سے ہر ایک کے
خیالات جدا، عادات مختلف طرفین کے طبائع دوسری قسم کے
ہوتے ہیں، میں تو یہی کہونگا کہ جسطرح اجتماع نقیضین ناممکن الوجود
ہے۔ اسی طرح انکی آپس کی محبت، ایک دوسرے کی الفت امکان

ا بہت ہے واقعی امر یہ ہے سہ

با مخالف مشرباں بجانشستن خوب نیست

دیں غلط مجموعہ را شیرازہ بستن خوب نیست

زبیدہ! خلد نشین زبیدہ!! بہشت بریں کی رہنے والی زبیدہ!!!

افسوس تیری زندگی، محزن آلام زندگی، موت سے بدتر زندگی!

ختم ہو گئی!! لیکن بہتیروں کو معاشرتی سبق دے گئی، اکثر کو خواب خرگوش سے جگا گئی۔ اور اثر پذیر دلوں پر جن کی عبرت بیں نگاہیں چشم آخر بین کی طرح آئندہ کا منظر ابھی موجودہ زمانہ میں دیکھ لیتی ہیں، ان پر ایک ابدی اور نہیں مٹنے والا داغ دے گئی، جو آئندہ ان کو چراغ رہنمائی کا کام دے گا۔

گو تو آج ظاہری نظروں سے پنہاں ہے۔ لیکن باطنی چشم خیال تجھے دیکھ رہی ہے! فردوس کے سرسبز و شاداب باغیچے مصفا پانی کی نہریں جن میں سے ہو کر گذرتی ہیں۔ اور جن کے کنارے تیرے جواہرات کے محلات نورانی چمک دکھلا رہے ہیں تیرے خرام ناز کے لیے وقت ہیں تیرے گلگشت چمن کے لیے جنتی سبز پریاں پھولوں سے آراستہ اور خوشبوؤں سے بسی ہوئی منتظر گھڑی راہ تک رہی ہیں، جب تو چمن میں جاتی ہے تو موج نسیم کے شوخ جھونکے انہیں خیر مقدم ادا کرتے ہیں۔ اور جب تو چمن کے کیاریوں سے گذرتی ہے تو دوسرے پھول

دوشیزگان گلشن ڈالی دوپٹہ اوڑھے بڑھ بڑھ کر اور ہاتھ پھیلا پھیلا کر
اپنے دامن کا پھول تجھ پر نثار کرتی ہیں جو تیرے بدن کو چھیڑتے تھے
اور ایک عجیب گدگدی پیدا کرتے ہوئے اپنے نچھاور کرنے والوں
کے پاس قدموں کے نزدیک جمع ہو جاتے ہیں، جن کا ڈھیر دور تو
نظر آتا ہے۔ لوگوں کا خیال ہوگا کہ ابدی سرور اور نورانی خوشی
میں زبیدہ غیر محدود خوشی، اور اطمینان قلب کے ساتھ تجلی ربانی کے
جلوے سے محظوظ ہوگی اور کسی قسم کا غم والم اس کے خاطر عاطر کے
ساتھ نہ لگا ہوگا! لیکن اس میں شک نہیں تجلی ربانی اس کے زخم خوردہ
دل، اس کے حرمان نصیب جگر کو جو تیر جفا کے نشانوں سے مجروح
تھے۔ اب کچھ رو بہ اندمال کیا ہے! لیکن چونکہ وہ محبت کم رکھتی ہے
لہذا مظہر انوار قدسیہ اس کے واسطے وہ ذلت ہے جبکی مجازی الفت
زینہ بام وصال حقیقی کا کام کرتی ہے لہذا وہ اس نظر فریب زینہ کا اس
طرحدار زرد بان کو نہیں بھول سکتی!! اور اس کی یاد شکریہ کی شکل
اختیار کر کے اکثر اس کے پاس منزل میں آجاتی ہے تو وہ
اس کا شوق اور پاس رہنے کے لئے دعا کرتی! افسوس ہے کہ وہ
میری ناعاقبت شناس اور گنہگار وصی کی ذات ہے، جس کے
عشق نے، جس کے محبت نے، وہ بھری محبت نے اسے اس
بام حقیقت پر پہونچا دیا جہاں پہونچنے کے لیے انسان ترستا رہتا
ہے اور جبکی تو زمین جان دیدیتا ہے لیکن ہونے ایک دفعہ اسی

جھلک سے اور کچھ نفرت آتا ہے ۔

زبیدہ وصی کی خدمتگذار بیوی تھی۔ زبیدہ ! جس نیک دلی کے ساتھ اور جس خلوص نیت سے وصی کے ساتھ پیش آتی تھی - اسکی زندہ مثال مشکل ہے جس احتیاط کے ساتھ اس نے وصی کی امانت یعنی اپنی عصمت کو پاک اور خیانت کے دہبوں سے صاف رکھا اُس کا گواہ خدا ہے لیکن وصی کا دل ! خدشات و وساوس سے بھرا ہوا دل ! جس میں سوائے شبہات اور توہمات کچھ نہ تھا !!! افسوس ہے کہ حُور تمثال زبیدہ کے اختیار میں نہ تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پہلے رشک و حسد پھر بدگمانی یہاں تک کہ نفرت اس میں بڑھتی گئی۔ اور آخرکار وہ زبیدہ کی صورت سے بیزار اُس کی شکل سے نافر ہو گیا

---

شام کا وقت تھا اور گرمیوں کا موسم - باہر جانے کے لیے تیار بیٹھا وصی گھر میں ناشتہ کے منتظر ایک صاف ستھری چارپائی پر بیٹھے تھے قریب زبیدہ پنکھا لیکر جھلنے لگی - اور منتظر تھی کہ میاں وصی ایک دلفریب ادا سے با غم بھلا دینے والی طرز سے، گوشۂ چشم سے اسکی طرف دیکھیں گے اور ایک بے اختیار کر دینے والی، خمار دینے والی مسکراہٹ کا اظہار کریں گے، گو بہت سے راز و نیاز اور چھیڑ چھاڑ کے لیے وہ تیار تھی، ہنسی آ رہی تھی، لیکن وہ روک تھام کر رہی تھی - تو بھی مسکراہٹ، جس کے ساتھ ساتھ وہ ایک غلط

انداز نگاہ وصی کے چہرے پر ڈال رہی تھی نمایاں تھی۔ خدا خدا کرکے میاں وصی نے ادہر اُدہر دیکھکر اس کی طرف نگاہ کی۔ لیکن نگاہیں محبت کے بجائے نفرت کی تھیں! اور بجائے مسکراہٹ کے پیشانی پر بل پڑ رہے تھے۔ نرم دل زبیدہ! اس غضب آلود نگاہ کی تاب نہ لاسکی! اور ڈر گئی۔ پنکھا ہاتھ سے چھوٹ گیا اور وہ تھرتھرا رہی تھی۔ پھر اس نے حواس درست کیا اور فوراً ہاتھ جوڑ کر ٹخنے ٹیک کر پلنگ سے چمٹ گئی، وصی سے عفو تقصیر کی درخواست کر رہی تھی اور آنکھوں سے آنسوؤں کے دریا بہا نکل نکل کر وصی کے قدموں پہ نچھاور ہو رہے تھے۔

اسے اُمید تھی کہ وصی نرم دل ہوگا اور معاف کردے گا لیکن بجائے ایک حرف بھی بولنے کے وصی ان آنسوؤں کو ڈھکوسلا بازی۔ اور تریا چرتر خیال کرکے غضبناک نگاہیں کرتا ہوا اور نفرت آمیز تبسم سے دیکھتا ہوا اُٹھا۔ انگڑائی لی اور یہ جا وہ جا باہر چلا گیا۔ زبیدہ منہ تکتی رہ گئی۔

یہ تھا ایک دن کا قصہ ورنہ ایسی باتیں برابر ہوتی تھیں افسوس صد افسوس ؎

کیسی بُری گھڑی تھی الٰہی وصال کی
حسرت نہ نکلی کوئی دِل داد خواہ کی

(۴)

غمِ ہستی کا اسدؔ کس سے ہو جز مرگ علاج
شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہونے تک

حسرت و اندوہ کا بھی ایک دن خاتمہ ہوتا ہے۔ جبکہ انسان آغوشِ لحد میں خوابِ مرگ کا مزا لیتا ہے۔ سانے فرشتہ خصلت موت! تیرے احسانات ان جگر ریش دلوں پر صدا رہیں گے جو زندگی بیوفائی کے نشانے ہوتے ہیں۔ آہ! تیرے سوائے انکا کوئی مددگار نہیں! تیرے سوائے انکا کوئی غمگسار نہیں جنھیں امید لگڑیاس کے کنوئیں جھکواتی ہے! تیری تعریف کوئی حرمان نصیب، تختۂ مشق جفا زدیدہ سے پوچھے جو آج تیری بدولت بہشت آسمانی کے نورانی محلات میں رہتی ہے۔

غریب ہو یا امیر رئیس ہو یا فقیر کبھی نہ کسی طرح ہر ایک کا زمانہ کٹتا ہی ہے۔ اور بہاڑ سی زندگی کا مرحلہ طے ہی ہو جاتا ہے۔ ہاں کسی کی عافیت سے کسی کی تکلیف سے لیکن سب اسی انتہائی زندگی تک ضرور پہونچ جاتے ہیں جہاں ان کو ملک الموت سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ انتظام عالم مکمل ہے، اُس کے ضابطہ ناقابل ترمیم ہیں، فطرت اپنے اصول کی پابند ہے اور ہر چیز کو ایک حد تک پہونچا کر۔ اور ان کے فرائض منصبی کا خاتمہ کرا کر وہ آخر کار ان کو بنشن دیتی ہے اور وہ قیامت کبریٰ کے منتظر جبکہ ان کے

کار ہائے لایقہ و نالایقہ کا کافی معاوضہ مل جاوے گا۔ اپنا وقت زمین کے نیچے مدفون ہو کر گذارتے ہیں۔

سسرال کی خادمہ، شوہر کی فرمانبردار، زبیدہ ابھی آخرکار خدنگ موت کا نشانہ بنی اور ابدی عافیت پاکر گز بھر زمین میں عزلت گزین ہوئی۔ دنیا کی شان اسکو بری معلوم ہوئی، اور یہاں کی محبت چند روزہ دس برس کی زندگی سے جب کہ وہ پہلے پہل سسرال آئی تھی ہمیشہ محزون و مغموم رہی۔ اس کے نخل زندگانی کی عشرت کی کلی شاخ نہال ہی میں مرجھا گئی۔ اور باد بہار کے عیش آگیں جھونکوں سے وہ کبھی نہ کھلی! افسوس ہے کہ افراد انسانی کی وہ بھی ایک جیتی جاگتی اور چلتی پھرتی مرقع عبرت تھی۔ اور نیچر کی پیدا کی ہوئی خوشیاں اس کا حصہ تھیں۔ لیکن قوانین نیچر کی توڑنے والے فرد نے جوہر شرافت سے قطع کرنے والے فرد نے، جس کی فطرت میں ظلم اور جس کی طبیعت میں جور جفا تھا، اس کو اس کے جائز حقوق سے محروم کر دیا۔ لیکن اس نے اس کا بدلا جس خوبصورتی اور شرافت کے ساتھ دیا وہ قابل داد ہے، جو کوئی اسپر ظلم کرنے والے کی مذمت کرتا تو وہ حتی الوسع ضرور اسکی تردید کر دیتی۔ یہی نہیں بلکہ اس نے اپنی جان تک قربان کر دی اور ثابت کر دیا کہ مادر گیتی نے ایسی ایسی باوفا و عصمت شعار لڑکیاں اپنی آغوش عاطفت میں پالکر ظالموں کے صدقے کر دیا۔ لیکن تو بھی ظلم و ستم کا جوہر ان سے نہ مانا تھا نہ گیا۔

اے نواسے صاحب الجلال!! اور اے خدا ذوالجلال!! تیرے مخلوقات کا ایک جمعہ دوسرے حصہ کے خدنگ جفا کا نشانہ ہو رہا ہے۔ اپنے انصاف لاتمناہی اور عدل کبریائی کو جوش میں لا۔ اور اس جور و ستم کا خاتمہ کر دے! اے رسول ہاشمی اپنے روحانی فیوض سے اس ظلم کو روک دیجئے۔ کیونکہ آپ رحمتہ للعلمین ہیں ؎

زندگی اپنی جب اس شکل سے گذری غالب
ہم بھی کیا یاد کریں گے کہ خدا رکھتے تھے

ایک قریب رشتہ دار کے ہاں شادی تھی۔ اور زبیدہ بھی مدعو کی گئی خدا کے فضل و کرم سے شادی معہ جملہ رسومات بخیر و خوبی انجام پا گئی لیکن ایک حسرت بھرے دلمیں ایک آرزومند دلمیں ایک آگ لگا گئی۔ زبیدہ کو اپنی دہوم دہام کی شادی یاد آ گئی اور وہ کلیجہ تھام کر رہ گئی۔ افسوس ؎

ہزاروں خواہشیں ایسی ہر خواہش پہ دم نکلے

وہاں تو تو خفیف سی حرارت تھی۔ کچھ بد پرہیزی ہوئی۔ اور ہیضہ نے دہر دبایا۔ افسوس اسوقت کوئی نہ تھا کہ اس کے دل کی تشفی کرتا موت سے کئی گھنٹے پہلے افاقت الموت کی حالت میں وہ اٹھی۔ کپڑے اچھے اچھے پہنے۔ سر میں کنگھی کی۔ مانگ نکالی اور دولہن بن کر بیٹھی۔ آئینہ میں منہ دیکھا مسکرائی اور اپنی ایک سہیلی کو دیکھنے لگی۔ گویا بزبان چشم وہ پوچھتی تھی کہ یہ آراستگی کیسی ہے

سہیلی :۔(اس سوال کو تاڑ کر) ایں! یہ آج کا دیکھا ہے کا دیکھا)؟
بے طرح سنور کر بیٹھی ہو۔!
زبیدہ :۔کیوں کیا سنورنا کچھ منا (منع) تھوڑا ہے؟
سہیلی :۔ بھلا آخر کوئی تو وجہ ضرور ہے۔!
زبیدہ :۔ ایک دن اماں کے ہاں سے رخصت ہو کر یہاں آئی تھی
آج دنیا سے رخصت ہو کر ملک عدم کو جاتی ہوں۔ اس لیے
بنی سنوری رخصت ہوتی ہوں!!
سہیلی نے کچھ ایسی شکل بنائی کہ جس سے ثابت ہوتا تھا۔ کہ اس کا خیال ہے کہ زبیدہ اپنے شوہر کی بیرخی کی وجہ سے موت کی آرزومند ہے لیکن زبیدہ تاڑ گئی اور کہنے لگی۔
سنو بہن! یہ نہ خیال کرو چونکہ تمھارے بہنوئی مجھ سے خفا ہیں اس لیے میں موت کی آرزومند ہوں۔ نہیں نہیں! بات یہ ہے کہ تمھارے بھائی کے احسانات مجھ پر اسقدر ہیں کہ میں بیان نہیں کرسکتی۔ ہرگز یہ آرزو نہیں کہ وہ مجھے اپنی بیوی ہی سمجھیں۔ وہ تو میرے آقا ہیں! جس طرح رکھتے ہیں وہی بڑے احسانات کی بات ہے۔
خدا انہیں زندہ اور خوش رکھے۔
یہاں تک کہکر لیٹ گئی اور دم اکھڑنے لگا سہیلی سے کہا سورۂ یٰسین پڑھو! یہ کہکر وہ پھر کچھ بولنے لگی۔ لیکن چونکہ وہ صاف الفاظ بول سکتی نہ تھی اس لیے سب باتیں سمجھ میں نہ آئیں۔ لیکن معلوم ہوتا تھا

اور قرینہ قیاس یہی ہے کہ وہ استغفار وغیرہ کیساتھ وصی! آہ ظالم وصی! اسکے لیے خدا سے سفارش کر رہی تھی کہ خدا اُسے بخشدے اس لیے کہ جیسے جیسے کہ اسکی روح ملاء اعلیٰ کی طرف نزدیک ہوتی جاتی تھی ویسے ہی ویسے اسپر نکات مکنون اور اسرار بطون ظاہر ہوتے جاتے تھے وہ دیکھ رہی تھی کہ وصی کے گناہ کا معاوضہ جلال ربانی تیار کر رہا تھا۔ لہذا وہ کانپ کر سہم اور گڑگڑا گڑگڑا کر خدا سے دعا کر رہی تھی۔ اس کے بعض الفاظ یہ ہیں :۔

"......... انکا کوئی قصور نہیں .......... میری ہی قسمت خراب تھی.......... یہ حقوق العباد ہیں۔ اور بہ مجھے معاف کر دینے کا اختیار ہے .... .......... اب بھی معاف کر دے اسے میرے اللہ!"

یہ آخری آواز ذرا صاف اور زور سے نکلی اور وہ اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمداً عبدہٗ ورسولہ کہتی ہوئی جوار رحمت کی طرف راہی ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

کھل کے گل کچھ تو بہار اپنی صبا دکھلا گئے
حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

**کظیم۔ بہاری**

# اچھی صحبت سے اچھی عادت

اچھی صحبت ایسی چیز ہے کہ جس کی تعریف ناممکن ہے انسان کو چاہیئے کہ وہ ہر وقت اچھی صحبت حاصل کرنے کی کوشش کرے جنسے اچھی صحبت حاصل کی وہ بہت کامیاب ہوگیا ابتدائی عمر میں انسان کی طبیعت اثر پذیر صحبت کی قابلیت رکھتی ہے پس جب کہ شروع زمانہ میں خوش قسمتی سے کسی اچھی صحبت میں رہنے کا اتفاق پڑتا ہے تو اس تقدیر کے ذہنی کی تمام باتیں درست ہو جاتی ہیں ایسا شخص جب دنیا کی پسندیدہ صحبت میں قدم رکھتا ہے تو اس کو معلوم ہوتا ہے کہ اس قابل قدر اعلیٰ صحبت کی کیا قدر کرنا چاہیئے اچھی صحبت کے لوگ بنظر دوربینی روزمرہ کے کام کو پیشتر سے تجویز کرکے دلپر نقش کرلیتے ہیں کیونکہ جو کوئی شام کو اپنا کام تجویز کرکے صبحکو انجام دیتا ہے اوس کام کا انجام عجیب وغریب نظر آتا ہے لیکن عادی ہوجانے پر بتدریج آسانیاں پیدا ہوجاتی ہیں۔

انسان کے واسطے کاہلی بہت بری عادت ہے اس کا انجام خرابی ہی خرابی ہے طرفہ یہ کہ کاہلی کی عادت کے بعد اوس کا دفعیہ نہایت دشوار معلوم ہوتا ہے کاہلی

یا سست آدمی تھوڑے عرصہ میں مثل مردہ کے ہو جاتا ہے
کام کرنے کا وقت ہی نہیں ملتا و وسست و کاہل رہ جاتا ہے مگر محنتی آدمی
کو بہ نسبت کاہل کے فراغت زیادہ رہتی ہے وہ اپنا عزیز وقت مختلف
کاموں میں صرف کرتا ہے۔ انگلینڈ کے ایک پادری کی بھی یہی کیفیت تھی کہ
اگرچہ وہ مذہبی کاروبار یعنی نماز و وعظ کو بجان و دل انجام دیتا تھا لیکن باوجود
اس کے اسقدر کتب تصنیف و تالیف کی کہ عوام کی رائے میں اوسکی تمام عمر تصنیف
کتب ہی میں صرف ہوئی۔ ترکستان میں یہ ضرب المثل مشہور ہے کہ محنتی کو
صرف شیطان ستاتا ہے اور کاہل کے پیچھے ہزار ہا اخوان الشیاطین لگے
رہتے ہیں۔ وہ اچھی صحبت جس سے تمام لوگ ثابت قدم اور مستقل مزاج
ہوتے ہیں اونکی صحبت سے آدمی کے ثابت قدمی اور قائم مزاجی کی عادت
پڑتی ہے اگر کسی شخص کو دو کام ایک وقت میں پیش آئیں تو ضروری
کام کو انجام دے اگر پس و پیش کرتا رہیگا تو دونو کام ہاتھ سے کھو دیگا
جفاکش و محنتی مستعد لوگوں کی صحبت سے آدمی میں مستعدی و محنت کی عادت
ہو جاتی ہے۔ فرانکلن نامی حکیم کا قول ہے کہ جو شخص صبح دیر کرکے اوٹھتا
ہے وہ اگر تمام دن کوشش کرے تو بھی منزل مقصود کو نہیں پہنچ سکتا
اگر انسان کسی کتب بین کی صحبت اختیار کرے تو وہ کتب بینی کا عادی
ہو جائیگا صبح خیزوں کی صحبت سے علی الصباح اوٹھنے کی عادت ہوتی ہے بہرحال
جیسی صحبت ہوگی ویسی ہی عادت ہوگی۔ تو حیف ہے انسان پر کہ وہ اچھی
صحبت نہ اختیار کرے اچھی صحبت عجیب نعمت ہے۔ خاکسار ب ا د کن

# نیا مہمان

جس طرح ہمیشہ جنوری کے مہینے میں ایک نیا مہمان دنیا والوں کے ہاتھ لگا کرتا ہے اسی طرح اب کے جنوری سنہ ۱۹۱۴ء ہمارا مہمان آرہا ہے۔ وہ ناخدا ترس مہمان یعنی سنہ ۱۹۱۳ء جو گذشتہ جنوری میں دنیا کی سیر کو آیا تھا خدا جانے ہمارے کتنے جیتے جاگتے دوستوں اور دنیا کے کیسے کیسے ناموروں کو اپنی شب و روز کی تہ در تہ چادر میں سمیٹ لے گیا۔ افسوس وہ گیا اور بہت سے ایسے لوگوں کو اپنے ساتھ لیتا گیا جن کی آرزو اب حسرت بنکر ہمارے سینے میں کھٹک رہی ہے۔ تم دیکھنا جب یہی سنہ ۱۹۱۳ء کل عرصۂ حشر میں اپنا دامن جھاڑے گا اس میں سے کس کس قسم کے لوگ گر پڑیں گے۔ بہت سے علماء ہوں گے جن میں سے اکثروں کو ہنوز صفحات تواریخ پر اپنا نام لکھوانے کی بھی نوبت نہ آئی تھی۔ بہت سے سلاطین ہوں گے جن میں کے بعض جانے سے پہلے ہی اپنے خاندان پر بھی خط محو کھینچ گئے۔ آخر کہاں تک صبر کریں۔ ایک کا غم ہو تو کیا جائے۔ یہاں تو بقول شخصے اپنے مذاق کے دنیا ہی پر پانی پھر گیا۔ مگر نہیں یہ کوئی بات نہیں ہے جسکی وجہ سے ہم موجودہ اغراض کو بھلا دیں سوچنا تو اس بات کا ہے کہ اسے سنہ ۱۹۱۴ء بھی وہ رہی کرنے آیا ہے جو

سنہ ۱۹۱۱ء گزر گیا۔ رہروانِ ہستی سنبھلے رہو۔ اتنا ضرور جانتے ہیں کہ سنہ ۱۹۱۲ء
ہم میں سے بہتوں کو اپنے ساتھ لیجائیگا۔ گو یہ نہیں معلوم کہ کون جائیگا مگر
پھر بھی احتیاط شرط ہے۔ ایسا نہو کہ جیسے آئے تھے ویسے ہی
چلے جاؤ۔ دنیا میں کچھ کرنے آئے ہو۔ لہذا کوشش کرو کہ جاؤ تو کچھ
کر کے جاؤ۔ اور ارمان تو دل میں کوئی رہنے نہ پائے۔ پڑھنا ہے
تو جی لگا کے پڑھو۔ ترقی کرنا ہے تو ہمت باندھ کے آگے بڑھو۔ غربت
میں ہو تو وطن کو چلو۔ سنو۔ سفر کی مہم درپیش ہے تو جلدی فراغت
کرو۔ عبادت الٰہی میں مشغول ہو تو وہی سہی مگر خوب خضوع و خشوع
سے کہ محنت بیکار نہ جائے۔ سفر حج کا ارادہ ہے تو اگلے سال پر اٹکا
نہ رکھو زندگی کا کیا اعتبار ہے۔ سب تو سب کسیکو پیار کرتے ہو
تو خوب جی بھر کے اور گلے لگا لگا کر دل کے حوصلے نکال ڈالو
خدا جانے پھر یہ دن نصیب ہو کر نہو۔ منزل میں پہنچ گئے ہو تو
پاؤں توڑ کے بیٹھ جاؤ کہ دم نکلے تو یہیں۔ غرض جس دھن میں ہو
اسیں پکے رہو۔ آجکل کے ریفارمروں کے نزدیک نجات بھی اسی پر
منحصر ہے۔

ہمارے وہ بھی لوگ ہیں جن کے ہاں نئے سال پر خوشیاں منائی
جاتی ہیں۔ مگر غلطی پر ہیں۔ سفر زندگی میں دو منزلیں پائی جاتی ہیں
پہلی منزل بچپن سے شروع ہوتی ہے اور جوانی کے خاتمے پر تمام
ہو جاتی ہے۔ دوسری اسوقت سے شروع اور بڑھاپے کے

اختتام پر پچھا چھوڑتی ہے۔ دونوں منزلوں والوں کے خیالات متضاد ہیں۔ بچوں کو بڑے ہونیکا ارمان ہے جوانی کو رخصت کرنے والوں کے دل بجھے جاتے ہیں کہ آہ وہ ولولہ نہیں رہا۔ قبر میں پاؤں لٹکانے والے اور سہم گئے کہ مرنے کا زمانہ اور قریب آگیا۔ دونوں کے خیالات معلوم ہوتے مگر اصل میں پچھلے سچے ہیں۔ واقعی یہ نقصان پہلے ہی سے پیدا ہو چلا تھا لیکن بچپن کی نافہمیوں۔ جوانی کے ولولوں۔ شباب کی اُمنگوں میں معلوم نہوتا۔ یا خلاصہ یہ کہ اے ہمسفران ہستی! دہوکے میں نہ آؤ۔ یہ خوشی کا موقع نہیں غم کا موقع ہے۔ اے اپنے عیشوں پر ناز کرنے والو اور ہے حسن عالم فریب پر اترانے والو۔ ہم روتے ہیں تم بھی آکے رُلالو۔ ہماری بزم ماتم میں رولے سے یہ اچھا ہوگا کہ ہم جیتے جاگتے بیٹھے ہوں۔ اور اپنی بزم ماتم میں خود ہم ہی شکریہ کے ساتھ تمھارا خیر مقدم ادا کریں ۰

مسنر محمد نسیم اللہ خان بسمل

---

کھانسی کی دوا لعوق خیارشنبر۔ (یعنی املتاس کا لعوق) بچوں کی کھانسی کو بہت جلد دفع کر دیتا ہے۔ ترکیب یہ لعوق دو ماشہ بچے کو سوتے وقت کھلانے سے صبح کو اجابت ملین ہوتی رہیگی اور بلغم نکلتا رہیگا۔

# اپنی آپ مدد کرو

یہ پر حکمت مقولہ سونے کی تحریر ہے۔ اسی کی چمکدار روشنی سے زندگی کی گہری تاریکیوں میں صاف راستہ پاتے ہیں اور منزل مقصود کو پہونچ جاتے ہیں۔ جو آدمی ہر ایک کام میں اپنی ہی ذات پر اعتماد رکھتا ہے وہ اس بات کا مستحق ہے کہ دوسرے اس کی عزت کریں اور اس کی کوششوں اور ذاتی فضیلتوں کا اعتراف کریں ایسا شخص جب تک کہ اسکی قوت ارادیہ حامی رہے کسی عزیز یا دوست کے کنارہ کشی سے ہراساں نہیں ہوتا۔ جو شخص اپنے آپ کو کسی کام کے کرنے کے قابل کرتا ہے تو وہ اس کے کرنے میں قادر ہوتا ہے۔ اور جو اپنے کو ناقابل خیال کرتا ہے وہ لامحالہ اس کام کے کرنے میں عاجز رہتا ہے۔

پس انسان کو چاہیئے کہ اپنے خیالات کو ہمیشہ اعلیٰ رکھے۔ اپنے آپ کو ضعیف و عاجز تصور نہ کرے دوسروں کی امداد و اعانت پر بھروسہ نہ کرے۔ جس کام کو اپنا نافع سمجھے اسکو بلا خوف و خطر کرلے۔ اپنے آپ پر اعتماد کرنا یا خود کو کسی کام پر قادر تصور کرنا اور غیر کی امداد و اعانت سے خود کو مستغنی سمجھنا ایک ایسی کیفیت ہے کہ جس شخص میں پائی جائے وہ سعید کہلانے اور جس میں نہ پائی جائے وہ شقی

کہلانے کے قابل ہے۔ یہ کیفیت یا حالات فطرتاً خدا کی طرف سے ودیعت کیجاتی ہے یا کسب و اکتساب کے پیدا ہو جاتی ہے۔ انسان میں بہت سی ایسی صفات ہیں جو مجاہدہ اور نفس کا عادی بنانے سے طبیعت میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ اسیطرح اسکی بھی حالت ہے۔ ایک فلاسفر سے پوچھا گیا کہ خوش نصیب کون ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ وہ شخص جو اپنی ذات میں آثار سعادت دیکھے۔ آثار سعادت سے یہ مراد ہے کہ وہ اپنے میں اس قدر قوت پائے کہ بغیر کسی کی اعانت کے عمدہ کام انجام دے سکے اور جس کام کے کرنے کا ارادہ کرے اُسکو بلا اعانت غیر کے پورا کر دے +

یہ خیال رہے کہ اپنے آپ پر بھروسہ کر لے کے یہ معنی نہیں کہ کسی کام میں لوگوں سے کوئی مدد نہ لی جائے۔ کیونکہ یہ بالکل محال ہے۔ انسان میں مشارکت و معاونت ہر کام کے لیے نہایت ضروری ہے ورنہ کارخانۂ عالم کی مشین رُک جائے گی اور اسکے کل پرزے جواب دیدیں گے اپنے آپ پر بھروسہ کرنے کے یہ معنی ہیں کہ بیشتر اپنی ذات پر اعتماد کرے اور بقدر ضرورت دوسروں کے بھی مدد لے دوسروں پر بھروسہ کرکے خود اپاہج بنا بیٹھا نہ رہے بلکہ جو کچھ کرے اپنے بل بوتے پر کرے اور خدا کے بھروسہ پر +

سید محمد علی۔ بلگرامی۔ از دکن

# فسانہ تنویر

## گذشتہ سے پیوستہ

قریب پہنچی ایک گاؤں دیکھا اور قصبہ کے رئیس کے ہاں نوکر ہو کر رہنے سہنے لگی۔ ایک روز صبح کے وقت جب آدمی نے لاکر ڈاک دی اور تنویر اپنے آقا کے پاس لیکر چلی اس نے سب سے اوپر نسیریوں کا خط دیکھا بے چین ہوگئی ہر چند چاہتی کہ گھر کی بیگم سے خیر و عافیت دریافت کرے مگر ڈرتی تھی کہ کہیں راز فاش نہ ہو جائے لیکن اپنی بیوی کو افسردہ دیکھ کر آقا نے دریافت کیا کہ بیگم آج آپ اس قدر خاموش کیوں ہیں بیگم تھ ہمارے ایک عزیز نواب فرید الدین رہیں جنکی کمبخت بیوی تین بچے چھوڑ کر اپنے چچا زاد بھائی کے ساتھ بھاگ گئی آج انکا خط آیا ہے اُن کا چھوٹا بچہ مرگیا۔

ماتا کی ماری ماں اتنا سنتے ہی کلیجہ پکڑ کر بیٹھ گئی جتنا ضبط کرتی تھی اتنا ہی دل اُمڈا آتا تھا یوں تو ہر لمحہ اور ہر گھڑی بچوں کی تصویر اس کی آنکھ کے سامنے تھی مگر اس خبر نے تنویر کو حواس باختہ کر دیا معصوم کا خیال ایک چھری تھی کہ جگر پر چل رہی تھی تین ساڑھے تین برس کا بچہ جو خون جگر پیکر بڑھا کھیلتا ماتا چھوڑ کر آئی ہمیشہ کو چھوٹ گیا اس سلطنت میں کہ جان و مال اور زندگی

مصیبت تھی اس کی جلت خون بنکر گھٹتی اور آنسو بنکر ٹپکتی دیوانوں کی طرح چاروں طرف پھرتی اور نام لے لے کر چیختی۔ جنگل میں نکلجاتی۔ گھنٹوں چلاتی مگر مردہ دل کو تسکین نہوتی اسی کرب و اضطراب میں کچھ مہینے بسر ہوگئے بالآخر وحشتِ دل رنگ لائی اور ایک روز اسی بچوں کی یاد میں جو بھری گود خالی کر گیا آدھی رات کے وقت باہر نکل کھڑی ہوئی۔ سادات کا خون غیرت کے مارے پاؤں نہ اٹھنے دیتا تھا مگر ماتا لال کی خاک، پر لبھا رہی تھی اور دل کہتا تھا کہ اس قبر کے بوسے لوں جہاں کلیجہ کا ٹکڑا گہری نیند سو رہا ہے۔ حالت میں زمین آسمان کا فرق تھا صورت بدل چکی تھی ایک پھٹی سی چادر سر پر ڈالے اور ڈاڑھیں مارتی اسی طرف چل پڑی۔ چار دن اسی طرح خاک اڑاتی فریدوں پور پہنچی۔ آنکھ۔ ناک۔ صورت شکل چال۔ ڈھال۔ وضع قطع۔ عادت خصلت ہر چیز بچہ کی نذر ہو چکی تھی۔ ناخن بڑھے ہوئے۔ بال کٹے ہوئے چہرہ مرجھایا ہوا ایک آٹھ ہی برس میں تنویر اس لایق ہوگئی کہ فریدوں پور کے بیس ہزار آدمیوں میں ایک متنفس پہچان سکا تھا تنویری کو دیکھتی ہوئی جب آتو بول رہا تھا آگے بڑھی اب وہ قبرستان آنکھ کے سامنے تھا جہاں ہزاروں بندگان خدا آرام کر رہے تھے دوپہر کا وقت تھا ہوا گرم تھی۔ املی کے تناور درخت کے نیچے ایک ٹوٹی سی قبر پر بیٹھی تو آنکھ نے اور ہی سماں دیکھا ایک تازہ پختہ قبر پر کتبہ تھا ❊

# نواب فریدوں قدر کا منجھلا بچہ سلیمان قدر

ایک چیخ ماری اور یہ کہتی ہوئی قبر پر گری ہائے پیارے سلیمان تو بھی گیا۔ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ بعد ہوش آیا قبر سے چمٹ گئی جا بجا بوسے دیئے ادھر ادھر بلائیں لیں اور پھر پیٹ گئی۔ آنسو ختم ہو چکے تھے مگر مچھلی کی طرح تڑپ رہی تھی ایک ہی صدمہ ایسا پڑا تھا کہ پنپنے کی امید نہ تھی اس پر یہ دوسرا داغ تنویر مصیبت کی سچی تصویر تھی۔ تیسرے چوتھے روز آبادی میں آتی ٹکڑا ٹیرا مانگ لیتی اور چلی جاتی یہ گرمی کے پہاڑ سے دن کہ چیل انڈا چھوڑے اس کے سر پر گذر جاتے ایک چھوڑ دو دو بچے اور کیسے نیچے جو اس کے عاشق زار تھے زمین کا پیوند ہو گئے یہ بچہ تنویر کی آٹھ سال کی کمائی تھی اور دم بھر ماں کا پیچھا نہ چھوڑتا تھا یہ لال ایسا بچھڑا کہ دل قابو میں نہ رہا اس کے بدلے اس کی قبر کو دن رات کلیجے سے چمٹائے پڑی رہتی ہوش آتا تو کچھ اس درد سے فریاد کرتی کہ اولاد والوں کے کلیجے سن ہوتے ایک دن کہ فاختہ دوپہر کے وقت بے ثباتی دنیا کا درس دے رہی تھی اس کا جی بھر آیا اور اس وقت کو یاد کرنے لگی جب کلیجہ کے تین ٹکڑے آنکھوں کے سامنے کھیلتے دیکھ دیکھ کر نہال ہوتی اور سوچتی کہ ایک فریدوں قدر نے بیوفائی کی تو کیا یہ تین تین شوہر موجود ہیں ایک ایک روٹی دیں گے تو پیٹ بھر لوں گی۔

سچ پوچھو تو زندگی کا سہارا عمر کا گذارہ اب جو کچھ بھی تھا تو یہ کونچے تھے ورنہ فریدوں نے اپنی کرنے میں کسر نہ رکھی اور وہ تکلیفیں دیں کہ خدا دشمن کو بھی نصیب نہ کرے۔ محلوں کی بیٹھنے والی بیگم نے در در کی بھیک مانگی خدا کی قدرت ہے کہ جس کے گھر میں پرندہ بھی پر نہ مار سکتا تھا شہر شہر اور گاؤں گاؤں ننگے سر اور ننگے پاؤں ٹھوکریں کھاتی پھرے اور کوئی بات تک پوچھنے والا نہ ہو۔ سال بھر کے قریب اسی طرح بسر ہوا گرتا پڑتا گھسٹتے جاڑے۔ جیٹھ بیساکھ کی گرمی۔ ساون۔ بھادوں کے طوفان اسے قبرستان میں قبر پر بسر گذر گئے۔ ایک روز شہر میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ نواب فریدوں قدر کا بڑا لڑکا سخت بیمار ہے اور دور دور سے حکیم و ڈاکٹر بلائے جا رہے ہیں۔ سنتے ہی جان نکل گئی۔ بہتیرا جی ہر چند ضبط کیا مگر نہ سنبھل سکی اس حالت میں روتی پیٹتی حسینو پہنچی۔ پیہم صدمات کمر توڑ چکے تھے اور اب صورت اس قابل نہ رہی تھی کہ پہچانی جا سکے آنسو کا دریا بہ رہا تھا دل کے ٹکڑے ٹکڑے اڑ رہے تھے اور کوئی صورت ایسی نظر نہ آتی تھی کہ پانچ برس کے چھوٹے ہوئے لال کی صورت دیکھ سکے آدھی سے زیادہ رات محلسرا کے نیچے بسر ہوگئی لوگ آرہے تھے اور جا رہے مگر اتنی ہمت نہ تھی کہ کسی سے کیفیت دریافت کرے۔

صبح ہوتے جب اُل کی چھینی پڑی تو دروازے کے قریب گئی۔ داروغہ باہر نکلا تھا روئی اور نوکری کی التجا کی۔ غرض مامتا کی ماری

ماما کی حیثیت میں بچہ کی تیمارداری پرداشت کے واسطے تعینات ہوئی بچہ
تپ محرقہ میں مبتلا تہا اور تنویر دور سے بیٹھی حسرت سے اس کا منہ تک
رہی تہی جب علینڈ کا جادو تمام دنیا پر چل چکا فریدوں قدر اور اسکی بیگم
خوابگاہ میں گئے نوکر چاکر ڈھیر ہوئے کمرے میں سناٹا چھایا تو صرف
وہ آنکھ جاگ رہی تہی جس کی چودہ پندرہ برس کی کمائی لٹ رہی تہی
پیشانی کو بوسہ دیا منہ پر ہاتھ پھیرا اور بیتاب ہو کر لپٹ گئی قریب
تہا کہ ایک چیخ مارے مگر ضبط کیا اور الگ ہو بیٹھی بن ماں کا بچہ ایک
غیر عورت کی یہ شفقت دیکھ ماں کی گود یاد کر کے رو دیا کیا حسرت انگیز
وقت تہا وکیاری لپٹ لپٹ کر بوسے اور جھپٹ جھپٹ کر دعائیں
لے رہی تہی۔ مریض کے زیادہ اصرار پر اتنا کہا بیٹا مجھ دکہیاری
کی بپتا کلیجہ ہلا دے گی دو لال خاک میں جا سوئے ایک ہو بہو تیری
صورت کا تہا جسکی یاد آج کلیجہ تڑپا رہی ہے۔ ماں بیٹوں کی گفتگو میں رات
صبح ہو گئی ڈاکٹر آیا حرارت دو درجہ بڑھی ہوئی تہی غصہ سے کہا
بچہ جاگا ہی نہیں بلکہ دماغ سے کام لیا بہتر ہے کہ کمرہ بند کر دو اور
آج بالکل تنہا چھوڑ دو نزلہ برعضو ضعیف تمام مصیبت اسی تیمار دار پر
آئی اور تنویر فریدوں قدر کے حکم سے فوراً محل سے باہر نکال دی
گئی روتی پیٹتی باہر آئی دن بہر بارہ دری کے چکر کاٹے معاملہ اتنا نازک
تہا کہ نہ کچھ پوچھ سکتی تہی نہ کہہ سکتی تہی مگر دلپر جو گذر رہی تہی وہ خدا ہی
خوب جانتا تہا ایک ایک کے آگے ہاتہ جوڑتی تہی کہ مجھے اندر پہنچا دو

بھوکی ہوں ٹہل کرونگی پیٹ بہرونگی مگر کس کے دل کو لگی تہی اس کان سنا اس کان اُڑا دیا۔

الٰہی ماتا کی مصیبت دشمن پر بھی نہ پڑے روتے روتے آنکھیں سوج گئی تہیں اور کچھ سجھائی نہ دیتا تھا شام کے وقت بلکتی ہوئی ڈاکٹر کے قدموں پر گری اور کہا ہمایوں کی کہلائی ہوں خدا کا واسطہ مجکو میرے بچہ تک پہنچا دو ڈاکٹر صاحب اولاد تہا ساتہ لے گیا گہر میں افراتفری مچی ہوئی تہی ایک بچہ کی علالت دوسرے کی پیدایش کسیکو خبر بھی نہوئی اور تنویر بچہ کے کمرے میں پہنچگئی۔

جب شب سیاہ اپنا پورا قبضہ جما چکی اور لوگ اپنے اپنے بچھونوں پر پہنچے تو تنویر اٹھی بچہ کے قدموں سے آنکھیں ملیں گو ڈاکٹر نے ممانعت کر دی تہی مگر دل کی لگی دم بہر کو بھی خاموش نہ ہونے دیتی تھی اس نے آنکھ بند کی اس کی جان پر بنی وہ خاموش ہوا یہہ پریشان ہوئی کبھی سانس دیکھتی تھی کبھی نبض کبھی ہاتہ چومتی تھی کبھی پاؤں چند گھنٹہ کے مہمان پر دیوانہ وار صدقے اور پروانہ کی قربان ہو رہی تہی کلیجہ ان ہی دو داغوں سے چھلنی ہو چکا تہا اور اب تنویر اس قابل نہ تہی کہ ہمایوں جیسا بچہ جو ہزاروں منتوں اور بلاؤں سے جوان ہوا جس کے نام کی دیوانی اور صورت کی قربان تہی آنکھوں کے سامنے سے اُٹھ جائے اور وہ زندہ رہے مگر دنیا کے تماشے دکھا رہی تہی چھوٹے کی خبر سنائی منجھلے کی قبر دکھائی

اور اب یہ شیر جوان آنکھوں کے سامنے دم توڑ رہا تھا تین تین گھنٹے
بعد دوا دی جا رہی تھی۔ اور پانچ دن پانچ رات کی بھوکی پیاسی
سب کام اپنے ہاتھ سے کر رہی تھی۔ ہوش و حواس جا چکے تھے
ملنے کی دوا بتول میں پلادی زہر کا حلق سے نیچے اُترنا
تھا کہ بچے نے صرف اتنا کہا: ہائے ظالم ملنے کی دوا پلادی گئی۔
اور بیہوش ہو گیا اسوقت کی حالت خدا دشمن کو بھی نہ دکھائے
دیواروں سے ٹکریں ملتی تھی اور تڑپتی تھی آدھی رات کا گجر بج
رہا تھا کہ ہمایوں کا سانس اکھڑ گیا اسی حالت میں اُس نے آنکھ
کھولی اور دیکھا کہ سر ماں کی گود میں ہے۔ ہاتھ گلے میں ڈال دیے
اور اتنا کہہ کر پھر بیہوش ہوا میری بدنصیب ماں میری خطا معاف
بچے کا اتنا کہنا تھا کہ تنویر بچہ کو لپٹی ہوئی تھی کہ اس نے پھر
آنکھ کھولی زبان بند ہو چکی تھی۔ ماں کے آگے ہاتھ جوڑے
نگاہ ماں کے چہرے پر تھی کہ ایک ہچکی آئی اور ختم ہوا۔ بدنصیب
ماں مردے کو کلیجے سے لگائے تڑپ رہی تھی کہ کچھ خیال آیا
اُٹھی وہی دوا خود پی لی۔ ایک چیخ ماری اور یہ کہہ کر لاش پر گری

"لے چاند اکیلا نہ سونے دوں گی"

لوگ دوڑ پڑے فریدوں آیا ڈاکٹر بلوایا تنویر اس وقت ہشیار
ہوئی اور با آواز بلند کہا۔

میں ہمایوں کی سچی چاہنے والی بدنصیب تنویر ہوں

میرے تینوں لال مجھ سے چھوٹ گئے اور اب تھوڑی دیر بعد میں بھی دنیا سے رخصت ہوتی ہوں۔ قیامت کے روز خدا اس بات کی شہادت دے گا کہ تنویر کا دامن عصمت ہر دھبے سے پاک ہے میری قبر میرے لال کے برابر بنا دینا کہ جب تک گہری نیند سوؤں میرا بچہ میرے کلیجہ سے چمٹا رہے۔"

تنویر کی گفتگو یہیں تک پہنچی تھی کہ اسکی آواز لڑکھڑا گئی اس نے فریدوں سے بدقت کہا کہ "میرے سرتاج میرے قصوروں کو معاف کرنا" اور ختم ہوئی۔

راشد الخیری

---

## کھانسی کا مجرب نسخہ

پھٹکری سفیدہ ۵ تولہ۔ مسکہ گاؤ ۵ تولہ دونوں کو خوب کھرل کریں اور پھر آک کے پتوں پر لیپ کر کے کسی برتن میں چھوٹا سا سوراخ کر کے نیچے ایک اور برتن رکھ کر پتال جنتر کے ذریعہ تیل نکالیں۔ اور ایک بوند سے دو بوند تک بتاشہ میں رکھکر کھائیں۔ مجرب ہے۔ مزید فائدہ۔ یہ دوائی دمہ یا ضیق النفس کے واسطے بھی اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔

راقم۔ ابو ظفر

# وفاداری

اے میری بہنو عصمت دنیا پر سوا اپنے حقیقی بہن بھائی اور ماں باپ کے کوئی میرے خیال میں دوست نہیں ہوتا۔ جو بات اپنے بھائی کو اپنی بہن کی پاس داری کی ہوگی وہ اور کسیکو نہیں اور اسی طرح سے جو اپنی بہن کو دردمندی ہوگی وہ کسیکو نہیں گو میرے کوئی حقیقی بہن بھائی نہیں ہے مگر دنیا کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے۔ کہ جو اپنا حقیقی عزیز ہوتا ہے اور کوئی دنیا میں نہیں میں نے سنا ہے کہ لوگ دنیا میں بہن بھائی بنا لیا کرتے ہیں مگر یہ سب میرے خیال میں غلط اور لغو بات ہے گو میں اسبات کو برا نہیں سمجھتی ہوں مگر جب خدا ہی نے تم کو اسبات سے محروم رکھا ہے تو کیوں کسیکو شریک کرو یوں سب اپنے دینی بہن بھائی ہیں۔ اپنے دینی اسلام کو بھولو نہیں اس سے زیادہ کیا ہے خدا اور رسول کے حکم پر قائم رہنا درست ہے ہمارے حضور کی یہ عادت تھی کہ جب کھانا کھایا کرتے تو جو چیز انکو پسند ہوتی باعدہ وہ سب کو تقسیم کر کے کھاتے ہم بھی سب مسلمان بہنیں ہیں سب کے ایک نظر رکھنا چاہیئے خاص بات پیدا کی کرنی درست نہیں ہے۔ مثل مشہور ہے نہ رتی بھر ناتا نہ گاڑی بھر آشنائی

"نہ رتی بھر ناتا نہ گاڑی بھر آشنائی"

اے بہنو جو بات اللہ پاک نے بنائی ہے وہ کسی کے گھڑے سے نہیں گھڑی جاتی۔ کمہار کھلونے بناتے ہیں دیکھو کیسے خوبصورت ہوتے ہیں مگر جان تو اللہ ہی ڈال سکتا ہے۔ بندے کی مجال نہیں ہم تم کیسی کیسی گڑیوں سے کھیلے ہیں اور کیسے کیسے شادی بیاہ کیئے ہیں مگر روح تو نہیں ڈال سکتے اسی طرح یہ بنائے ہوئے رشتہ ہیں۔ عزیز بہنو جو اللہ کا حکم ہے اسی پر چلو اور کسی قسم کی نئی بات اپنے دل سے نہ بناؤ اگر بنا بھی لی تو اس میں کوئی نہ کوئی خرابی ہوگی اور فلاحیت ہوگی ظاہری یا باطنی دنیاوی یا دینی۔

بس بہتر ہے کہ اپنی دینی بات پر قائم رہو اور اللہ کے فرمان کو بجالاؤ۔ اسی میں بہتری ہے +

**مسز سیّد نواب حسن**

---

**تلی کا نسخہ** } نوشادر۔ سُہاگہ خام۔ لونا بجی۔ ہیرا کسیس ہر چہار ہموزن۔ مویز منقی بقدر ضرورت میں پیس کر گولیاں جھاڑی بوٹی کے بیر کے برابر صبح و شام ایک ایک گولی کھایا کریں نہایت مجرب و عمدہ ہے۔ بادی اور ترشی چیز سے پرہیز کریں۔

راقم ابو ظفر

# ماں کی یاد

جس گلستاں میں خراماں تھی کبھی بادِ بہار
آج اس میں ہر طرف رنگِ خزاں ہے آشکار

ٹھنڈی ہوا ساون کا مہینہ اس میں گھٹا کا آنا اور بلبل کا خوش الحان آواز سے گانا عجب سماں تھا ادھر تو آسمان پر گھٹا گھری ہوئی تھی اور ننھی ننھی پھوار برس رہی تھی ادھر ان غمزدہ لڑکیوں کے مغموم دلوں پر اپنی والدہ مرحومہ کی یاد کی گھٹا چھاری تھی۔ یہ دونوں بار بار یہ شعر پڑھتی تھیں ؎

گیندہ کھلا۔ گلاب کھلا۔ موتیا کھلی
دل کی کلی نہ تجھسے کبھی اے صبا کھلی

آنکھوں سے اشک زار و قطار جاری تھے اسوقت ان غمزدہ بچیوں کی حالت دیکھی نہیں جاتی۔ خدا جانے یہ غریب کس فکر میں مبتلا ہیں کہ اس خوش نما منظر سے محظوظ نہیں ہوتیں افسردگی ان کے چہروں سے برس رہی ہے آنسو کی لڑیاں مثل موتیوں کے جاری ہیں بائیں طرف کے کمرے سے ایک لڑکی آئی جس کی عمر تقریباً دس سال کی ہوگی اور کہا آپ کو سب بہنیں بلا رہی ہیں یہ بیچاریاں غم سے آلودہ اٹھیں اور اس لڑکی کے ہمراہ ہولیں مگر دل کے

صدمہ کی وہی حالت تھی جاکر بیٹھ گئیں اور باتیں کرنی لگیں ایک بہن کہوں صاحب آج آپ اتنی دیر کر کیوں آئی ہیں ہم سب آپ کا انتظار کرتے رہے۔ خوب آج تو مس صاحبہ بھی ایک گھنٹہ سے بیٹھی ہوئی ہیں۔ یہ دونوں غمزدہ چپ رہیں اور تھوڑی دیر سکوت کے بعد کہنے لگیں اس وقت کچھ خیال نہیں رہا ہمیں بڑا افسوس ہے کہ آپ کو اور مس صاحبہ کو ہمارا انتظار کرنا پڑا اسوقت دل کی عجب حالت تھی جو الفاظ زبان سے نکلتے تھے غمگین ہنسی کا تو ذکر کیا بلکہ آنکھوں میں اشک بھرے ہوئے تھے جسکو نہایت صبر و استقلال کے ساتھ ضبط کر رہی تھیں۔ اور سب لڑکیاں خموش اور محظوظ ہو رہی تھیں آہ مگر بدنصیب زبیدہ اور فہمیدہ دونوں اپنے غم میں مبتلا تھیں۔ فہمیدہ کی ہم عمر بہنیں ان کے سر ہو کر جھولا جھلانے لگیں گو فہمیدہ کا دل اسوقت رنج سے بالکل ٹوٹا ہوا تھا اور اس کا دل نہ چاہتا تھا کہ وہ اسوقت جھولے مگر بہنوں کے اصرار سے جھولنے لگی صدمہ کے وقت تو خاموشی ہی اچھی معلوم ہوتی ہے مگر آفریں ان لڑکیوں پر جو اپنے غم کو اوروں کی خوشی پر قربان کر رہی ہیں فہمیدہ کے ساتھ جو بہن جھولا جھول رہی تھی انہوں نے فہمیدہ سے کہا کہ بوا گیت گاؤ فہمیدہ سرد آہ بھر کر بولیں مجھے تو کوئی گیت نہیں آتا تم ہی کوئی گیت اسوقت سناؤ بہن تم کو تو خوب گانا آتا ہے۔ پرسوں ہارمونیم کے ساتھ

گا رہی تھیں سا ماشاء اللہ کیسی اچھی اچھی نعت اور گیت آتے ہیں
ان دونوں میں تو یہ باتیں ہو رہی تھیں زبیدہ کی سہیلیاں کہنے
لگیں یا تو تم باڈمنٹن کھیلو یا گراموفون بجاؤ۔ زبیدہ بہن میں
باجہ بجاؤں گی یہ کہکر باجے کی میز کی کرسی پر بیٹھ گئی اور یہ رکارڈ
چڑھایا ؎

فغاں میں آہ میں فریاد میں شیون میں نالے میں
سناؤں درد دل طاقت اگر ہو سننے والے میں

کیونکہ شعر یہ زبیدہ کے حسب حال تھا اسوجہ سے زبیدہ کا دل
بے اختیار ہو گیا ہچکی بندھ گئی۔ رومال روتے روتے تر ہو گیا
مگر ساتھ ہی اسکو یہ خیال آیا کہ میرے آنسوؤں سے کسیکو تکلیف
ہو اور ان کے شگفتہ دل اس سے ملول نہوں اس کے بعد ڈاکٹر
محمد اقبال کا قومی ترانہ چڑھایا گیا شام کے سات بجے تھے
نماز مغرب کا وقت ہو گیا نماز پڑہی اتنے میں کھانے کے کمرے
میں سے گھنٹی کی آواز آئی اور سب بہنیں رخصت ہوئیں۔

اے۔ آر۔ بیگم

ہندوستان میں سب سے پہلے ریلوے سڑک تھانہ میں ہوگلی میں بنی
ہے *

# اعجاز نما چاول

۲۰ اکتوبر کو ایک تار محترمہ عائشہ بیگم صاحبہ کا اور ایک چٹھی ظہیر الحسن صاحب منیجر کارخانہ عائشہ بیگم کی آئی کہ وہ امروہہ سے مولف خاتون صاحبہ وغیرہ سے تشریف لاتے ہیں۔ ہم نے حسب ہدایت ظہیر الحسن صاحب موصوف اسٹیشن پر زنانہ سواری وغیرہ کا معقول بندوبست کرا دیا تھا۔ شام کے پانچ بجے کی ٹرین سے بنت الف خاتون صاحبہ اور معظمہ عائشہ بیگم صاحبہ ظہیر حسن صاحب کے ہمراہ تشریف لائیں۔ پہلے کارخانہ اور دفتر وغیرہ کا معائنہ فرمایا اور اوس کے حسن انتظام کی کافی سے زیادہ تعریف فرمائی جس کا شکریہ

اور زیادہ تر قابل شکریہ آپ کا وہ تحفہ ہے جس کے ذریعہ سے آپ قوم اور ملک کے خدمت کر رہی ہیں۔ وہ تحفہ اعجاز نما چاول ہے جو بنت الف خاتون صاحبہ نے اپنے ہینڈ بکس سے نکال کر عنایت فرمایا +

اعجاز نما چاول چاندی کی خوشنما کیری میں ایک رنگین چھوٹے سے لفافہ کے اندر رکھا ہوا تھا اور یہ کیری اور ایک ٹین کی ڈبیہ میں بند تھی۔ اور اس کے ساتھ ایک خوردبین جس سے چاول پڑھا جاتا ہے، تھی یہ سب چیزیں، ایک بڑی ٹین کی منقش دبیا میں محفوظ تھیں

اعجاز نما چاول ایک معمولی چاول کا دانہ ہے اس پر سورہ اخلاص نہایت پاکیزہ حرف میں تحریر ہے اور آخیر میں علاوہ سورہ قل ہو اللہ شریف کے ہمارا ناچیز نام بھی نام بھی مرقوم ہے یہ تمام عبارت بغیر خوردبین کی مدد کے پڑھی جاتی ہے۔ واقعی ایک ایک حرف بلکہ ایک ایک نقطہ نہایت صاف پڑھنے میں آتا ہے تعجب یہ ہے کہ اوس کی قیمت بھی نہایت معمولی یعنے مع خوردبین اور چاندی کی کیسری وغیرہ کے صرف ایک روپیہ آدھ آنہ رکھی ہے۔ بادی النظر میں اس کی قیمت کچھ بھی نہیں ہے۔

عصمتی بہنیں ضرور اس تحفہ کو خریدیں اور حرز جان بناکر اپنے پاس رکھیں +

یہ معلوم ہوکر ضرور افسوس ہوا کہ امروہہ کا کوئی (فرضی عبداللہ سوداگر) شخص اون کی ان قومی خدمات میں رخنہ اندازی کررہا ہے۔ اونکی طرف سے پولیس کے ذریعہ مصنوعی عبداللہ مذکور کی تلاش کیجارہی ہے۔ جس کا خمیازہ اوس کے ظاہر ہونے پر ضرور ضرور اوسکو بھگتنا پڑے گا۔

مخدومہ عائشہ بیگم صاحبہ ایک نہایت ذی فہم اور سنجیدہ عورت ہیں اور آپ کو سید محمد ظہیر صاحب سب انسپکٹر کی زوجیت کا شرف حاصل ہے۔ اعجاز نما چاول آپ ہی نے ایجاد کیا ہے اور اعلیٰ خیالات

صاحبہ ہمشیرہ سید محمد صاحب موصوف کو بھی آپ نے اعجاز تحریر سے واقف کیا ہے۔ چنانچہ بنت الف خاتون صاحبہ بھی ناول نویسی کا کام کرتی ہیں اور تمام کام کارخانہ عائشہ بیگم کا بنت الف خاتون صاحبہ کے سپرد ہے کیونکہ عائشہ بیگم صاحبہ زیادہ تر پنجاب گوجرانوالہ وغیرہ میں سید محمد ظہیر صاحب کے ہمراہ رہتی ہیں۔ امید ہے کہ اور دوسری بہنیں بھی ان ہر دو بیبیوں کے لاجواب تحفہ کو خرید کر ان کی حوصلہ افزائی فرماویں گی اور اس تحیر خیز تحفہ کی داد دیں گی۔ بنت الف خاتون صاحبہ یہ بھی وعدہ فرما گئی ہیں کہ آیندہ وہ عصمت کو بھی اپنے مضامین کے ذریعے یاد فرماتی رہیں گی۔ چنانچہ آج امروز ہے اونہوں نے ایک نظم بذریعہ ڈاک ارسال فرمائی ہے جو شکریہ کے ساتھ درج کیجاتی ہے۔

---

دنیا میں سب سے بڑا پل۔ دنیا میں سب سے بڑا پل چین میں سنگانگ کے قریب "لائن برج" (یعنی شیر والا پل) ہے جو دریائے بیلوسی پر ۵ میل تک پھیلا ہوا ہے اور تین سو بڑی بڑی سنگین محرابوں پر قایم ہے۔ سڑک پانی سے ۷۰ فیٹ بلند ہے۔ ہر پل پائے پر ۲۱ فیٹ لمبی ایک شیر ببر کی مورت سنگ مرمر کی بنی ہوئی ہے +

ح - ا

# تعلیم

تعظیم کی ضرورت تکریم کی ضرورت
اور سب سے زیادہ تعلیم کی ضرورت

ہم دین سے ہیں غافل دنیا سے بےخبر ہیں
جز ہم نہیں ہے کوئی بے علم و بے تمیز

تعلیم سے جو کوسوں ہم دور رہ کے جائیں
کیا ہم خدا کو جانیں کیا ہم نبی کو مانیں

روزہ میں فائدہ کیا اور کیا نماز میں ہے
کیسا ثواب حاصل اس سوز و ساز میں ہے

جنت کے ملنے کی ہوگی نجات کیونکر
جب علم ہی نہ ہو تو سمجھیں یہ بات کیونکر

کیا چیز ہے جہنم لگ جائے آگ اسکو
جائیگا کون اوس میں کس سے ہے لاگ اسکو

کیا چیز ہے قیامت کس طرح اسکو مانیں
اوندھی جو اپنی مت ہو تو اسکو خاک جانیں

تعمیل حکم شوہر کس واسطے کریں ہم
کچھ باندیاں نہیں ہیں شوہر سے کیوں ڈریں ہم

تعلیم ہو تو سب کچھ حاصل ہو واقفیت
سو جان سے کریں ہم اللہ کی عبادت

تعلیم ہو تو سمجھیں اپنے رسول کو ہم
حاضر ہے اطاعت سب جیسا ہی ان کا ہو حکم

تعلیم ہو تو سمجھیں شوہر کے مرتبہ کو
گردن ہماری اوس کے آگے ہمیشہ خم ہو

اپنی ترقیوں کا ہے انحصار اسپر
تعلیم کی ضرورت سب سے ہے اول معتبر

راقمہ الف خاتون

# بزمِ عصمت

کان کے درد کی دوا جو بہن دریافت کرتی ہیں انکی خدمت میں عرض ہے کہ صرف گلیسرین سے پچکاری دیکر کان کو صاف کرائیں اور ایک ڈروپ کان میں ڈال دیں۔ فقط

نسیمہ

بہن صاحبہ مکرمہ معظمہ تسلیم مع تعظیم۔ مزاج شریف۔ عرصہ ہوا ایک قطعہ کارڈ ارسال خدمت کیا تھا لیکن معلوم نہوا کہ کارڈ مذکورہ نے ملاحظہ سے گذرنے کا فخر حاصل کیا یا نہیں اور نہ پرچہ عصمت ہی میری نظر سے گذرا جس سے مجکو معلوم ہو جاتا کہ کارڈ شائع کردیا گیا ہے براہ کرم اب مندرجہ ذیل سطور آیندہ پرچہ جو شائع ہونیوالا ہو درج فرماکر ممنون و مشکور فرمایئے۔ گذشتہ پرچہ عصمت میں ایک بہن صاحبہ نے ایڈورڈس ہیرلین کے استعمال کی اون بہنوں کو ہدایت کی ہے جن کے سر کے بال گرتے ہوں یا کمزور ہوں۔ مہربانی فرماکر اس کے ترکیب استعمال اور یہ کہ کس قیمت پر کہاں دستیاب ہو سکتا ہے وغیرہ بذریعہ عصمت مطلع فرماکر مشکور فرمائیں۔ خاکسار مس ف۔ ہ۔ از دکن

رسالہ عصمت میں ایک بہن صاحبہ نے صابون کے متعلق ایڈورڈس ہارلین کے استعمال کو تحریر کیا ہے میں بہن صاحبہ موصوفہ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے عرض کرتی ہوں کہ اوس کی ترکیب استعمال نیز اوس کے استعمال کرنے سے کس چیز سے پرہیز کیا جائے اور کہاں کہاں اور کس قیمت پر دستیاب ہو سکتا ہے مہربانی فرماکر بذریعہ عصمت تحریر فرمائیں۔ آپ کی ایک بہن۔ از بریلی

# عِصمَت

## بچے کی تیاریاں

جوں ہی کسی عورت کو یہ معلوم ہو کہ وہ ماں ہونے والی ہے اس کا یہ خوشنما فرض ہونا چاہیئے کہ وہ اپنی زندگی کو حکم دے کہ اس کا بچہ طاقتور تندرست اور خوبصورت ہو۔ پیدائش سے پہلے نو مہینے اور پیدائش کے بعد پہلا سال صحت کے اعتبار سے خاص توجہ کے قابل ہیں نہایت ضروری احتیاط ماں کو لباس خوراک آب وہوا۔ نیند اور آرام میں کرنی چاہیئے۔ عقلمند عورت ایسے موقعہ پر فضول کہانے چھوڑ دے گی اور وہ صرف وہ خوراک کھائے گی جو اس کے اور اس کے نہ پیدا ہوئے بچہ کے لیے مفید ہو۔ زود ہضم اور اچھی غذا کا استعمال نہایت ضروری ہے

جس میں تھوڑا سا گوشت بھی شامل رہے بعض ڈاکٹر پھل نباتات اور روٹی کو ان دنوں میں زیادہ مفید بتاتے ہیں۔ زیادہ مؤثر غذا سرکہ۔ عرق نعناع۔ وغیرہ مضر ثابت ہوئی ہے۔ چاء اور کافی کا استعمال مضر نہیں ہے۔ مگر دودھ اچھا ہو اور اس کے ساتھ ہی صاف ستھرا بھی ہو۔ انگور۔ سیب۔ سنگترا۔ انجیر۔ بہت اچھی چیزیں ہیں جو ماں کو پیدائش میں کافی مدد دیتے ہیں منشیات سے قطعی پرہیز کرنا چاہیئے۔ بہتریں ڈاکٹروں کا اتفاق ہے کہ الکحل ہر صورت میں حاملہ کے واسطے تکلیف دہ اور غیر ضروری ہے۔ پروفیسر سر وڈ ہیڈ کہتے ہیں کہ ناممکن ہے کہ حاملہ عورت کسی مقدار میں بھی الکحل کا استعمال کرنے اور اس کے پیٹ کے بچہ پر خراب اثر نہو۔ لباس گرم مگر ہلکا ہونا چاہیئے جس پر کوئی زور نہ پڑے کیونکہ جسم کے کسی حصہ پر بھی دباؤ نہ ڈالنا چاہیئے۔ بالخصوص دل کی احتیاط بہت زیادہ کرنی چاہیئے

یہ بڑی سخت غلطی ہے کہ ماں ہونے والی عورت گھر کا کاروبار نہیں کرسکتی اسکو صرف وزنی چیزیں نہ اٹھانی چاہیں یا سیڑھیوں پر چڑھنے میں احتیاط کرنی چاہیئے اور نیز زیادہ دیر تک کھڑا بھی نہونا چاہیئے۔ باقی معمولی کام جس میں زیادہ محنت کی ضرورت نہ ہو انجام دینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ تازی ہوا کی ضرورت بہت زیادہ ہے کیونکہ ان دنوں میں سانس جلدی جلدی چلتا ہے اور اس سے

کوشش ہونی چاہیئے کہ اچھی ہوا پیٹ میں جاتی رہے۔ سونے اور رہنے کا مقام اس قدر عمدہ اور تازہ ہوا سے بھرا ہوا جس قدر ممکن ہے۔ غیر معمولی جوش بالکل نہ آنا چاہیئے مثلاً تھیٹر میں جانا یا ناول وغیرہ کا مطالعہ +

قدیم یونانی اندرونوں میں اپنی عورتوں کے گرد و پیش نہایت خوبصورت تصاویر اور نقش و نگار رکھتے تھے کہ ان کے لڑکے طاقتور اور لڑکیاں حسین پیدا ہوں۔

کوشش کرنی چاہیئے کہ حاملہ عورت کے خیالات نو مہینہ نہایت اچھے پاکیزہ اور خوش رہیں کیونکہ تمام کائنات میں بچے خدا کی نعمت اور سب سے زیادہ محبوب چیز ہیں +

حاملہ عورت کا تیز مسہل لینا بڑی سخت غلطی ہے۔ جب تک کہ ڈاکٹر کسی مجبوری سے تجویز نہ کرے +

بستر سے اٹھکر اور سوتے وقت ایک گلاس صاف شفاف پانی یا تھوڑی سی مقوی غذا کا استعمال بہت مفید ثابت ہوگا۔

[illegible]

[illegible]

دونوں پیالی اور دونوں [illegible] پھرتے ہیں کے
پتے لیکر اور بقدر ضرورت پانی اور [illegible] باندھکر [illegible]
دیا جائے [illegible] سوختہ کر کے [illegible] آنکھ میں لگایا [illegible]

# کاجل

یہ ایک مشہور بات ہے کہ کاجل سے آنکھ بڑی ہوتی ہے اور اسی واسطے اکثر مائیں اپنے بچوں کو کاجل سے بچا بنا دیتی ہیں۔ طب کے اعتبار سے کاجل آنکھ کے واسطے ٹھنڈا تو ضرور ہے مگر نہ اتنا کہ کوئی لمحہ بھی آنکھ کاجل سے خالی نہ ہو۔ سرمہ بڑوں اور چھوٹوں سب کے واسطے مفید ہے۔ لیکن اس خیال سے اس کا استعمال کہ وہ حسن میں داخل کیا جائے غلط معلوم ہوتا ہے۔ رات کو سوتے وقت اگر سرمہ لگا کر سوئیں تو آنکھ کے واسطے بہت اچھا ہے۔ اور کاجل سے زیادہ مفید ہے۔ پر سمجھ میں نہیں آتا کہ کاجل کا اس کثرت سے استعمال [illegible] واسطے ایک ٹیکہ [illegible] سرمہ کا استعمال [illegible] کے وقت [illegible] اور بچوں کو ایک [illegible]

کیا [illegible] صاحب اس [illegible]

قلم اٹھائیں گے اور مجھکو ممنون فرمائیں گے کہ کاجل کا استعمال اس کثرت سے ہم میں کیوں ہے اور اس میں کیا فائدے اور مصلحتیں ہیں +

سروری بیگم

---

(نسخہ برائے امراض چشم و مقوی بصر) زرد چوب کو عرق بادیان میں باریک کریں اور پارچہ سوتی اس میں رنگ کر خشک کریں اور خانہ عنکبوت (یعنی مکڑی کا جالہ) صاف کر کے پارچہ مذکور میں لپیٹ کر فتیلہ بنا کر چراغ میں رکھیں اور روغن بادام دو حصہ روغن کاہو ایک حصہ ہر دو روغن شامل کر کے فتیلہ مذکور خوب تر کریں اور حسب رواج چراغ جلا کر کاجل اُتاریں بعدہٗ شورہ قلمی چار ماشہ۔ پھٹکری بریاں تین ماشہ۔ سرمہ سا کر کے شامل کاجل میں کریں اور باحتیاط کسی ظرف میں نگاہ رکھیں۔

اولاً پلک کے اوپر جو بال ہوں انہیں اُکھاڑیں پس ازاں کاجل مذکور کا روزانہ استعمال کریں خصوصاً سوتے وقت۔ انشاء اللہ پورا نفع دے گا۔ بشرطیکہ مربے ہلیلہ۔ دو تولہ۔ ہمراہ ورق نقرہ صبح کو بلا ناغہ استعمال کریں۔ پرہیز بادی و کھٹائی و لال مرچ وغیرہ سے کرنا چاہیئے۔

راقم۔ ابو سکندر

# باورچیخانہ

یہ یقین کرنے کے بعد کہ باورچیخانہ کا تعلق ہماری صحت سے بہت زیادہ ہے ہمارا پہلا فرض یہ ہے کہ ہم باورچیخانہ کے انتظام پر خصوصیت سے متوجہ ہوں +

نئی دولہن کو اپنے گھر میں پونچکر جہاں اور بہت سی باتوں کا اہتمام کرنا ہے وہاں باورچیخانہ بھی اس کی توجہ اپنی طرف کھینچیگا +

ہم کو اسوقت یہ دیکھنا ہے کہ جو نوکر باورچیخانہ میں کام کر رہے ہیں اُن کے بیٹھنے اوٹھنے کے واسطے ہمارے باورچیخانہ میں کافی جگہ ہے یا نہیں ہے اگر نہیں ہے تو ظاہر ہے۔

اچھا کام کرنے والے تکلیف سے اکتا کر چلدیں گے اور انکی جگہ ایسے لوگ آئیں جو کام کو بالکل خراب کریں۔ یہ معمولی حیثیت کے لوگ ہوں گے اور ایسا ہی انکا کام بھی ہوگا +

یہ ضرور نہیں ہے کہ باورچیخانہ کا کمرہ بہت وسیع یا اچھے سامان سے آراستہ ہو بلکہ ضروری یہ ہے کہ وہ ہر ضرورت کو رفع کر سکے۔

اب یہ دیکھو کہ باورچیخانہ کی چاروں دیواریں روزانہ اچھی طرح دھل کر صاف ہوا کریں اور سال میں دو مرتبہ انپر رنگ پھیرا جاوے باورچیخانہ کا فرش بڑی توجہ کے قابل ہے جو پختہ ہونا چاہئے

اور ہر حال میں دہونے کے قابل ممکن ہو تو لکڑی کا ہو جو آسانی سے
صاف ہو سکے یہ احتیاط لازمی ہے کہ خاک اڑکر باورچیخانہ میں
نہ آنے پائے دروازوں اور کہڑکیوں پر ایسی چیزیں پڑی چاہئیں
وہ خواہ چلمنیں ہوں یا پردے۔ جو ہوا کو اندر آنے سے
نہ روکیں۔ مگر خاک کو اندر داخل نہ ہونے دیں +

کھانا پکانے والے مرد، بیویاں، عورتیں، ہر وقت صاف
ستھرے اور اچھے لباس میں رہیں اور یہ انتظام ہو سکے
تو بہت ہی اچھا ہے کہ باورچی کھانے کو ہاتھ لگانے سے پہلے
غسل کرے اور پھر کھانا پکانے میں مصروف ہو۔ صافی ہرگز
میلی نہ ہونی چاہیئے اور یہ بھی لباس کی طرح صاف شفاف
ہو اسی طرح برتن بھی اگر بے قلعی اور میلے ہوں گے تو کھانا
خراب پکنے کے علاوہ صحت پر اچھا اثر نہ کریں گے۔ پانی جو
باورچیخانہ میں استعمال ہو ممکن ہو تو فلٹر کیا ہوا ہو ورنہ گھر کی
بیوی اس کی ذمہ دار ہے کہ پانی میلا خراب اور ناقص نہو +

ترجمہ

---

پیرس میں چونکہ کھانا پکانا [illegible] دنیا میں مشہور ہے [illegible]
چاہئے ضرور نوکر میں [illegible] مرتبہ [illegible] ہزار [illegible] بیمار ہو سکے [illegible]
(یعنی باورچی) اور تنومند کرنے والے ہر وقت [illegible] بنتے رہیں +

رقم - ابو ظفر

# الوانِ نعمت

## گاجر اور میٹھے کدو کے لوزات بنانے کی ترکیب

چھلا ہوا زرد ک

کا مغز آدہ سیر قند سفید کا شیرہ ایک سیر روغن زرد آدہ سیر دیگچے
میں ڈال حل کرے اوپر سے شیرہ ڈال کر قوام بنا کے تار چھوٹنے کے
وقت آدھے لیموں کا رس اور قدرے زعفران اور مشک اور
گلاب اور پاؤ بہر مغز بادام مصفا ڈال کر آمیز کرے بعدہ روغنی
سینی میں نکال کر سرد کر کے لوز تیار کر لیوے علیٰ ہذا القیاس
میٹھے کدو کی بھی یہی ترکیب ہے ✣

## کھوئیے کے گلگلے بنانے کی ترکیب

کھوئیہ سیر بھر نشاستہ ایک تولہ آٹھ ماشہ مغز بادام چار ماشے

شکر سفید آدہ سیر روغن زرد پاؤ سیر کھوئیہ میں نشاستہ ملا کر لت کرے
مغز بادام کے چھلکے اتار کر تیار رکھے اور ہر گلگلے میں بادام رکھ کر گھی
میں تلے اور شیرہ تار بند پکا کر گلگلے اس میں ڈالے اگر گھی میں وقت
گلگلے تلنے کے تھوڑا نشاستہ دے تو بہتر ہے ✣

والدہ سکندر مرزا

# "غریب الوطنی"

موت مانگوں تو رہے آرزوئے خواب مجھے
ڈوبنے جاؤں تو دریا ملے پایاب مجھے
میری ایذا کے لیے مرنے میں جان آتی ہے
کاٹنے دوڑتی ہے ماہی بے آب مجھے

آہ! غضب! اُف!!! کس قدر دردناک صدا تھی! کلیجہ ٹکڑے ہوا جاتا تھا۔ نہ معلوم کس فلک زدہ اور حسرت و یاس اور مصیبت کے صید کے منہ سے یہ الفاظ نکلے ہیں؟ ہاں ہاں ذرا چپ تو رہنا دیکھو وہ آواز پھر آنی شروع ہوئی:

واماندوں کے لینے کو بھی آتا نہیں کوئی
تھک کر بھی جو بیٹھے تو اٹھاتا نہیں کوئی

میرے اللہ ہائے میرے مددگار آہ! کدھر جاؤں۔ یہ اندھیری رات یہ کالی گھنگھور گھٹا اور یہ بجلی کی کڑک و چمک اور میں یوں لاچار جنگل میں پھرتی ہوں۔ آہ! کیا کوئی آتا بھی نہیں کہ میری فریاد ہی سن لے آہ! کیا میرے دل کی حسرتیں دل ہی میں دفن ہوں گی۔ ہائے! اس طوفان کا ادھر خوف اور درندوں کا اس طرف کاش کہ میں ادھر ہی نہ گذرتی اُف! ارے ارے کانٹا پاؤں میں چبھ گیا ہائے!"

## نالہ سرین (۱)

جسوقت کہ یہ آواز آرہی تھی بادلوں کی فوجیں سیاہ سیاہ بھیانک وردیاں پہنے ایک آن میں ادہر سے اودہر تک پھیل گئیں اور دستہ کے دستہ ہوائیں منڈلانے لگے ہوا نے بھی وہ وہ ہاتھ دکھائے کہ گویا اُس نے ان کو آج ہی کے لیے رکھہ چھوڑا تھا لیجئے باتوں ہی باتوں میں بارش نے بڑہ بڑہ کے دست درازیاں کرنی شروع کردیں - گویا کہ وہ اس لاچار عورت کی قسمت پر آٹھہ آٹھہ آنسو رو رہے تھے - اولوں نے بھی لگے ہاتھوں نہایت فیاضی سے گولے باری کرنے شروع کردی - تاریک شب کا یہ عالم تھا کہ وہ گیسوئے جاناں کی سیاہی کو الگ بٹھانے کے لیئے کمربستہ - بجلی کا بار بار چمکنا اس بات پر شاہد تھا کہ وہ اس بدنصیب اور بدبخت عورت کی تقریر پر خندہ زنان ہے اور اُس کے کبھی کبھی چپ جانے سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سوتے میں عزیزکی رنجیں صحت رخسارہ آپڑی ہیں الغرض ایسے سارے اسباب مہیا تھے جن کا کہ اس غریب اور بے وطن عورت کے خوف و ہراس کو المضاعف کرسکنا بائیں ہاتھ کا کھیل تھا (چیخنے کی آواز آتی ہے) ہائے .... مرے .... پرور .... دگار .... پاس جاکر دیکھتے ہیں تو غریب عورت بے حس و حرکت پڑی ہوئی ہے کیونکہ اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کرکے عالم بالا کو سدہار چکی ہے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۵

ہمیں نہیں معلوم کہ کس وجہ سے اس کی جان نکلی تاہم اتنا ضرور جانتے ہیں کہ شاید وہ بجلی جس کی ابھی ابھی آواز سُنی گئی تھی اُس کی ہلاکت کا باعث و موجب ہوئی۔

ناظرین! :-

یہ بدبخت عورت یوں بے کسی کی حالت میں اجل کی نذر ہوگئی۔ نہ معلوم اُسکے دل میں کیا کیا حسرتیں ہوں گی؟ آہ! کیا اُسے اپنے ننھے ننھے بچوں اور عزیزوں کا خیال نہ ستاتا ہوگا؟ ہائے! کیا اُس کی آنکھوں میں اپنے محفوظ اور آرام دہ مکان کی تصویر نہ پھر رہی ہوگی؟ آہ! کیا اُس کے تخیل نے اُسکو ایسے سین میں لاکر کھڑا نہ کر دیا ہوگا جب کہ وہ اپنے بچوں کی اُن آیندہ مشکلات کا نظارہ کر رہی ہوگی جو کہ اُس کے مرجانے کے بعد ان کے سدراہ ہوں گی؟ کیا اُس نے اس بات کا تصور نہ کیا ہوگا کہ بجائے اس کے کہ وہ اُن سے ملکر خوش ہوتی۔ اُس کے ننھے ننھے معصوم اسے نہ پاکر کس طرح بلکیں گے؟ ضرور یہ سب کچھ ہوا ہوگا۔ مگر کیا کیا جا سکتا تھا ؎

وائے قسمت پاؤں اپنے رہ گئے تھک کر امیر

وادیٔ مقصود جب دو چار منزل رہ گیا

اے وطن میں چین و آرام و راحت سے بسر اوقات کرنے والو! اے عالیشان محلوں میں عزیزوں اور یاروں دوستوں کے جمگھٹے میں رہنے والو! تمہیں کیا معلوم کہ کس کی کیا حالت ہے؟ کون کس مصیبت میں

گرفتار ہے؟ تم کیا سمجھ سکتے ہو کہ غریب الوطنی میں کیا کیا تکلیفیں ہوتی ہیں اور کن کن مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے؟ تم نہیں جان سکتے کہ اس وادی میں ایسے ایسے چٹانیں ہیں اس جنگل میں ایسے ایسے خار ہیں جن سے ٹھوکر کھا کر پائے ہمت کو سنبھلنا یا سلجھنا ناممکن سا ہو جاتا ہے +

اے بے خبر رہ رو :-

غریب الوطنوں کے لیے مسرت و خوشی بھی غم و اندوہ کا پیغام ہوتی ہے۔ عید کیسا شادمانی کا دن ان کے لیے غرۂ محرم سے کم نہیں ہوتا۔ نسیم صبح اور باد بہاری کے جھونکے اپنے وہ کام کر جاتے ہیں جو برچھیاں اور تیغیں بھی کرنے سے قاصر ہیں۔ بر کھارت یا موسم برسات کی آمد ان کے لیے رنج و حسرت کی خبر ہوتی ہے اُدھر بارش اپنا زور دکھاتی ہے اور ادھر آنکھیں اپنے آنسوؤں کے تاروں سے اُس کا مقابلہ کرنے کو طیار۔ اگر باغ میں پتے ترو تازہ ہوئے تو ادھر بھی زخم دل ہرے ہوئے کیوں؟ یہ اس لیے کہ ان لوگوں کو اس بات کے احساس سے از حد قلق ہوتا ہے کاش ہم بھی وطن میں ہوتے تو یہ لطف و راحت حاصل کرتے بقول شخصے

بلبل آواز اسیران قفس کو ہے سنا
صحبتیں اگلے چمن کی انہیں یاد آتی ہیں

آہ! خدا جانے کتنے دل ہوں گے جو اپنے گھر اور وطن کے لیے

مندرسے سیماتڑپتے ہوں گے!! آہ! کتنی حسرتیں ہونگی جو کہ گھڑی گھڑی ان کے جگر میں چٹکیاں لیتی ہوں گی۔ واللہ اعلم غم غربت سے کتنے لوگ آزاد ہونا چاہتے ہوں گے۔ مگر قہر درویش بجان درویش مجبوری کیوجہ سے لاچار ہوں گے۔ ہاں! کبھی اتنا ضرور کر لیتے ہوں گے کہ کبھی وطن کا تصور کر لیا اور جمال یار کی مانند اس میں محو ہو گئے۔ مگر جب استغراق سے ہوش آتا ہے اسوقت کی حالت قابل بیان نہیں قلم کی طاقت نہیں کہ رقم کر سکے قرطاس کے جگر کا حوصلہ نہیں کہ جگہ دے سکے ؎

وہ پیاسے ہیں کہ ہم گھبرا کے پانی
ترے چاہِ ذقن میں ڈھونڈتے ہیں

اسوقت کا سین مندرجہ بالا شعر سے پورا پورا روشن ہے۔ اسوقت کی حالت پر غور فرمایئے جب کہ انسان بہت متوحش نگاہوں سے کسی چیز کو دیکھتا ہے کہ اسکے سامنے ہی لیکن جب ہاتھ ڈالتا ہی تو کچھ بھی شئے نہ ناظرین!۔

غریب الوطنی کے غم و الم کو اسی شخص سے پوچھنا چاہیئے جس نے کہ اسکا ذائقہ چکھا ہو۔ اس کے قہر و غضب کو وہی شخص خوب جانتا ہے جو کہ کبھی اسکا شکار ہو چکا ہو اس کے ظلم کی بجلی کی تپش کی بابت اسی دل سے سوال کیجیے جس کے خرمن آرام کو اس نے کبھی پھونکا ہو۔

اے غریب الوطنی!

دیکھ تیرا منہ کعبہ کی طرف ہے! ذرا خدا لگتی کہیو کہ تجھے کیوں اجنبیوں کے ستانے میں مزا آتا ہے ذرا مجھے بھی تو معلوم ہو کہ آخر تجھے اس کیا ملتا اور کیا حاصل ہو جاتا ہے وہ کونسی چیز ہے جو تجھکو اس قدر آزاد دیے کسی پر درد دل کی حسرتوں کا خون کرنے پر راغب کر دیتی ہے اور آمادہ بنا دیتی ہے۔ اے غریب الوطنی!

سچ سچ کہیو کہ اگر تو غریب الوطنوں کو طرح طرح کے آلام و مصائب میں نہ پھنسائے اور غم و حزن سے اُن کے دلوں کو نہ گھٹائے تو تیرا کیا نقصان ہو! اگر کسیکو آرام و آسایش سے زندگی کے دن گذارنے دے تو تیرا کیا زیان ہو؟ اگر کسی کے ارمان کو پورا ہونے دے تو کون تیری پسلی میں درد پیدا ہو جائے؟ مگر نہیں نہیں۔ . .

نہ معلوم اس وقت میری عقل کہاں ہے بیشک تجھے تو فلک ناہنجار کیطرح دلوں کے ستانے اور کلیجوں کے ٹکڑے اڑانے میں مزا آتا ہے بس تجھے یہی پسند ہے کہ کوئی رویا کرے اور تو ہنسا کرے

بقول امیر علیہ الرحمتہ ؎

شبنم کے لئے امیر ملے شب مجھے نصیب
گل ہنس پڑیں چمن میں جو میں آبدیدہ ہوں

راقمہ کوئی ہوگا

# صفائی

صفائی ایک ایسی صفت اور خوبی ہے جس کے بابت خدا نے اپنے کلام پاک میں انسانوں کو حکم دیا ہے اسی سے ظاہر ہے کہ ہر قسم کی خوبیوں کا مجمع اور مخزن ہے تھوڑے سے غور سے ظاہر ہوگا کہ خدائے تعالیٰ نے جو اس کا حکم دیا ہے اس میں کیا کیا مصلحتیں انسان کے لیے رکھی ہیں +

سب سے اول اور سب سے زیادہ ضروری بات ہر مرد و عورت کے لیے یہ ہے کہ اُس کی تندرستی اچھی ہو۔

تندرستی کی حالت میں ہی انسان دین و دنیا کے کام پوری طرح کرسکتا اور دنیاوی ترقیات اور آخرت کے ثواب حاصل کرسکتا ہے خدا نے ہر عبادت سے پہلے پاکی اور صفائی کا حکم دیا ہے اور اسکی سب سے بڑی حکمت یہی ہے کہ انسان تندرست رہے۔ صفائی دو طرح کی ہوتی ہے ظاہری اور باطنی ظاہری صفائی سے یہ مراد ہے کہ انسان اپنے جسم کو اپنے کپڑوں کو اپنے مکان کو اور اپنے گرد و پیش اور اپنے استعمال کی ہر چیز کو صاف و ستھرا رکھے اور میل غلاظت اور کوڑے کرکٹ کو پاس نہ پھٹکنے دے ایسا کرنے سے علاوہ تندرستی میں بہت بڑی مدد ملنے کے دیگر قابل لحاظ اور قابل قدر

فوائد حسب ذیل درج کیے جاتے ہیں +

۱۔ طبیعت بشاش رہتی ہے ہر ایک شخص نے محسوس کیا ہوگا کہ غسل کرکے یا وضو کرنے کے بعد طبیعت کو خودبخود کس قدر فرحت ہوتی ہے مکان صاف ہو اور چیزیں جسٹری اچھی رکھی ہوں تو قدرتاً اوس جگہ بیٹھنے اور آرام لینے کو جی چاہتا ہے برعکس اس کے اگر بدن یا کپڑے یا مکان یا اور چیزیں گندی ہوں تو طبیعت میں بھاری پن ہوتا ہے۔ اور جہاں تک جلد ممکن ہو اوس جگہ کو چھوڑنے کی خواہش ہوتی ہے۔

۲۔ دوسرے کسی آدمی کے پاس بیٹھو تو اسکو انس ہوتا ہے۔

۳۔ کتابوں یا دیگر اشیاء استعمالی کو صفائی کے ساتھ رکھا جاوے تو علاوہ پاکیزگی کے جو ہر ایک آدمی کو فطرتاً پسند ہے یہ اشیا زیادہ مدت تک کام دے سکتی ہیں۔

۴۔ جسم کو صاف ستھرا کرنے کے بعد انسان عبادت کو کھڑا ہو تو اوسکی روح میں تازگی ہونے کی وجہ سے خدا کی طرف جو کہ تمام پاکیوں کا سرچشمہ ہے دل زیادہ اچھی طرح مائل مشغول ہوتا ہے

۵۔ انسان کے ذہن میں تیزی پیدا ہوتی اور عقل کی روشنی بڑھتی ہے یہ سب فائدے تو ظاہری اور جسمانی صفائی سے حاصل ہوتے ہیں۔ اب باطنی صفائی کا خیال کیا جاوے تو وہ انسے بھی بڑھکر ہیں اور اصل یہ ہے کہ انسان کی اخلاقی ترقی بالکل صفائی

باطنی پر ہی منحصر ہے جبوقت تک آدمی اپنے دل کو کدورتوں شلاً
بغض و حسد کینہ دوسروں کی برائی چاہنے بری باتوں کا خیال کرنے
سے بالکل مبرا نہ کرے گا اُس کے لیے روحانی ترقی اور آخرت کی
برتری کا راستہ بند ہے گا نیز جبوقت تک کہ انسان خود کو ئی بالا
خرابیوں سے جو کہ قلب کی بیماریاں ہیں نجات نہ حاصل کرے گا وہ
کسی تعلیم کے اچھے نتائج سے بہرہ مند نہیں ہو سکتا اور خواہ
وہ کتنا ہی زیادہ پڑھا لکھا ہو یا اوس نے کتنی ہی ڈگریاں حاصل کری
ہوں اہل نظر کی نگاہ میں وہ کبھی اپنی وقعت حاصل نہیں کر سکیگا
اِس ضمن میں مثال کے لیے ایک تھوڑا سا زمانہ حال کا واقعہ
بیان کرنا مناسب ہو گا جس سے اوپر لکھے ہوئے مطالب واضح
ہو جائیں۔ آپنے اخباروں میں دیکھا ہو گا کہ ملک بنگال مین آجکل
ڈاکہ زنی کی کثرت ہے اور اوس میں بسا اوقات پڑھے لکھے تعلیمیافتہ
لوگوں کے نام مجرمین کی فہرست میں نظر آتے ہیں جس سے
ظاہر ہے کہ اُن لوگوں نے باوجودیکہ تعلیم پائی ہے اور اون کی
دماغی حالت میں بہت کچھ ترقی ہوئی ہے مگر اون کے بیرحمانہ
اور ظالمانہ حرکات اور خلاف اخلاق کارروائیاں مثلاً کہ ڈاکہ زنی
کے فعل سے اور اوس کے دوران میں جو برائیاں اون سے
ظاہر ہوتی ہیں اس سے اونکا اخلاقی دامن نہایت سیاہ اور تاریک
ہے اور صفائی باطن سے وہ بالکل محروم ہیں اب مختصراً اون چند

ہدایات بات کا لکھنا ضروری معلوم ہوتا ہے جن پر کاربند ہونیکی
وجہ سے انسان باطنی صفائی حاصل کر سکتا ہے۔
۱- ہر حال میں آدمی کو اچھے اور نیک لوگوں کی صحبت اختیار
کرنی چاہیئے جو سچ بولنے والے رحمدل دوسرے
لوگوں کا ذکر حاضر و غائب نیکی سے کرتے ہوں دوسروں
کے نفع کے واسطے اپنے جان پر تکلیف اٹھانیکو ہر وقت
تیار رہتے ہوں دوسروں کی خطاؤں کو اپنی عالی نظری
سے بھول جائیں۔ اون کے ساتھ کوئی برائی کرے تو وہ
اوس کے ساتھ نیکی کرنے کے خواہشمند ہوں خدا کے
غضب سے ڈرتے ہوں اور نہ محض زبان سے اور نمایش
کے لیے بلکہ نہایت خلوص اور صدق دل سے پاک مذہب
اسلام کے مقدس تعلیمات پر عمل پیرا ہوں۔
۲- آدمی جہانتک ممکن ہو کم گفتگو کرے اور ہر بات کو کہنے
سے پہلے سوچ لے کہ اوس سے کسیکو رنج تو نہ ہوگا۔
۳- اگر انسان تکلیف یا رنج میں ہو تو اپنے سے زیادہ مصیبت
زدہ اور غمگین لوگوں کے حالات کا خیال کر کے خدا کا
شکر ادا کرے کہ اوس نے ہمکو ہزاروں سے بہتر حالت
میں رکھا ہے اگر انسان نعمتوں سے مالا مال اور ہر طرح پر
خوشحال اور فارغ البال ہو تو اپنے سے زیادہ دولت یا آرام

سے کمنے والوں کا خیال کرکے سوچے کہ اس دنیا میں ہر آدمی دوسرے بہت سے لوگوں سے ظاہری دولت و آرام یا اطمینان قلب میں بہت کم ہے اسطرح کے خیالات رشک اور حسد اور غرور سے بچائیں گے

۴۔ جہانتک ممکن ہو دوسرے لوگوں کی بھلائی برائی سے بچے اور اگر کسی وجہ یا تعلق سے اوسکو دوسروں کی نسبت رائے زنی یا دیگر کارروائی کرنے کی ضرورت پیش آتے تو ہمیشہ اس خیال کو پیش نظر رکھے کہ ہم اگر اوس دوسرے آدمی کی جگہ یا اوسکی سی حالت میں ہوتے تو کیا طرز عمل کرتے اور دوسروں کے برتاؤ کے خواستگار ہوتے +

۵۔ سب سے آخر لیکن اہمیت کے لحاظ سے سب سے مقدم اور زیادہ ضروری صفائی نفس حاصل کرنیکی یہ صورت ہے کہ آدمی اچھے لوگوں اور اچھی باتوں کا علم کتابوں کے ذریعہ سے حاصل کرے اور اونکے مطابق پوری طرح کام کرنے کی کوشش میں مشغول رہے اور رات کو سونے سے قبل اون سب کاموں اور باتوں اور خیالوں پر نظر ڈالے جو صبح سے اوس وقت تک اوس سے سرزد ہوئی ہوں اور سچے دل سے خدا کو حاضر و ناظر و عالم الغیب سمجھکر آئندہ کے لیے اون سب باتوں سے توبہ کرے جو اسکے محاسبہ میں قابل اعتراض ہوں +

عذرا خاتون ۔ نقویہ ۔ بدایونی

# مہندی

یہ درست ہے کہ ہندوستان رسموں میں بہت بری طرح جکڑا ہوا ہے اور جہالت اُن فضول رسموں کو دور نہیں ہونے دیتی جن سے دین اور دنیا دونوں کو واسطہ نہیں مگر بعض باتیں ایسی بھی ہیں جن سے بظاہر کوئی نقصان نہیں معلوم ہوتا۔ بلکہ تھوڑا بہت فائدہ ہی ہے مگر وہ بھی فضول سمجھی جارہی ہیں اور اسوقت کہ مغربی تہذیب نے سب آنکھوں میں چکا چوند پیدا کر دی ہے۔ اپنی ہر چیز بری معلوم ہورہی ہے مجھے اس سے انکار نہیں کہ دوسروں کی بھلی باتیں اختیار کرنی اور اپنی بری باتوں کو ترک کرنا بہت اچھا کام ہے مگر یہ بھی سوچ لینا چاہیئے کہ ہم جو کچھ اختیار کرتے ہیں وہ ہمارے مذاق کے موافق ہے یا نہیں اور جو کچھ چھوڑتے ہیں اس کا واسطہ ہمارے مزاج اور آب و ہوا سے کیا ہے۔

اسوقت مجھکو بحث صرف مہندی پر کرنی ہے جو روز بروز معیوب سمجھی جا رہی ہے اور بعض بیویاں اسکو جہالت کا لیپ کہتی ہیں جہاں عورتوں کے دوسرے نکاح کا رواج بہت کم ہے بیوہ عورت کا بناؤ سنگھار عیب میں داخل ہے یہاں سہاگن اور رانڈ صرف اپنے لباس اور روزمرہ کی زندگی سے بآسانی پہچانی جاسکتی ہے

لیکن اسلام میں تین دن سے زیادہ عورت کو سوگ نہ کرنا چاہیئے
اور زمانہ عدت گذر جانے کے بعد اگر وہ جوان ہے تو دوسرا نکاح
کرے۔ سوگ کے تین دن پورے ہونے کے بعد اسکو اختیار
ہے کہ وہ اگر چاہے تو مہندی لگا سکتی ہے چونکہ عورت اس قدر
جلد شوہر کا فراق نہیں بھول سکتی اور کوئی وجہ نہیں کہ وہ قانون
قدرت کا مقابلہ کرے حضور اکرم صلعم نے یہہ رسم پسند نہ کی کہ عورتوں
کے ناخن مردوں کی طرح سپید رہیں +

اگر ہم غور کریں تو یہہ مقدس تعلیم ہمکو بتا رہی ہے کہ مسلمان عورت
کو دنیا میں خوش رہنے کا کتنا حق حاصل ہے +

علاوہ ازیں گرمی کے دنوں میں جسقدر ٹھنڈک مہندی سے ہاتہ پاؤں میں
پونہچتی ہے وہ بھی ظاہر ہے۔ زیادہ کام کرنیوالی عورتوں کو مہندی
ہاتہہ میں لگانے سے باعتبار طب بہت سے فائدے پہنچتے ہیں۔

ان تمام باتوں پر غور کرنے کے بعد میں نہیں سمجہہ سکتی کہ مہندی کا
استعمال کیوں قابل اعتراض ہے +

جیسا کہ میں نے اوپر لکھا ہم ان تمام باتوں کو جو کسی اعتبار سے
مضر ہیں ترک کرنے پر تیار ہیں لیکن وہ باتیں جو ہمارے بزرگوں نے
اچھی طرح سمجہہ لینے کے بعد ہماری زندگی میں داخل کی ہیں میں
نہیں سمجھہ سکتی کہ کیوں آج معیوب بتائی جا رہی ہیں +

حمیدہ بیگم

# ایک شکایت مردوں سے

خدا کی شان۔ ہم کو تم کو ایک ہی خدا نے بنایا ایک ہی طریقے سے دنیا میں آئے اور ایک ہی ڈھنگ سے پلے۔ اور ایک ہی راستہ پر عمر کی منزلیں طے کرتے رہے پھر بھی ہم تم سے کم ہی ٹھیرائے گئے۔ جس روز تم پیدا ہوئے۔ خدا جانے کونسی دولت لازوال تم ساتھ لائے تھے اور کونسا سُرخاب کا پر تم میں لگا تھا کہ باپ ماں نے بڑی خوشی سے تمھارا خیر مقدم کیا۔ بڑے چاؤ پیار سے تم پر نظر ڈالی اور جُوں جوں تمھارا سن بڑہتا گیا ماں باپ کی اُمنگیں بھی بڑہتی گیئں۔ ایک ہم بدقسمت تھے کہ پیدا ہوتے ہی بیٹی کا نام جس نے سُنا نفرت سے سُنا۔ دیکھا تو حقارت کی نظروں سے دیکھا۔ اگر بس چلتا تو ماں باپ پھر مجھے خدا کے یہاں پہونچا دیتے۔ لیکن وہ تو قانون قدرت ہی ایسا ہے کہ ماں باپ کو بچہ سے محبت خواہ مخواہ ہی ہو جاتی ہے اس سے مجبور تھے۔ پالنے پوسنے لگے۔ پیار بھی کرتے رہے ہماری آواز ہماری مسکراہٹ پر نثار بھی ہوتے رہے۔ غرض پرورش و پرداخت بھی قانون قدرت کے مطابق ویسی ہی ہوئی جیسی تمھاری ہوئی لیکن تم تم ہی تھے اور ہم ہم ہی۔ تم فرا سیانے ہوتے تمھارے لیے معلم آیا۔ دہوم سے بسم اللہ ہوئی مٹھائیاں بٹیں۔

خوشیاں منائی گئیں۔ الف۔ بے کی تختی ہاتھ میں دی گئی۔ ہمارا یہ حال ہوا کہ سن بڑھا۔ ہماری طرف سے ماں باپ کی فکریں بھی بڑھتی گئیں دل ہی دل میں سوچنے لگے کہ لڑکی سیانی ہونے لگی۔ رسم ورواج کے موافق ہمارا کان ناک چھید کے سونے چاندی کے تاروں سے حلقے پہنانے حلقہ بگوش بنادیا گیا۔ گھر سے باہر قدم نکالنے کی اجازت نہ دی گئی۔ کبھی ہم نے یہ نہ دیکھا کہ سورج کدہر سے کب نکلا اور کب اور کدہر سے غروب ہوا۔ پڑھنے لکھنے سے ہم بالکل الگ تھلگ رکھے گئے۔ ماں نے بڑی شفقت کی تو بغدادی قاعدہ کی الف بے شروع کرادیا اگر اور خیال کیا تو الحمد ختم کرادی۔ یا اگر ہماری قسمت ایسی زور پر ہوئی تو ہم نے کسی طرح بڑی کتاب ختم کرلی۔ اس طرح ہم بالکل جاہل ان پڑھ بنادیئے گئے۔ آج تم ہم پر جاہل۔ کمزور بیوقوف ہونے کا الزام لگاتے ہو +

آہ! تمہیں شرم نہیں آتی۔ کہ تم نے چار دیواری میں قید رکھا۔ گھر کی بند ہوائیں نصیب ہوتی رہی کھلی ہوا کھلا میدان کبھی نصیب نہ ہوا جنکو آج ڈاکٹر بالاتفاق صحت کا ذریعہ بتاتے ہیں۔ قطع نظر اس سے کہ ہم قدرت کے لہلہاتے ہوئے سبزہ زاروں اور کھلے ہوئے میدانوں اور مہکتے ہوئے گلستانوں کی سیر سے محروم رہے۔ ہماری نشو ونما بھی خراب ہوتی رہی پاؤں کو دوڑ دھوپ کا موقع نہ دیا گیا کہ وہ مضبوط اور قوی ہوتی۔ ہمارے لیے چاروں طرف حدنگاہ

صرف چار دیواری رہی۔ غرض رفتہ رفتہ اسی طرح ہمارے کل اعضا کمزور ہوتے گئے اور واقعی ہماری طاقت زایل ہو گئی اور تمہیں یہ موقع مل گیا کہ تم ہمیں کمزور اور ناقص العقل سمجھنے لگے۔ ہم جہاں تک میکہ میں ماں باپ کے سایہ میں رہے تو ہم بالکل دبے رہے۔ بیگی بلی بنائے گئے ذرا کسی بات میں ہم نے منہ کھولنے کا ارادہ کیا کہ ہم پر ڈانٹ پڑی "دور سے لڑکی اتنا شوخ دیدہ اتنی چلتی ہوئی زبان ابھی سسرال کا منہ دیکھنا باقی ہے" غرض وہاں تو اس طرح بسر ہوئی۔ سسرال آئے یہاں بھی وہی رنگ رہا۔ میاں سے الگ حکومت جتائی۔ ساس نندوں نے الگ تابع فرمان رکھا۔ بیگی بلی بن کے رہنا پڑا۔ طبیعت سست ہوتی گئی اور آخر اسپر ایسی سستی چھائی کہ ہم وہمی باتوں سے ڈرنے لگے چڑیل۔ بھوت۔ شیطان۔ جن۔ دیو پری۔ سب کی قوت اور ہستی کو ہم نے مان لیا +

گو ہماری رائے صائب رہی لیکن پھر بھی تمہارے مقابلہ میں ناقص ہی مانی گئی مختصر یہ کہ ہم تم سے ہر بات میں کم ٹھیرائے گئے۔ لیکن انصاف سے دیکھو تو تم ہم سے کس بات میں بڑھے ہو۔ قدرت نے جو قوتیں تم کو عطا کیں ہمیں بھی دیں بلکہ سچ پوچھو تو ہماری ذمہ داریوں کا پتہ جھکا رکھا۔ مگر صد رحمت تمپر تم نے ہمیں بالکل نکما بنا دیا۔ غور سے دیکھو ہم میں ایسی عورتیں بھی ہو گذری ہیں جو تم سے کسی طرح کسی بات میں کم نہ تھیں حکمرانی جنگ آزمائی وغیرہ وغیرہ سب کام انجام دیئے

بلکہ یہہ بھی کہ وہ بالکل ہی آزاد رکھی گئیں مردوں کے قدم بقدم چلیں میدان جنگ میں بھی مردوں کے ساتھ مقابلہ کیا محفل میں بھی مردوں سے ہم بزم رہیں نتیجہ یہہ ہوا کہ آج بھی صفحۂ روزگار پر اون کا نام باقی ہے۔ اگر ہم سی ہی وہ بھی مجبور و پابند بنائی گئی ہوتیں تو یہی گمنامی کا پردہ اون کے نام پر بھی پڑا ہوتا۔

بے رحمو کیوں ہمیں بے موت مارتے ہو ہماری نکمی زندگی کیہ کام کی ہے ہمیں پڑھاؤ لکھاؤ۔ ہم کو یہ موقع دو کہ ہم بھی قدرتی نظاروں سے لذت اٹھائیں۔ بزم میں بھی تمھاری جلیس رہیں اور رزم میں بھی انیس رہیں تاکہ تم خاطر خواہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہو۔ آج بھی یہ حال ہے (گو کہ تعلیم نسواں کا رواج کچھہ ہو چلا ہے) کہ پردہ کی بڑی سختی سے پابندی ہے۔ واوگڑ کھانا اور گلگلوں سے پرہیز۔ کتابوں میں ہم پڑھتے ہیں پہاڑ ایسا ہوتا ہے ندی اس طرح ہوتی ہے موسم بہار میں گلشن کی ہوا بہت ہی بھلی ہوتی ہے پہول کھلتے ہیں کلیاں چٹکتی ہیں تو پھر کیا ہم تو جب جانیں کہ ہمیں آنکھوں سے دیکھہ لینے کا موقع دو اسی طرح دنیا کی ساری باتیں ہم پڑھتے ہیں مگر کچھہ فائدہ نہیں اٹھاسکتے۔ جب تک آنکھوں سے نہ دیکھیں ہم نے سنا ہے کہ سنسان میدان میں جنگلوں میں رات کے وقت غول بیابانی کا ڈر ہوتا ہے پریوں اور دیوؤں کا بھی گذر ہوتا ہے۔ مگر کتابوں میں انکا وجود ہی نہیں لکہا ہے لیکن یہ وہم تو جب ہی ہمارے دل سے نکل سکتا ہے جب

ہمیں یہ موقع دو کہ ہم ایسے مقاموں کی سیر کر کے خود آزمائیں کہ ہم ہی
درحقیقت کچھ نہیں یاد رکھو کہ اگر تم نے اس سخت پردے کی طرف توجہ نہ کی
تو یہ بڑھ جانا۔ لکھا نا بیکار ہوگا۔

میں کیا کہوں خدا خدا کر کے مجھے کچھ شعور پیدا ہو گیا۔ اردو میں خط
لکھنے کی لیاقت آگئی۔ مگر طبیعت میری شروع ہی سے آزاد خیال
بھی اور اس پر طرہ یہ ہوا کہ آزاد خیال میاں ملے۔ سونے پہ سہاگا
ہوا۔ اب میری آزاد خیالی اور بڑھ گئی قدرتی مناظر ایک طرف
اب میری آنکھیں للچائی ہوئی پڑنے لگیں معقول
شوہر کے طفیل میں بند گاڑی میں سوار ہو کے پھاٹک کے
حوصلے نکالنے لگی۔ لیکن ہمیں لوگوں میں سے ایک بڑے
گروہ نے زور شور سے مخالفت کی۔ ہم دونوں کو اس کی بھی
پرواہ نہ رہی۔ اے کاش مجھے موقع ملتا تو میں آج بھی دکھا دیتی کہ
عورتیں کیا کچھ نہیں کر سکتیں۔ میں نے جب سے ہوش سنبھالا پردے
کو اپنی ترقی کی گاڑی کا روڑا خیال کرتی رہی۔ اور اب بھی میرا یہی خیال
ہے کہ جب تک ایسا پردہ نہ اوٹھے گا نہ تعلیم نسواں سے خاطر خواہ فائدہ
ہو سکتا ہے اور نہ قومی ترقی کی کچھ امید ہے ٭

ہائے میرے پیر مرو۔ تم تو آزاد رہو اور ہمارے لئے ممانعت کرو
میں نے تو چاہا تھا کہ دو چار کو اپنا ہم خیال بنا لوں۔ مگر تم لوگ کوئی بات
چلنے دیتے ہو۔ تقدیر کی بات باغ کی سیر کرتے دیکھ لیا۔ اور

آفت آگئی۔ گلی گلی چرچے ہوئے۔ منہ در منہ باتیں ہوئیں۔ اُن بیچاریوں کا حوصلہ پست ہوگیا۔ لیکن یاد رکھو وہ زمانہ بہت قریب آنے والا ہے کہ جب ہم قیود پردہ سے تم سے بڑھ کے آزاد ہوں گے اور ہم کہیں گے کہ لو ہم آزادی سے اس باغ کی سیر کریں گے۔ جیں
کیا ہم کو صاف صاف کہہ دینا چاہیے بُرا مانو یا بھلا ؏

خدا سے جب نہیں ڈرتے تو کیا واعظ سے ڈرتے ہیں
کسیکو کیا ہمارے دل میں جو آتا ہے کرتے ہیں

خاتون احسن۔ از سمجھی ضلع اعظم گڑھ

---

ایک جرمنی ملاح کا قول ہے کہ سمندری طوفان کے وقت مرد گھبرا تے ہیں لیکن عورتیں استقلال کو نہیں چھوڑتیں۔ از ذخیرہ

جیبی گھڑی کی کھٹ کھٹ کی آواز سال بھر میں ۱۵ کروڑ ۷۷ لاکھ ۸۰ ہزار مرتبہ ہوتی ہے۔ ایضاً

آغاز سنہ عیسوی سے ۱۹۰۸ء تک چار ارب آدمی مختلف جنگوں میں کام آئے ؂ ایضاً

دنیا کے تمام ملکوں کی نسبت اسکاٹ لینڈ کے اطفال صحیح البدن ہوتے ہیں ؂

رستم ایو سکندر

# جواب

بہن شاہ جہاں بیگم صاحبہ کے سوالات کا جواب لکھتی ہوں
مہربانی فرما کر ان کو عصمت کے کسی گوشہ میں شائع
کرکے خاکسار کو ممنون مشکور فرمائیں ؎

**سوال نمبر ۱۔** چنوں پر پڑھنا ثواب ہے یا نہیں (معہ حوالہ حدیث)

**جواب نمبر ۱۔** یہ حدیث سے بالکل عیاں ہے کہ جس میت کیواسطے سوا لاکھ دفعہ کلمہ شریف ایک جلسہ میں پڑھا جاوے وہ باعث کفارہ گناہ میت ہوتا ہے۔ چنوں کا رواج واسطے تعداد کے یہ سہل الوصول ہے بعد قرون ثلاثہ (یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے تین زمانہ کے بعد یعنی اصحابہ۔ تابعیں۔ تبع تابعین) کے بزرگوں نے جاری کیا یہ حدیث سے ثابت ہے۔ کہ جو دین میں مسلمانوں مثلاً کوئی کام بزرگوں نے جاری کیا ہو۔ اور وہ دین کا معاون ہو اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مخالف نہ ہو وہ سنت ہے قرون ثلاثہ میں تعداد کا یہ رواج تھا۔ کہ کھجوروں کی گٹھلیوں پر اور کنکریوں پر تعداد پوری کرتے تھے ؎

**سوال نمبر ۲۔** اسی طرح دسواں اور چالیسواں وغیرہ مردے کے واسطے جو چیزیں تقسیم ہوں یہ سب وہاں پہنچتی ہیں یا صرف ثواب

جواب نمبر ۲۔ دسواں اور چالیسواں وغیرہ اگر صرف دنیاوی نمود کے واسطے ہو تو بیکار ہے ورنہ احادیث کتاب جسم اعمال روایات سے چالیس دن تک روح کا اپنے جسم کی حالت میں دیکھنے آنا ثابت ہے چنانچہ اسی یادگار کی وجہ سے ان ایام میں فاتحہ کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ مگر اسکو فرض سنت سمجھنا خلاف ہے۔ مُردے کے واسطے جو چیز دی جائے صرف ثواب پہنچتا ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد[1] اصحابی کی والدہ کی وفات پر اُس کے واسطے پانی کے صدقے کی اجازت دی۔ چنانچہ سعد نے کنواں کھدوا دیا۔ اور فرمایا کہ یہ سعد کی ماں کے لیے صدقہ ہے۔ پس معلوم ہوا کہ پانی تو دنیا کے لوگوں نے پیا اور اُسکا ثواب اسکو پہونچا۔

سوال نمبر ۳۔ عالم ارواح میں روحیں آپس میں ملتی ہیں اور ایک دوسرے کو پہچان لیتی ہیں۔

جواب نمبر ۳۔ عالم ارواح میں جنتی روحیں ملتی ہیں اور ایک دوسرے کو پہچانتی ہیں۔ دیکھو حدیث معراج جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس میں پہونچے تو سب نبی آپ کے مقتدی تھے اور آپ سب کے امام تھے۔ اور جب آپ آسمان پر

---

[1] یہ سعد عشرہ مبشرہ یعنی دس جنتی اصحابیوں میں سے ہیں۔ ثبوت کے لیے دیکھو حدیث سعدؓ ۱۲

پڑھتے تو ہر ایک آسمان پر ہر ایک نبی سے آپ کی ملاقات ہوئی پس سب نبیوں کا جمع ہو کر آپ کا مقتدی بننا عالم ارواح میں روحوں کا ملاپ ثابت کرتا ہے۔ جب کہ روحوں کا ملنا ثابت ہے تو پہچاننا بھی ثابت ہے۔

**سوال نمبر ۴۔** روح جہاں نکلتی ہے وہاں آتی جاتی ہے۔

**جواب نمبر ۴۔** کتاب خزانۃ الروایات کی احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ روح ہر جمعرات اور عیدین وغیرہ پر اپنے وارثوں کے مکانات پر آتی ہیں۔ مگر یہ صرف مومنوں کی روحوں کے واسطے ہی اور کفار کے واسطے نہیں۔ مومن سے یہ مراد ہے۔ جو اسلام کے اصولوں کو دل و جان سے ماننے والا ہو اور اسپر پابند رہے۔

**سوال نمبر ۵۔** عذاب روح پر ہوتا ہے۔ یا جسم پر۔

**جواب نمبر ۵۔** روح اور جسم کا ایسا تعلق ہے جیسے مکین کا تعلق مکان سے اگرچہ حوادث زمانہ کی وجہ سے جسم گل جاتا ہے مگر حقیقتاً روح کے ساتھ اوس کا قیام برابر رہتا ہے پس روح اور جسم دونوں کو عذاب ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر خواب کو دیکھو کہ بستر پر پڑے ہوئے تم اس جسم کے ساتھ خواب میں کہاں کہاں جاتے ہو۔ اور کیا کیا معائنہ کرتے ہو۔ حالانکہ جسم تمہارا ایک جگہ رہتا ہے۔ اسی طرح

متعلق دیکھو حدیث نکرین جو مشکوٰۃ شریف میں مروی ہے

یعنی جسوقت قبر میں مُردہ رکھا جاتا ہے۔ اوسوقت دو فرشتے[1]

اس کے پاس آتے ہیں۔ اور اسکو زندہ بٹھاکر سوال کرتے ہیں

اگر وہ (مردہ) توحید پر قائم ہے۔ تو اوسکو جنت کی خوشخبری

دی جاتی ہے۔ اور اوسیوقت سے اوسکو جنت کی ہوائیں

اور خوشبوئیں آنے لگتی ہیں۔ اگر اوس کا عقیدہ توحید

اور رسالت کے خلاف ہے۔ تو جسم مع روح کے عذاب[2]

میں مبتلا ہوتا ہے۔ اور اسی طرح قیامت تک عذاب میں

رہتا ہے۔ +

**سوال نمبر ۶۔** کیا کام ہے جس سے روح کو ثواب عظیم پہونچے۔

**جواب نمبر ۶۔** روح کو سب سے زیادہ ثواب وہ ہوتا ہے جو وہ

اپنی زندگی میں اپنے واسطے کر جاوے (دیکھو حدیث ثمرہ)

یعنی مرنے کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے

میں ایک شخص کے وارثوں نے اوس کے پیچھے ایک چھوارا

بھرا ہوا مکان خیرات کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] یعنی فرشتے اسکو کہتے ہیں۔ اگر جو مومن ہے۔ نم کنوم العروس۔ سو جا جیسے کوئی بیاہی ہوئی دولہن ہوتی ہے پس قبر مومن جنت کا ٹکڑا بن جاتی ہے اور قبر کافر کی دوزخ کا گڑھا بن جاتی ہے دیکھو حدیث مشکوٰۃ باب المیت ۱۲

قیمت ۲ آزمایش کیلیے

# چھ مشہور دوائیوں کا بکس

## نمبر ۹

قیمت ۲ آزمایش کیلیے

ڈاکٹر ایس کے برمن۔ کی مجربہ دوائیں گذشتہ ۳۰ سال سے تمام ہندوستان میں استعمال ہوتی رہی ہیں۔ اس لیے قدیم خریدار کو طلب کرنے کی ضرورت نہیں ہے صرف نئے احباب کیلیے جو اشتہاری ادویات سے متنفر ہوگئے ہوں۔

یقین دلانے اور آزمائش کے لیے یہ مندرجہ ذیل چھ مشہور اور مجرب ادویات کا (نمونے کا بکس) بنایا ہے جس میں اسقدر کافی ہر ایک دوا ہیں کہ آزمائش پورے طور سے ہوگی۔ [illegible] شیشیوں میں بھری ہوئی خوبصورت کاغذ کے بکس میں بند رہتی ہیں جن کے ساتھ [illegible] ہوئی کتاب اور استعمال ترکیب بھی رہتی ہے گھر یا ریلوں کے لیے یہ انمول ہے [illegible] کی حالت میں بہت کام دیتی ہے۔ تھوڑے خرچ میں ڈاکٹر ایس کے برمن کی خاص مفید دواؤں کا فائدہ ملتا ہے۔ اپنی خواہ دوسروں کی تھوڑی ہی خرچ میں بہتری ہوسکتی ہے ہر ایک پوری شیشی کے دام الگ ہیں۔

## دواؤں کے نام

عرق کافور۔ ہیضہ اور گرمی کے دست کی ایک ہی دوا ہے۔

دمہ کی دوا۔ دمہ کیسا ہی دم میں ہو فوراً دباتی ہے۔

کولا [illegible] ہر ایک کے لیے طاقت بڑھانے کی دوا۔

مقوی مفرح گولیاں [illegible] تمام دیا فائدہ

جلاب کی گولیاں [illegible] سوتے وقت کھالینے سے صبح کو خلاصہ اجابت ہوتی ہے

عرق پودینہ سبز [illegible] شکم و بادی درد کی دوا۔

پوری حالت فہرست [illegible] ادویات ہر جگہ دوکانداروں یا دوا فروشوں کو ملسکتی ہے یا کارخانہ

ڈاکٹر ایس [illegible] نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

# فہرست مضامین رسالہ عصمت ماہ دسمبر سنہ ۱۹۱۳ء

# عصمت

## عصمت کا نظارا

آہا آج کیا روزِ سعید ہے بہتر از روزِ عید ہے کیونکہ خلافِ امید رسالہ
بہت جلد پہنچا میں تو سمجھی تھی کہ دو تین دن انتظار کے بعد عصمت کے دیدار
سے آنکھیں مشرف ہونگی۔ لیکن شکر ہے کہ میرا خیال غلط نکلا۔ دیکھیں اس میں
کیا لکھا ہے بے مرضی کی شادی۔ ایں یہ بے مرضی کی شادی کیسی
بہن صفیہ خاتون نے خوب لکھا ہے۔ میں سمجھتی تھی کہ کون ایسے ماں
باپ ہوں گے کہ آنکھ بند کر کے صرف ایک جاہل عورت کے کہنے
سے بیٹی کا بیاہ کر دیتے۔ بیشک وہ ضرور دیکھ بھال کر دیتے ہیں لیکن
وہ سمجھتے کچھ ہیں اور ہوتا کچھ ہے۔

ہم لوگوں میں یہ رواج بہت ہی بُرا ہے۔ اگر کوئی لڑکی اپنی شادی

کے بارے میں کچھ گفتگو کرے تو نہایت بے شرم کہلاتی ہے ایسا ہرگز نہ چاہیئے بلکہ اوسکو بولنے کا اختیار دینا چاہیئے اگر لوگ جس کو معیوب نہ سمجھیں تو وہ اپنے خیالات ظاہر کر سکتی ہے۔ جبکہ اس کے واسطے کوئی مال پسند کیا جاتا تو اس کا پسند یا ناپسند ضرور دریافت کیا جاتا ہے حیرت ہے کہ ایسے کام میں اوس سے صلاح نہ لیجاوے جو کہ اوسکی زندگی سے وابستہ ہو اور تمام عمر اوسکو نباہنا ہو جو والدین جانتے ہوں کہ لڑکا یا لڑکی ناراض ہے اور پھر شادی کر دیتے ہیں تو بیشک ظلم کرتے ہیں تو پھر لڑکی اوس شخص کی تابعداری کیونکر کر سکتی ہے جسے کہ نفرت ہو ایسا موقعہ شاذ ہی ہوتا ہوگا۔ میرے خیال میں ایک نا تجربہ کار چودہ پندرہ سالہ لڑکی کے تجویز سے تجربہ کار والدین یا مربی اچھا تجویز کریں گے۔ کیونکہ وہ لڑکی سے زیادہ ان امور میں واقف ہیں کیا رائے دے سکتی ہے وہ لڑکی اوس شخص کے بارے میں جسکو نہ کبھی دیکھا اور نہ اوسکی حالت سے واقف ہو کیا رائے قایم کر سکتی ہے۔ ہاں وہ وہی کہے گی جو اس کے والدین کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ جسکی تعریف کریں گے وہ اسکو اچھا سمجھے گی ہاں اگر یہ شادی قرابت میں ہو تو لڑکی رائے دے سکتی ہے۔ اسوقت اس کے والدین اوس سے دریافت کر لیتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کنواری عورت تو شرم کرتی ہوگی آپ نے فرمایا اس کا خاموش ہو جانا بجائے

رضامندی ہے یہ نارضامندی کی شادی والا مضمون ایسا ہے کہ باوجودیکہ کئی بار شائع ہو چکا۔ مگر ہنوز روز اول ہے اب تک کوئی تصفیہ نہیں ہوا آیا ہماری لڑکیاں خود اپنا شوہر انتخاب کریں یا اون کے مربی پسند کریں مجھے تو وہی مرنت طریقہ پسند ہے یعنے والدین جسکو تجویز کریں نیز لڑکی سے اُس کا منشاء دریافت کرلیا جاوے۔ اوپر کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ خاموشی ہی رضامندی ہے۔

یہ تو بہت ہی ناگوار معلوم ہوتی ہے کہ خدا نکرے ہماری لڑکیاں کورٹ شپ کریں۔ جو کورٹ شپ کرتی ہیں وہی کیا ملاپ سے ہیں مجھے جہاں تک معلوم ہے انگریزوں کی محبت صرف دکھاوے کا دل محبت ان لوگوں کی کم یہ تو ہندوستان ہی کی عورتیں ہیں کہ اپنی خوشی کو شوہر کی خوشی پر قربان کرتی ہیں۔ البتہ ہماری ہندو بہنیں تعریف کی مستحق ہیں کہ شوہر کے واسطے اپنی جان تک فدا کرتی ہیں۔ خیر میں اس بحث نہیں کرتی کیونکہ اس بحث سے دوسرا پہلو نکلتا ہے۔ اپنے روز کے مشاہدے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس راہ میں نہ صورت دل کو مسخ کرتی ہے۔ اور نہ سیرت ہی کام آتی ہے نہ جہالت سدِّراہ ہوتی ہے یہ تو اپنی اپنی قسمت ہے جسے پیا چاہے وہی سُہاگن۔ کیا سانورا کیا گورا رے۔ لہذا اب مضمون ختم کرتی ہوں۔ کیونکہ معزز بہنوں کے قیمتی وقت کو اس مہمل مضمون دیکھنے میں صرف کرنا نہیں چاہتی۔

راقمہ مسز مجیب الرحمن

# رسکن اور انگریزی لڑکیاں

یہ ایک بڑا دلپسند اور فائدہ مند مضمون ہے رسکن کی نصائح اگر غور سے دیکھی جائیں تو یہ بلاشبہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ مفید ہونے کے علاوہ ایک لڑکی کی زندگی کو موتیوں کی مانند چمکدار بنا دینے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتیں۔ ذیل میں اُن کا خلاصہ ہے۔

ایک بات کا یقین کامل رکھو کہ تم خواہ کتنی ہی لائق ہو اور نیک کیوں نہ ہو۔ تاہم تم اس خداوند تعالیٰ کی قدرت اور نیچر کی بابت کسی اور لڑکی سے زیادہ آگاہ نہیں ہو۔ تم اس کرۂ زمین کی ایک ایسی سطح پر پیدا نہیں ہوئی ہو۔ جہاں کہ تمہیں ایک دین کامل کی ہدایت نہ کی جاتی ہو اور جہاں پر کچھ تمہیں سکھلایا جاتا صحیح ہوتا نہ ہو۔ یہ خیال خام ہے اسکو ہرگز اپنے دل میں جگہ نہ دو۔ برخلاف اس کے یہ اصل بات ہے گو تمہیں یہ برا معلوم ہو لیکن مجھے بڑا خوشگوار معلوم ہوتا ہے کہ وہ [illegible] تمہیں تمہاری خوبصورت شکلوں اور نفیس کپڑوں کے سبب تم ایک بہت ہی کالی یا بھدی حبشن سے جو کہ جنگلوں میں وحشیانہ طور پر بسر کرتی ہو۔ ایک ذرہ بھی زیادہ پیار نہیں کرتا۔ اور تم دونوں میں سے تم اُس حبشن کے مقابلہ میں خدا کی بابت کم علم رکھتی ہو [illegible] باری تعالیٰ کی نسبت تھوڑا خیال

کرتی ہے جو درست ہے۔ اور تم بہت سا خیال کرتے ہو جو کہ سراسر عقیدہ ہے۔

دوسری بات جو میں تم پر ظاہر کرنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ خواہ تم کتنی ہی نیک کیوں نہ ہو تم میں قصور ضرور ہیں اور خواہ تم کتنی ہی سست کیوں نہ ہو تم یہ تو دریافت کر سکتے ہو کہ وہ قصور کیا ہیں اور وہ قصور خواہ کتنے ہی خفیف کیوں نہ ہوں تمھارے لیے بہتری اسی میں ہے کہ اُن سے بری ہونے کی کوشش ضرور کرو۔ دو سب سے بڑی بھاری قصور سستی اور بیرحمی ہیں شاید تم حاسد ہو۔ یہ بہت ہی بری بات ہے مگر ہر ایک آدمی ایسا ہے۔ لیکن خواہ تم کچھ ہی ہو تمہیں سست اور بے رحم نہیں ہونا چاہیے۔ اگر کوئی ایک بات ایسی ہے جس پر کہ نیک اور عقلمندوں نے صدہا سالوں کے تجربوں کے بعد اتفاق کیا ہے یہ ہے کہ خداوند تعالے نے سست اور بے رحم آدمیوں کو پسند نہیں کرتا۔ اُس کا پہلا حکم ہے" کام کرو جبکہ روشنی ہو" اور دوسرا رحمدل ہو جب کہ تمہارے پاس رحم ہے"

اس بات سے زیادہ تعجب خیز بات میرے خیال میں اور کیا ہو سکتی ہے کہ بڑے آدمی جوان آدمیوں کو یہ کبھی نہیں بتا سکتے کہ اُن کی جوانی کا زمانہ کس قدر قیمتی ہے۔ بعض اوقات وہ اپنے اوائل ایام پر افسوس کرتے ہیں بعض دفعہ دور اندیشی سے اُنہیں بھول جاتے ہیں اور بیوقوفی سے بعض دفعہ چھوٹے بچوں کو دھکی دیتے ہیں لیکن

بہت کم اُن کی خبرداری اور سرپرستی کرتے ہیں۔ ہم پہلے بار کہہ
چکے ہیں نیز ہم نے تمہیں آگاہ کر دیا ہے کہ تمہاری آئندہ زندگی کی خوشی
اس بات پر منحصر ہے کہ تم اپنے دن آجکل کیسے گذارتے ہو۔ اس لیے
دیکھو کہ کوئی دن ایسا نہ گذرنے پائے جبکہ تم نے کوئی نہ کوئی اچھا کام
نہ کیا ہو اور اپنے آپ کو آگے سے بہتر نہ بنایا ہو۔ یہ جاننے کے لیے
اپنی موجودہ حالت کا اندازہ لگاؤ۔ اس مضمون کو لاپرواہی سے
نہ پلٹ دو۔ بلکہ کاغذ اور قلم لو اور بڑی درستی کے ساتھ اپنا حال لکھو اور
تاریخ کا نمبر دو۔ اگر تم یہ نہیں کر سکتیں تو اپنے آپ کو مضبوط نا ہو۔ بلکہ بتاؤ
اور دریافت کرو کہ تم کیوں نہیں کر سکتیں۔ اس میں کوئی شک
نہیں کہ دل کو اندر سے دیکھنے سے تم ذرا جھجکو گی تو ضرور۔ مگر اسی
باعث دل کا ملاحظہ اور بھی زیادہ ضروری ہے۔ پس ہمیشہ اپنی زیب
آرائش کی میز پر دو آئینہ رکھو اور دیکھو کہ تم اپنے بدن اور دل کو
ان دونوں کے سامنے روزانہ سجاتی ہو جب تم نے ایکدفعہ اپنے
آپ کو پوری طرح سجا لیا ہے۔ دن کے باقی حصہ کے لیے اس کا
خیال تک بھی نہ کرو۔ گھربار کی کفایت شعاری سیکھنا بھی از بس ضروری
ہے جب تمہیں وقت ملے غریب خاندانوں کے کھانا پکانے میں
مدد دو اور نیز یہ ظاہر کر دو کہ وہ ہر ایک چیز کو سلیقہ دار بنا سکتے ہیں
اور تھوڑی سی چیز کو بڑی اور شائستہ۔ انکو صفا اور ستھرا رہنے کے لیے
ترغیب دو اور عمدہ ٹیبل کلاتھ کی ضرورت بیان کرو۔

دن کا کچھ حصّہ غربا اور مساکین کے لیے مضبوط اور خوبصورت پوشاک
بنانے کے لیے وقف کرو۔ جو بنی چیز بھی لو دیکھو کہ وہ مضبوط اور دبیز
ہو اور اگر موجودہ تجارت کی ناگفتہ بہ حالت میں تم کپڑہ کی قیمت پر بھی
اچھا نہیں لے سکتی ہو تو اس کے جُدا جُدا اجزا خرید دو اور کچھ غریب
عورتوں کو اس کے بُننے وغیرہ کا کام سپرد کر دو حتّٰی کہ تم نے اس کا
مضبوط اور چمکدار کپڑہ بنا لیا ہے اور روز کسی مضبوط کپڑے کی تھوڑا
سی سلائی کیا کرو اور اسکو عمدہ کشیدہ کاری سے مرصّع کرو۔ اور
پھر تمام کو اکٹھا کرو حتّٰی کہ تم کسی دیانت دار شخص کا سُنو کہ وہ کپڑوں کی
ضرورت میں ہے اور اگرچہ تمہیں اس کا دھوکا اُٹھانا پڑے اور وہ کپڑے
بددیانت اشخاص کے ہاتھ میں چلے جائیں اور تمہیں پتہ لگے کہ وہ فوراً نیلام
کنندہ کی دُکان پر پہنچ گئے۔ تو کچھ فکر کی بات نہیں کیونکہ نیلام کنندہ
بھی اُنہیں لوگوں کو دے گا جنہیں ضرورت ہوگی۔ یہ تمہارا کام نہیں ہے
جو تمہارا فرض ہے یہ ہے کہ جب کبھی تم کسی بچہ کو برہنہ دیکھو۔ اُسے
عمدہ اور نئے کپڑے پہننے کو دو۔

بارہا میں نے سُنا ہے کہ تم بعض دفعہ اللہ تعالےٰ کا شکر کرتی ہو
خوب بھلا تم خدا کا شکر کس لیے کرتی ہو۔ کیا اس لیے کہ ان اور دیگر
معاملات میں اور تمہارے غرور و کبر پر اس نے تمہیں اپنا عزیز بنایا
ہے۔ کیا اس لیے کہ تم کہتی ہو "پروردگار میں [illegible]
کہ تو نے مجھے دوسری لڑکیوں سے ایک بات میں مخصوص [illegible]

نہ اس سبب کہ میں ہفتہ میں دو دفعہ روزہ رکھتی ہوں جب کہ میری سہیلیاں ضیافتیں اڑاتی ہیں۔ بلکہ چونکہ میں ہفتہ میں سات دن برابر خوب کھاتی ہوں جبکہ وہ فاقہ کشی کرتی ہیں" اور کیا کہتی پورا یقین ہے کہ وہ خداوند تمھارے ان الفاظ کو سنکر خوش ہوتا ہوگا؟ فرض کرو کہ تمھارے ابا نے تمھاری بہن عائشہ یا فاطمہ سے غصہ ہیں اور وہ بیچاری فاقہ کشی زندگی بسر کر رہی ہے۔ اور ہر صبح جبکہ تم اپنے باپ کے کمرہ میں گئیں اُسے کہا "ابا آپ کیسے اچھے ہیں آپ مجھے وہ چیز دیتے ہیں جو آپ فاطمہ کو نہیں دیتے" کیا تمھیں اس بات کا پورا یقین ہے کہ باوجود کسی خفگی کے جو تمھارے ابا کو فاطمہ کے ساتھ ہوگی وہ تمھاری یہ خوشامد سنکر خوش ہوتا ہوگا۔ فرض کرو کہ وہ تمام گھڑی فاطمہ کو اتنا ہی پیار کرتا ہے جتنا تمھیں اور صرف تمھیں اُسے تکلیف دیکر آزمانا چاہتا ہے ورنہ او کسی سبب سے بھی وہ فاطمہ سے خفا نہیں ہے۔ لیکن تم سے خفا ہے اور تمھاری بیجا شکر گزاری نے اُسے اور بھی زیادہ غصہ کر دیا ہے کیا بہتر نہ ہوتا اگر تم اس امر کو پہلے سوچ رکھتیں +

ان مضامین پر خوب توجہ کرو اور تم انہیں سراسر درست پاؤ گے +

صاحبزادہ صلاح الدین احمد

موتیوں ہی کی جھالر کا رہتا ہے جس کے اندر بخوبی ہوا پہونچتی رہتی ہے اور اگر دُلہن دیکھنے کا قصد کرے تو سراسری کے گھونگھٹ میں سے دیکھ بھی سکتی ہے لیکن ایسا بہت کم ہوتا ہے دُلہن کی تعریف یہی سمجھی جاتی ہے کہ وہ ادہر اُدہر دیکھنے کی کوشش نکرے اور نیچے نگاہ رکھے۔ تلک (پیشواز) گھٹنوں سے کسی قدر نیچی اور ہلکے کپڑے کی اور اکثر جالی کی ہوتی ہے۔ زیادہ نیچی نہیں پہنی جاتی دُلہن کا کمر جھکا کر چلنا بہت بُرا خیال کیا جاتا ہے صرف کسی قدر سر جھکایا جاتا ہے۔ جسوقت دُلہن سراسری اوڑھکر کھڑی ہوتی ہے تو گردن کسی قدر جھکی ہوتی ہے آنکھیں کھلی ہوتی ہیں اور وہ تھوڑی دور بغیر کسی کی مدد کے چل بھی سکتی ہے۔ کیونکہ اُسکو اپنے سامنے کی زمین اور ہر چیز بخوبی نظر آتی ہے۔ لیکن دستور یہ ہے کہ جب تک کوئی دوسرا دُلہن کی اونگلی نہ پکڑے وہ نہیں چلتی۔ دوسرے آدمی کی اونگلی پکڑکر نگاہ نیچے کرکے بغیر ادہر اُدھر دیکھے ہوئے بہت ہی آہستہ آہستہ چلتی ہے۔ اسی طرح جب بیٹھتی ہے تو ایک گھٹنہ بچھا کر اور ایک کھڑا کرکے کسی قدر سر جھکا کر اور اسی حالت میں بھی زیادہ دیر تک نہیں بٹھایا جاتا کہ اوسکی گردن نہ دکھنے لگے یا تو اوسکو علٰحدہ برابر کی لڑکیوں میں لے جاتے ہیں اور وہاں اوسکو پورے طور سے آزادی ہوتی ہے۔ سراسری کا دوپٹہ اوتنا کہ دوسرا اوڑھ سکے یا منہ کھول کر بات

کرے یا اگر ایسا موقع نہو تو وہیں اس کو لٹا دیا جاتا ہے۔ کیونکہ دلہن کا سب کے سامنے ذرا دیر کا لٹا دینا بے تہذیبی نہیں خیال کیا جاتا۔ اور جسکو تکلیف نہ ہو تو وہ جتنا چاہے بیٹھ سکتی ہے ہمارے یہاں کی دلہن دوسرے شہروں کی طرح معذور نہیں ہوتی بلکہ سرا سری اوڑھے ہونے کی حالت میں بھی بیٹھے بیٹھے کام کر سکتی ہے لیکن سامنے پان بنا دینے کے یا چھالیا کتر دینے کے دوسرا کام اس سے اس کی تکلیف کے خیال سے نہیں لیا جاتا دلہن سسرال میں سوائے کسی خاص خدمتگار یا برابر کی نند دیورانی وغیرہ کے اس زمانہ میں ہر ایک سے بات چیت نہیں کرتی ہے۔

جس وقت کوئی دلہن کا منہ دیکھتا ہے تو وہ اپنے دونوں ہاتھ ... منہ پر رکھ لیتی ہے۔ منہ دیکھنے والا ہاتھ ہٹا دیتا ہے تو ... اپنی آنکھیں بند کر لیتی ہے لیکن اسکو ہر وقت منہ پر ڈال ... بند کرنے کی یا گھٹنوں میں سر دیکر بیٹھنے کی ... سسرال میں رہکر اسکو کھانے کی بھی تکلیف ... ہے یا تو اسکو اکیلے کھانا کھلا دیا جاتا ہے کہ اسکو کھانا کھانے میں شرم نہ معلوم ہو یا کوئی برابر ہو تو اس کے ساتھ کھانا کھلایا جاتا ہے ساس نندیں ... خاطر تواضع کرتی ہیں اور اس کا بھی خیال ... میں شرم کیوجہ سے دلہن بھوکی نہ رہ جائے

جو دلہن نماز کی پابند ہوتی ہے تو اُس کی نماز کا بھی انتظام کردیا جاتا ہے۔ دُلہن کو دنمیں ایک مرتبہ آرام کے لیے بھی کافی وقت دیا جاتا ہے کہ وہ لیٹے یا بیٹھے۔ یا ٹہلے جو اوس کا دل چاہے وہ کرے تاکہ اوسکی صحت میں فرق نہ آئے دُلہن اگر کسی محفل میں یا تقریب میں کسی کے گہر مہمان جاتی ہے تو اپنے ہاتہ سے کھانا نہیں کھاتی یا تو ساس نند یا اور کوئی خاص عزیز اوسکو اپنے ہاتہ سے کہلا دیتی ہے۔ یا کہانے سے پہلے دُلہن اپنے گہر واپس آجاتی ہے +

یہ جتنی رسمیں مینے بیان کیں اس کی پابندی اوس دُلہن کو کرنی پڑتی ہے جو غیروں میں بیاہی جائے اور جو لڑکیاں اتفاق سے اپنی خالہ ماموں۔ چچا۔ پہوپھی کے یہاں بیاہی جاتی ہیں اون کو اتنے عرصہ تک بھی اس قدر پابندیوں کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔

ان کے ساتہ ہر موقع پر رعایت کیجاتی ہے۔ اور ان کو بالکل تکلیف نہیں ہوتی۔ اور اکثر یہ شرم کا زمانہ ہمارے یہاں میکے ہی میں گذرتا ہے۔ سسرال جاتی ہیں۔ لیکن کم اکثر میکے کی خادمہ عورت سسرال میں ساتہ رہتی ہے دولہن کی کوئی عزیز مثلاً خالہ۔ ممانی۔ ماں۔ بہن۔ دُلہن کے ساتہ اُس کی سسرال جانا سخت ذلت خیال کرتی ہیں +

میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہمارے یہاں کی دُلہنوں کا طریقہ قابل تعریف اور قابل تقلید ہے اور اسپر کوئی اعتراض نہیں کرسکتا کیونکہ ہر ملک اور ہر دیسکے۔ لیکن ہاں اتنا ضرور کہوں گی کہ جتنی دُلہنیں مینے دوسرے شہروں کی دیکھی ہیں اور جتنی دُلہنوں کا حال اکثر رسالوں اور اخباروں میں دیکھا ہے اوس سے ہمارے یہاں کا طریقہ بہت زیادہ اچھا ہے اور اُن لوگوں کے لیے قابل تقلید ضرور ہے۔ کیونکہ مینے اپنے بیٹے کی شادی میں دوسرے شہر کی ایک دُلہن دیکھی جو سیکڑوں روپیہ کا زیور پہنے تھی اور بہت بھاری لباس تھا اور صورت بھی اچھی تھی لیکن اس بُری طرح سے اسکو گھٹا بنا یا تھا اور اس بری ہیئت سے ہٹایا گیا تھا کہ اوس کی طرف دیکھنے کو بھی دل نہیں چاہتا تھا اور وہ غریب بہت ہی تکلیف کی حالت میں تھی۔ نہ معلوم اس نے اتنا وقت کس طرح گذارا ہوگا اور پہر کس طرح تندرست رہی ہوگی۔ برعکس اس کے مینے اکثر اپنے یہاں کی با صورت و معمولی حیثیت کی غریب دُلہنوں کو بھی چلتے ہوئے اور بیٹھے ہوئے دیکھا ہے۔ بے اختیار نظر پڑتی ہے اور اُن کا مُنہ دیکھنے کو دل چاہتا ہے اور وہ نہایت خوبصورت لگتی اور ان کی چال ڈھال پر معلوم ہوتی ہیں اور اس کے سوا انکو اس قدر تکلیف بھی نہیں ہوتی۔ میرے خیال میں اُن غریب دُلہنوں کی تکلیف کا خیال کیا جائے اور

اس قدر ظلم سے کام نہ لیا جاتا افسوس ہے جو بیچاری دولہن بیوہ ہو بیٹھی اس
بنی ہیں اور اس مصیبت کو برداشت کر رہی ہیں ... اس رواج
اس ظلم کو روا رکھتے ہیں۔ میری اس ناچیز تحریر سے اگر کسی بہن کو رنج
پہونچے تو میں معافی چاہتی ہوں اگر آیندہ فرصت ملی تو انشاء اللہ تعالیٰ
اپنے بیان کی تائید میں بھی کچھ پیش کروں گی۔ بشرطیکہ تصدیق بہنیں
پسند کریں۔ فقط

ولادت فاطمہؓ

---

ستمبر ۱۹۱۳ء کے رسالہ عصمت میں سے اپنی ایک بہن
کا منظوم خط بھیجا تھا غلطی سے میرے نام کی جگہ نقویہ صاحبہ
چھپ گیا ہے۔ میں نقویہ نہیں ہوں مہربانی فرما کر
یہ چند سطریں رسالہ میں چھاپ کر اس کی تردید کر دیجیے
نقویہ میری دوسری بہنیں ہیں۔ فقط

ولادت فاطمہ۔ بدایونی

---

براہ مہربانی خط و کتابت کے وقت نمبر خریداری
ضرور تحریر فرمایا کریں (منیجر)

# شائستگی و سلیقہ

میرزا محمد جان صاحب نے اپنی بیٹیوں کو تعلیم دی۔ وہ تعلیم کہ جس کا نام تعلیم ہے۔ جس سے حقیقی فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔ نہ صرف اتنی کہ معمولی اردو کی نوشت و خواند کی قابلیت حاصل کر کے ڈیڑھ کتاب انگریزی کی پڑھ لی اور لگیں اپنے تئیں اعلیٰ تعلیم یافتہ سمجھنے۔ دیگر مستورات پر چبھتیاں، اترائیں، میز کرسی پر ہر وقت ٹنگے رہنا۔ لیاقت کا عملی ثبوت جانا۔ اگر نہیں ہارمونیم ہی سیکھ لیا تو گیا تھا بجانے۔ تلاوت قرآن و محفل میلاد۔ ٹی پارٹی و بیاہ جا فرض ہو گیا۔ اخبار لے کر دن تمام کیا نمائش کی۔ محمد جان صاحب کی بیٹیوں نے آج سے بیس سال قبل تعلیم پائی۔ اور وہ تعلیم پائی کہ آجکل کے مردوں کو بھی نصیب نہیں۔ اردو۔ فارسی۔ پیر ایک قابل معلمہ مقرر تھی۔ حساب بڑے بھائی نے جو بی۔ اے تھے۔ ایف۔ اے تک کا سکھا دیا۔ عربی میں اچھی قابلیت اپنے جد امجد میرزا احمد جان صاحب مرحوم سے حاصل کی۔ جو عرب کے تعلیم یافتہ تھے۔ عربی بھی ایسی سیکھی کہ بخوبی گفتگو کر لیتی تھیں پرانی دستکاری اماجان سے سیکھی۔ نئی صنعت کاری و سوزن کاری پر انگریزی میم نوکر تھی جس نے ضرورت کے موافق انگریزی لکھنا پڑھنا بھی سکھا دیا۔ اس قدر انگریزی کی آسان کتابیں پڑھ لیتی تھیں

لکھ چھوٹے موٹے خط لکھنے لگیں۔ اور بعد شادی اپنے شوہر کی مدد سے
انگریزی قابلیت اس درجہ بڑھالی کہ اخبارات پڑھنا مشکل نہ رہا بلکہ
خود ہی بولنا پڑھنا جیسے بھی بن سکا بنا لیا۔ غرض کہ آجکل نئی تعلیم یافتہ لڑکیوں
سے محمد جان و عزیز جان بیگم بدرجہا اچھی تھیں۔ مگر آتی بیشک تھیں
کہ انگلش ڈریس زیب تن کرکے کوٹھی میں بیٹھکر باجے ہی بجانا
فخر سمجھتیں اور اسی پر تمام قابلیت کا دارومدار ہوتا۔ ان دونوں کی
شادیاں بھی اچھی جگہ ہوئیں سکندر جہاں کے شوہر جاگیردار امیر کبیر
تھے بیسیوں مامائیں انکی خدمت میں حاضر تھیں۔ بی بی ایسی تعلیم یافتہ
مگر انگریزی نقل پر زندگی نہ گذارتی تھیں اور نہ پرانی لکیر کے فقیر۔
نئی تہذیب کی پیروی بھی موجود تھیں اور اپنے پہلے تمدن
کی جھلک نظر آتی تھی۔ اس طرح۔ عزیز جان بیگم کا گھر تھا۔ گو ان کے
شوہر تمول میں ان سے کم تھے۔

بیچارے تحصیلدار درجہ اول کے تھے ڈھائی سو ماہوار تنخواہ اور
پچاس آمدنی جائداد کی۔ اسی تین سو میں گذر کرتی تھیں اور بھاتی بھی
نہیں رشوت کا پیسہ یا بالائی آمدنی ان پر حرام تھی۔ ذرا ان کے سلیقہ
پر گھر کی جھلک بھی ملاحظہ ہو۔

آگرہ شاہ گنج کے درمیان تحصیلدار صاحب کا ہندوستانی طرز
کا مکان ہے۔ باہر دیوان خانے اور زنان خانے میں ڈیوڑھی
سے داخل ہوتے ہی وسیع صحن ملتا ہے جس کے چاروں طرف

عمارت سے ۳ طرف چبوترے جن کے درمیان میں نو صحن تھا جس میں
پھولوں ترکاریوں کی کیاریاں تھیں۔ انار۔ نارنگی آمرود نیموں وغیرہ
کے درخت سامنے والے چبوترے کے نیچے برابر برابر قطار
باندھے استادہ ہیں ان کے بعد گلاب چنبیلی۔ رات کی رانی
وغیرہ پھولوں کی بڑی کیاری ہے ایک طرف انگریزی پھولوں کی
کیاریاں اور دوسری طرف میتھی پالک۔ مولی۔ دھنیہ شلجم
آلو وغیرہ سب ہی ضرورت کی سبزیاں بوئی ہوئی تھیں اور ایک
کیاری درختوں کے درمیان پتلی پتلی سڑکیں چھوڑ دی تھیں
جس پر بجری پڑی تھی ان سے آمد ورفت میں سہولت تھی۔
سامنے ایک بڑا کمرہ نشست جس میں فرشی سفید برف سی چاندنی
(حالانکہ چھوٹے بچے بھی گھر میں تھے) اور صدر میں قالین جس پر
مخملی گاؤ تکیہ لگا۔ وہیں پاندان چمکتا ہوا ایک بانات کے ریشمی کامدار
زیرانداز پر رکھا ہوا تھا۔ مجال ہے ذرا میل ہو۔ عمدہ تصاویر سے یہ کمرہ بھی
آراستہ تھا۔ آگے اس کے بڑے بڑے محراب دار دروں کا برآمدہ
جس میں تختوں پہ فرش اور ہر طرف دو دو کرسیاں کونوں میں چھوٹی تپائیاں
رکھی تھیں یہی طرف شرق اسی قدر عمارت تھی دونوں جانب دالان
اور پچھواڑوں میں ۲ کوٹھریاں جن میں اسباب تھا۔
نئی بیگم صاحبہ کی تجویز تھی کہ ایک کوٹھری میں صندوق لگا دیا
اور دوسری کا غسل خانہ بنوا دیا تھا کیونکہ آرام زیادہ ساتھ ہی غسل خانہ

سے ملتا ہے۔ اس میں بھی صرف گھڑے اور چوکی ہی نہ تھی۔ بلکہ ضرورت
کی اور چیزیں بھی۔ آدھے حصہ میں صندل ہو رہا تھا۔ اور منڈیر
بند ہی تھی۔ اس کے اندر چوکی رکھی تھی۔ اور گھڑونچی پر گھڑے
ایک طرف دونوں کونوں میں دو میز یں تھیں ایک پر کنگھی۔ برش
تیل وغیرہ دوسری پر سیلابچی چینی کی اور پانی کا جگ۔ تصیلدار
صاحب کے منہ دہونے کو۔ کچھ کھونٹیاں اور ایک تولیوں کا
سٹنڈ۔ میلے کپڑوں کے لیے ایک چھوٹی سی الماری تیسرے
کونے میں لگی تھی۔ پانی گرم کرنے کو تیل کا حمام تھا درمیانی دالان۔
میں میاں بیوی کے پلنگ ایک طرف کو تھے۔ اور صدر میں قالین
و گاؤ تکیہ۔ پلنگ کے پاس چھوٹی گول میز اوگالدان رکھا تھا۔ کمرہ کے
دوسرے حصہ میں چند آرام کرسیاں اور ایک ایک میز دونوں کونوں
میں تھی ایک پر قلم دوات کاغذ ہر وقت ضرورت پر کام آنیکو
اور دوسری میز پر سفید کپڑا پڑا جس پر گلدان سنگھاردان اور
بڑا آئینہ عطر کی شیشیاں وغیرہ تھا۔ اس دالان کے تین دروازے
اس کے برآمدے میں کھلتے تھے۔ اس میں ایک زنانہ ایک تخت
تھا تپائی پر لوٹا منجن۔ صابن وغیرہ اور دوسری طرف آرام کرسیاں
پڑی تھیں جس وقت بیگم صاحبہ یہاں تخت پر بیٹھی ہوتی تھیں او تحصیلدار
سوٹ پہنے آجاتے تو کرسیوں پر بیٹھتے۔ تیسری طرف بائیں جانب
وہی کھلے درون کا برآمدہ اور اندر دالان و بغلوں میں کوٹھریاں مع

جن کی حسب ضرورت یونہی میم تھی۔ ہاں اتنی اس طرف زیادتی تھی کہ برآمدے کے دونوں طرف دو سیڑھیاں تھیں۔ خدا جانے کیوں ایک طرف سیڑھیاں بنائی گئیں۔ شاید مالک مکان کو ایسی ہی ضرورت ہوگی۔ ان کے بھی کام آگئیں۔ بیگم نے ادھر اپنی بیٹیوں کو رکھا۔ اندرونی ایک کوٹھری میں دونوں کا پلنگ تھا۔ یعنی کمرۂ خواب دو تھے وہی کافرش اور دونوں طرف دو پلنگ بیچ میں قالین و گاؤ تکیہ دونوں کونوں میں گول میزیں۔ ایک پر سنگھنے کا سامان دوسرے پر سنگھار دان وغیرہ اور بیچ میں کپڑوں کی دونوں بہنوں کی ایک بڑی الماری۔ دوسری کوٹھری میں ان کی استانی جی۔

ان کا سامان۔ دالان میں فرش اور بیچ میں بڑی سی میز جس پر بہنیں پڑھتی تھیں کرسیاں کیونکہ میم صاحب انگریزی اور دستکاری سکھانے کو آتی تھیں۔ ایک طرف کو نماز کا تخت دوسری طرف ایک بڑا تخت جس پر استانی صاحبہ فارسی حساب جغرافیہ تاریخ وغیرہ پڑھاتی تھیں۔ اگلے برآمدہ میں صرف چند کرسیاں اور چھوٹی میزیں تھیں۔ ایک پر مشین سلائی والی رکھی تھی۔ اس صحنچی میں صرف ایک قیمتی قالین کا فرش تھا۔ خوبصورت کرسیاں لڑکیوں کے بناتے ہوئے ریشمی کشن سجے رہتے تھے اور اس میں گول میز پر تصاویر کی البم اور بورڈوں پر بڑی بڑی تصویریں۔ گلدان۔ غرض کہ صحنچی ملاقات کا چھوٹا سا کمرہ تھی۔ خوب آراستہ خوبصورت پردے اودہا ہر

کی تھیں۔ دوسری صحنچی میں صرف دری کا فرش اور بیچ میں گول کھانے کی
بڑی میز گرد کرسیاں۔ ہر کونوں میں چھوٹی گول میزیں اور ایک
طرف خوبصورت الماری جس میں برتن اور کھانے کی چیزیں ایک
تپائی پر گیس کا چولہا۔ ان دونوں صحنچیوں میں جب کبھی میموں کی دعوت
یا ملاقات ہوتی تو بٹھایا جاتا۔ دونوں بہنوں کی عمریں ابھی کم تھیں۔
بڑی کو چودہواں سال چھوٹی کو دسواں تھا۔ ان سے چھوٹے
دو لڑکے تھے۔ نو اور آٹھ سال کے۔ مگر دونوں باہر رہتے تھے
رات کو مولوی صاحب کے پاس سوتے تھے صبح ہی وہ نماز اور
قرآن کے لیے بیدار کرتے تھے۔ عربی و دینیات مولوی صاحب
پڑھاتے تھے اور پھر سکول جاتے تھے۔ ان میں کھانے اور
چاء کے لیے اندر آتے اور چھٹی کا تمام دن اندر ہی والدہ و بہنوں
میں گذارتے۔ تحصیلدار مظہر جان صاحب اپنی بی بی سے اس قدر
خوش تھے کہ اگر لائق میم بھی لاتے تو اس قدر سلیقہ و آرام نہ پاتے
ان کو اپنی بی بی کفایت شعار سلیقہ مند بی بی پر فخر تھا۔ نہایت تھوڑی
سی آمدنی میں وہ سلیقہ کر رکھا تھا کہ اگر ہزار کماتے تو اس قدر عزت
نہ ملتی۔ دو مامائیں گھر میں اور دو ملازم باہر تنخواہ دار تھے استانی
جی اور مولوی صاحب دس دس روپیہ ماہوار پر مقرر تھے۔ دس روپیہ
مس صاحبہ کو دیے جاتے تھے۔ بی بی کے سلیقہ نے وہ عزت
بنا رکھی تھی کہ وہ ججنٹ اور کلکٹر کی میم صاحب کی مہمان ہوتی تھیں۔

اور سیم صاحبہ تکی۔ اور تمام شہر کے رؤسا کی بیبیوں سے دوستانہ ملاقاتیں تہیں۔ ایکدن ان کے ہاں ہماری ایک نئے فیشن کی بی بی مہمان تہیں جو ان کی رشتہ میں پہوپہی زاد بہن کی بیٹی ہوتی تہیں اس ملاقات کا حال نذر ناظرین ہے۔

صبح دس بجے وہ بی بی مسز اشرف علی سپروائزر تشریف لائیں وہاں خالہ سے ملیں۔ پھر بہنوں کے پاس جا بیٹھیں۔ وہ دونوں اسوقت انگریزی کا سبق یاد کر رہی تہیں۔ مگر انہوں نے پرواہ نہ کی۔ انکا لباس اسوقت یہ تہا۔ گلابی ریشم کا سکرٹ و بلاوس مع گلوبند کریپ کا رومال سر پر بیت سے لگا۔ کان میں ایک ذرا سا بندہ اس میں سیاہ بوٹ انگریزی بالا پہنے۔ رنگ سانولا ہی تہا قد متوسط تہی خاصی ہسپتال کی نرس یا کمپونڈر معلوم ہوتی تہیں۔ جب لڑکیاں پڑھ چکیں تو گیارہ بجے کھانے کے لیے بلایا گیا تو آپ بولیں۔

مسز اشرف۔ کھانا کہاں کھایا جائے گا؟ کھانے کا کمرہ تو ہیں ہے
سعید جہاں۔ (بڑی لڑکی) اُدھر ابا جان کیطرف۔ ابا جان اسوقت میں تشریف لے گئے اس لیے ادہر ہی کھائیں گے اگر ادھر آجاتے یہاں کھا لیتے۔
مسز اشرف۔ مگر میز پر کھائیں گے نہ؟
سعید جہاں۔ نہیں اسوقت تو فرش یا تخت پر کھائیں گے کیونکہ ابا جان ڈوریں میں نہیں ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ بنسبت میز کے

نیچے کھانے میں زیادہ آرام ملتا ہے۔

مسز اشرف: نہ بہن یہ تو غلط ہے کھانا میز پر ہی آرام دہ اور پر سلیقہ ہے۔ اچھا تم جاؤ میں زمین پر نہ بیٹھ سکوں گی کہ اس وقت کا رسٹ لگا ہے۔

سعید جہاں: تو کیا آپ کارسٹ کے لیے کھانا چھوڑ دیں گی۔

مسز اشرف۔ نہیں تم میرا اور خورشید جہاں (چھوٹی لڑکی) کا کھانا یہیں بھیجدینا مجھے خالو جان سے شرم ہی آتی ہے

سعید جہاں: بہت بہتر۔ اور یہ کہہ کر چلی گئیں۔ سعید انکی عقل و دانش وانگریزیت پر ہنستی ہوئی۔ ان کو یہیں بھیجدیا کھانے والی صحنچی میں اور یہ دونوں جا بیٹھیں۔ استانی جی بھی شریک تھیں کھانے پر جو گفتگو ہوئی درج ذیل ہے۔

مسز اشرف: ڈیر خورشید ایک بات کہوں جو بُرا نہ مانو؟

خورشید جہاں: کہیئے۔

مسز اشرف: تم نے انگریزی لباس کیوں چھوڑا ہے؟ ان میں تو بھولی بھالی لگتی تھیں۔

خورشید: باجی جان اب کچھ اُنکی ضرورت معلوم نہیں ہوتی۔ لڑکی جب تک ننھی سی ہو ڈھیلے ڈھالے کپڑوں میں آرام ہوتا ہے۔ اسوقت اگر فراک پہنوں اور بجائے ٹوپی کے دوپٹہ اوڑھوں تو خاصی عیسائی مشن گرل معلوم ہوں۔ اس لیئے

دوسرا سال ہے دو پاجامہ قمیص پہننے لگی ہوں۔ ماں جان
ان دونوں کو جانتی ہیں۔

مسز اشرف۔ کچھ نہیں انگریزی لباس تو عمر بھر ہر حالت میں اچھا
لگتا ہے۔ تمھاری بہن بھی انگریزی نہیں پہنتی ہیں۔ آج خالہ
صاحبہ بہن سے بحث کروں گی۔ ہمیں اصلاح معاشرت کس حد تک
کرنی چاہیئے؟ یہی ذکر لیا پہنچ گیا کیونکہ انگریزوں کی نقل بے
استعمال کئے بغیر بیہودگی نظر لگانے لگے تھے۔ بیچاری کام والی خورشید
دستانی محسوس نہیں کہ جب تک مہمان نہ آئے کیسے کھڑی ہوں
یہاں ابھی کھانا ختم نہ ہوا تھا کہ بیگم صاحب کھانے سے فراغت
کر مع سعید کے آگئیں اور اس نے بیزار چھچھوری بحث ہی کا
بحث لیا۔

بیگم مظہر جان۔ کیا بحث ہے ہم بھی سنیں میری خورشید تو
بیچاری ابھی پوری طرح بے باک ہو کر بول نہیں سکتی۔ ہفتہ وار اسکول میں ولسن
لیکچر دینا۔ تقریر کرنا سکھاتی ہیں تنہائی میں تو بول لیتی ہے مگر سہیلیوں
کی پارٹی میں شرماتی ہے

مسز اشرف۔ نہیں ماشاءاللہ بولنے والی تو خوب ہو گی۔ جتنے تو برابر جواب
دے رہی ہے۔ بلکہ میں جوان ہو کر شرما جاتی ہوں۔ مجمع میں مجھ سے
بات نہیں کی جاتی ہے۔

بیگم۔ ہاں ہو جائیگی۔ استانی جی مس صاحب بڑی کوشاں ہیں کہ یہ

خوب اعلیٰ درجہ کی مقررہ ہو بڑے بھائی کی سالگرہ میں اس سے ہی تقریر کرائی تھی۔ ماشاء اللہ سعید جہاں اب خاصی بولنے لگی ہے اس دن مسز چارلس کے ہاں انگریزی میں لیکچر دے لیا۔

مسز اشرف۔ "مبارک ہو خدا ترقی دے۔ مگر خالہ جان یہ ضرور عرض کردوں گی کہ جیسی آپنے ان کو تعلیم دی ہے ویسے ہی ان کو نئے ڈھنگ پر اٹھانا تھا۔ لباس طرز معاشرت میں بھی اصلاح ضروری تھی۔ تاکہ نئے زمانہ میں قدر ہو۔

بیگم۔ (مسکراکر) اصلاح تو اب بھی ہے ہاں انگریزی کی پوری نقل نہیں اتاری جاتی اسکی ضرورت بھی نہیں نیا زمانہ قدر کرے یا نکرے ہمیں اسکی پرواہ نہیں نہ ہم غریب انگریزی طرز سے رہنے کے قابل ہیں سکے لیے بڑا روپیہ اور خوش سلیقگی درکار ہے۔

مسز اشرف۔ نہیں خالہ جان اسنے بھی روپیہ کی کیا ضرورت ہے اسی تین سو میں سب کچھ بخوبی ہو سکتا ہے آخر میں تو ڈیڑھ سو ہی میں کر رہی ہوں۔ کوٹھی میں رہتی ہوں ایک آپ کا یہ بیڈھنگا مکان مجھے ایک آنکھ نہیں بھاتا۔ دو سال ہو گئے یہ کہتے کہ کوٹھی لو کوٹھی آپ ایک نہیں سنتیں کیسی عزت اور آرام ہو کوٹھی میں۔

بیگم۔ اول تو کوٹھی میں اس قدر آرام ہی نہ ہو جتنا یہاں۔ دوسرے عزت کی کوٹھی تو کم از کم سو روپیہ ماہوار کرایہ پر ملے۔ میں اس میں خدا جانے کیا کیا کرتی ہوں۔"

**مسز اشرف۔** اوہو۔ سو کی کیوں لو ہیں تو بیس روپیہ کی مل رہی تھی لو لیا
تم پچیس روپیہ کی لیلو آخر بائیس روپیہ مکان کے بھی تو دے رہی ہو کوٹھی
کی بات ہی اور ہوگی۔

**بیگم۔** پچیس روپیہ کی کوٹھی اتنے آدمیوں کو کب پوری ہو۔ دو نہیں تین کمرے
ہوں گے یہاں ۲۵ کمرہ میں اندر و باہر نیچے آرام سے رہتے ہیں
صحن میں چمن بھی ہے جو سب کی آنکھوں اور دماغوں کو تراوت
بخشتا ہے۔ سبزیاں مفت کی ملتی ہیں۔ کوٹھی میں اول تو اتنی زمین
کہاں کہ باغیچہ ہو اور ہو تو باہر بے پردہ ہو مالی رکھنا پڑے کم از کم
پانچ روپیہ ماہوار پر۔ اس باغیچہ کو میں اور لڑکیاں ہی دیکھتی ہیں
مالی کی ضرورت نہیں۔ وہاں میں باہر کیونکر جا سکوں گی۔ تمہارا
باغیچہ خشک پڑا ہے نہ۔ میں اس سے فائدہ اٹھاتی ہوں۔

**مسز اشرف۔** کیا ہے پورا آرام تو نہیں۔ آپ نے کوٹھری کا غسلخانہ کر لیا
لڑکیاں تو وقت بے وقت بارش و دھوپ میں غسلخانہ جاتی ہی ہوں گی

**بیگم۔** خیر ہم اس قدر آرام کے عادی نہیں ہیں۔ اور غسلخانہ تو ان کے
لیے ہی بنا دیا ہے۔ اتفاق کی بات ہے جو غسل خانہ مکان کے
ساتھ صحن میں ہے اس کا گولہ لڑکیوں کی کوٹھری کی چھت میں
ہے درمیان میں دروازہ نکلوا کر سونے کے کوٹھری سے ملا دیا
ہے۔ تم نے شاید دیکھا نہیں یہ دروازہ تو ڈیڑھ سال ہوا بنوایا ہے

**مسز اشرف۔** خالہ جان روپیہ آپ کے پاس کم نہیں سہنے تین سو آپ نے مجھے

ملے تو کیا کروں کہاں۔ کلکٹر کی میم کے برابر رہوں آپ جمع کرتی ہیں؟

بیگم۔ (مسکراکے) جمع بھی کرنا ہی ہوا۔ چار بچے ہیں ان کی تعلیم و شادیاں (یا) پنشن ہو جائیگی تو بڑھاپا ہوں کے بسر اوقات کا ذریعہ جمع نہ کروں تو کیا ہو۔

مسز اشرف۔ اگر سو جمع کریں تب ہی تو سو کافی ہے۔ میں تو دیڑھ سو میں کوٹھی میں رہتی ہوں۔ انگریزی لباس پہنتی ہوں۔ انگریز میموں سے ملتی ہوں۔ میرا ماہواری حساب تو دیکھیں ایک پیسہ نہیں بچتا۔

بیگم۔ دوسروں کا ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ خیر مجھے اس سے بحث نہیں مگر یہ جو کہا کہ "میرا ایک پیسہ نہیں بچتا" یہ کوئی خوبی ہے؟ مجھے یہ طرز بالکل پسند نہیں۔ اور پھر جس طریق سے تم رہتی ہو وہی کچھ اچھا نہیں ہے۔ میموں سے ملتی ہو۔ مگر کن سے؟ معمولی نیچے درجہ کی عیسائین مشنری لیڈیاں یا ریلوے ملازم ٹکٹ کلکٹر۔ سٹیشن ماسٹر وغیرہ کی بیبیاں ان کے ملنے میں نہ کوئی عزت نہ فائدہ۔ فضول کا خرچ اور پھر بدنامی کہ ویسا ہو نہیں سکتا جو ہم لوگ کر سکتی ہیں۔ تمہارے ہاں کا سو کہا ایک مسز چرچ ہمارے ہاں مشہور ہے کہ مسز اشرف کے ہمیشہ خشک حلق میں پھنسا لا کیک ہوتا ہے۔ تمہارا حیثیت سے زیادہ خرچ ہو گیا۔ اور انہوں نے باتیں بنائیں مجھے یہ سخت ناگوار ہے۔ میں تو ایا(ن) سمجھانا چاہتی تھی کہ میری چھوٹی بیاہی ہو کم سمجھ ہو۔ عیسائیوں سے (ذرا)

| | |
|---|---|
| بھنگی | ۰ — ۰ — ۱/ |
| دھوبی | ۰ — ۰ — ۴ |
| مس صاحبہ | ۰ — ۰ — ۱۵ |
| ماہواری دعوتوں کے لیے۔ | ۰ — ۰ — ۱۰ |
| بچوں کے سکول کا خرچ۔ | ۰ — ۰ — ۲ |
| اخبارات کے لیے۔ | ۰ — ۰ — ۱۰ |
| بچوں۔ لڑکیوں کی کتابیں۔ | ۰ — ۰ — ۵ |
| میوہ مٹھائی کے لیے۔ | ۰ — ۰ — ۲ |
| سب کے کپڑوں کے لیے۔ | ۰ — ۰ — ۴۰ |
| خرچ خوراک ماہواری | ۰ — ۰ — ۶۰ |
| تنخواہ سائیس۔ | ۰ — ۰ — ۸ |
| خوراک گھوڑی۔ | ۰ — ۰ — ۱۰ |
| خوراک بھینس۔ | ۰ — ۰ — ۱۵ |
| میزان سابقہ | ۰ — ۰ — [illegible] |
| میزان کل۔ | ۰ — ۰ — ۲۴۵ |
| باقی۔ | ۰ — ۰ — ۵ |

صرف یہ رہ سکتے ہیں جو چار دن بچوں کو دیتی ہوں لڑکے جمع کر لیتے ہیں لڑکیاں کبھی خرچ کرتی ہیں کبھی جمع [illegible] عادت نہ ہو گی۔ میوے اور کپڑوں کا خرچ باقی [illegible]

کہ سالانہ جمع ہو کر ایک رقم نکل آتی ہے جس سے کہ دینش سب کے کپڑے بنواتے ہیں۔ قرض لینا نہیں پڑتا۔ اور میوہ مٹھائی اول تو آجاتا ہے دعوت پارٹی وغیرہ ہیں اور جو کسی مہینہ میں نہ دعوت ہو تب بھی ہفتہ وار بچوں کو مٹھائی اور میوہ ضرور دیتی ہوں کہ ان کے دوستوں کی پارٹیاں ہوتی رہتی ہیں۔

دس روپے جو دعوت کے نام کے بچاتی ہوں اس سے یہ فائدہ ہے کہ اگر دعوت ہوگئی تو خرچ ہو گیا کسی مہینہ میں نہوئی تو بیس پچیس روپے جمع ہو کر کلکٹر صاحب سیشن جج صاحب کی میم صاحبہ کو کھانا کھلا دیا۔ ان کے کسی دوست کی ضیافت کر دی بھینس سے یہ فائدہ ہے کہ دودھ مکھن۔ دہی۔ او پلے گھر کے ہیں۔ مرغیاں پال رکھی ہیں۔ ان سے انڈے مل جاتے ہیں۔ صرف چا چینی منگانی پڑتی ہے۔ بسکٹ۔ کیک۔ نخطائیاں سعید جہاں گھر میں بناتی رہتی ہیں۔ چاریوں چل گئی۔ ساتھ جو کھانے کا ہوتا ہے اس میں کچھ گھی تا معالہ۔ گوشت۔ لکڑی۔ چاول۔ وغیرہ آتا ہے۔ سبزی کبھی خریدی نہیں ہر موسم کی ترکاری گھر میں بو دیتی ہوں اور خود نگہداشت کرتی ہوں۔

دیکھو کیس سرد دی و خیال و کاٹ تراش سے ڈھائی سو میں گھر چلا اور گھوڑا بھی رکھ لیا کس طرح کوٹھی میں رہوں؟ تم ڈیڑھ سو صرف کھانا اور دو ملازم کرتی ہو۔ نوکروں کی کمی سے گھر صاف نہیں رہتا

خود کر نہیں کر سکتیں۔ کپڑا بنتا ہے تو بزاز کا فرض۔ کھانا کھایا تو دو کاندار کا فرض۔ کپڑا انگریزی پہنتی ہو سینا نہیں جانتیں درزی کس قدر سے لیتا ہے۔ میں سب کے کپڑے گھر میں تیار کرتی ہوں۔ انگریزی کی تیسری کتاب پڑھتی ہوا ور دس روپیہ میم کو دے رہی ہو صرف انگریزی پر فارسی وغیرہ کچھ نہیں۔ یہ تو شوہر سے بھی پڑھ سکتی ہو۔

سعید جہاں۔ باجی جان کو انگریزی سے پہلے فارسی۔ دینیات۔ حساب کتاب سیکھنا چاہیئے تھا۔ پھر انگریزی پڑھ لیتیں۔

مسز اشرف۔ تم سب عقلمند ہو میں گدھی۔ آخر گدھے بھی دنیا میں بستے ہی ہیں"۔

بیگم۔ دیکھو پیاری انوری تم بُرا مان گئیں۔ حالانکہ میں تمھاری بڑی خالہ ہوں۔ اسی سبب میں کچھ کہتی نہ تھی۔ تمھارے شوہر ہمیشہ اصرار کرتے ہیں کہ "خالہ جان آپ اور سعید جہاں میری بیوی کو بھی ذرا سمجھا یا کرو"۔ مگر میں نے آجتک کچھ نہ کہا۔ تم معاف کرو آیندہ۔ میں کچھ نہ کہوں گی۔ چلو برآمدہ میں بیٹھیں ہال ہوا ہے۔ یہاں تو گرمی ہے۔

نذر سجاد حیدر

فرمایا کہ یہ بنا ہوا مکان چھوارون کا اس ایک چھوارے کے برابر بھی نہیں ہے جو وہ (مردہ) اپنی زندگی میں خود دے جاتا۔ اس کے علاوہ بعد جو ثواب میت کے واسطے دیا جاتا ہے وہ باتفاق محدثین برابر پونہچتا ہے۔ خواہ وہ ثواب بدنی ہو یا مالی۔ البتہ باعتبار درجہ کے فرق ہے یعنے تلاوت قرآن مجید کا ثواب اور کہانا کہلانے کا ثواب اور عبادت بدنی کا مگر ثواب پونہچنے میں شک نہیں۔ خواہ وہ کتنی ہی کمتر چیز کیون نہ ہو چنانچہ ایک فقرہ کا ذکر ہے۔ کہ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے صرف نخود بریاں (بہنے ہوئے چنے) پر ختم کرا دیا تھا بسبب نہ ہونے اوس وقت کسی اور سامان کے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ بیٹھے ہیں۔ اور وہ چنے آپ کے آگے دہرے ہیں اور ان چنوں کو اوچھال اوچھال کر تقسیم کر رہے ہیں۔ اور فرماتے جاتے ہیں یہ ہمارے محب نے ہمارے واسطے بھیجے ہیں آپ اسے یہ سمجھیں کہ وہ چنے بجنسہ پونہچے تہے۔ بلکہ حضرت شاہ صاحب کو وہ چنے اس واسطے دکہلانے گئے تہے۔ کہ وہ اسکو یا اونکو حقیر سمجھکر شاید یہ خیال نہ کریں کہ اوس کا ثواب شاید نہ پونہچا ہو +

**سوال نمبر ۷**۔ حساب کتاب روح سے ہوتا ہے اور عذاب اسی وقت سے شروع ہو جاتا ہے +

**جواب نمبر ۷**۔ حساب کتاب روح اور جسم دونوں سے ہوتا ہے اور عذاب کی جگہ اوسیوقت سے قایم ہو جاتی ہے گو پورا عذاب جس کا وعدہ ہے (یعنی جہنم) اوسوقت نہیں ہوتا۔ پہلے حساب کتاب کے لیے دیکھو حدیث منکرین مذکورہ اور عذاب کے لیے دیکھو حدیث مشکوٰۃ باب المیت جس میں صاف لکھا ہے کہ بعد حساب کتاب ہونے کے مُردہ اپنا ٹھکانہ دوزخ یا جنت میں دیکھ لیتا ہے۔ اور اوسکی قبر دوزخ یا جنت بنا دی جاتی ہے

**سوال نمبر ۸**۔ تیجہ کی رسم مسلمانوں میں کہاں سے آئی +

**جواب نمبر ۸**۔ بعد قرون ثلاثہ کے یہ عمل خیر جاری ہوا۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ قرون ثلاثہ میں ایسے لوگ بابرکت تھے۔ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے مستفیض تھے۔ کہ اون کا ایک دفعہ کلمہ شریف یا استغفار پڑھنا لاکھوں کے برابر تھا۔ بعد قرون ثلاثہ کے یہ تاثیر لوگوں میں نہ رہی جس وجہ سے سوا لاکھ کلمہ شریف کی حدیث پر عمل کرنا ضروری ہو۔ اور وہ ایک آدمی سے ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ جب تک ایک مجمع نہ ہو اور جب تک کوئی خاص دن مقرر نہ کیا جائے۔ (اور تیجہ کا دن) مقرر کرنے میں یہ حکمت ہے کہ حدیث باب کا

علی الیت میں سے۔ میت کے وارث تین دن تک سوگ کے
آثار کریں یعنی اپنے گھر بیٹھے رہیں اور لوگ ان کی تعزیت
کے واسطے آویں اور کھانا وغیرہ ان کے واسطے پہونچاویں۔
پس تیسرے دن اس کام سے [illegible]
دن فاتحہ ہی مقرر کی گئی ہے۔ مگر [illegible]
سمجھنا خطا ہے۔

**سوال نمبر ۹۔** اردو میں کوئی کتاب ایسی ہے جو احادیث کا پورا ترجمہ ہو۔

**جواب نمبر ۹۔** ہاں بیشک۔ کتاب مشارق الانوار ہے جس میں صحاح کی حدیثیں اکثر موجود بلکہ تمام موجود ہیں۔ اس کے بعد مظاہر حق جس میں مشکوٰۃ کی حدیثوں کا ترجمہ اور شرح ہے۔

**سوال نمبر ۱۰۔** کیا کوئی آیۃ ایسی ہے جسکو پڑھکر میت کو خواب میں دیکھیں۔

**جواب نمبر ۱۰۔** حدیث میں کئی آیات اور دعائیں اس قسم کی موجود ہیں جس کے یا جن کے پڑھنے سے مردہ خواب میں نظر آوے اور اوس کی حالت معلوم ہو۔ حدیث بھی متفرق ہیں اور دعائیں اور آیتیں بھی متفرق ہیں
ایک سوال گیارہواں جو کہ ضروری تھا وہ سوال کرنا بہن صاحبہ

چھوڑ گئی تھیں اُس کو میں خود درج کر دیتی ہوں +

**سوال نمبر ۱۱۔** انسان کی روح انسان کے قلب سے نکل کر کہاں جاتی ہے اور کونسی جگہ اسکو دی جاتی ہے۔

**جواب نمبر ۱۱۔** روح جسوقت قبض کیجاتی ہے دربار خداوندی میں پیش کی جاتی ہے۔ حکم ہوتا ہے کہ اسکو اس کے جسم کیطرف لیجاؤ۔ چنانچہ فرشتے حسب الحکم خداوند تعالی کے اسکو اس مکان میں لاکر رکھتے ہیں۔ جہاں میت پڑی ہوتی ہے۔ چنانچہ روح اپنے جسم کے پاس رہتی ہے۔ اور سب کچھ حالات وارثوں کے دیکھتی ہے۔ جب غسل دیتے ہیں تب بھی حاضر رہتی ہے۔ جب کفناتے ہیں تب بھی موجود رہتی ہے۔ جب جنازہ لے چلتے ہیں۔ تب بھی ساتھ جاتی ہے۔ جب قبر میں رکھتے ہیں تب بھی ساتھ داخل ہوتی ہے۔ جب نکیرین قبر میں آتے ہیں تو روح کو جسم میں داخل کر کے مُردے سے سوال کرتے ہیں۔ اگر وہ جواب باصواب دیتا ہے تو اس مُردے کی قبر در مقام علیین (یعنی جنت کے نزدیک ایک مقام ہے جس کا نام علیین ہے) ایک ہو جاتی ہے اور اگر جواب ناصواب دیتا ہے تو اس مُردے کی قبر از مقام سجین (یعنی دوزخ متصل ایک مقام ہے جس کا نام سجین ہے) ایک ہو جاتی ہے۔ دیکھو احادیث بابت المیت کتاب مشکوٰۃ

اہلیہ قاضی محمد عبدالقدیر از گوستان

# بلا اطلاع جانا

بعض پڑھی لکھی [illegible] ن میں اب تک یہ نقص دیکھا جاتا ہے
[illegible] بلا کسی قسم کی اطلاع دیئے ملنے آجاتی ہیں اس سے خود ان کو
[illegible] تکلیف ہوتی ہے اس سے بہت زیادہ صاحب خانہ پہنچتی ہے آتی
ہے جس کا تلخ تجربہ مجھکو پچھلے ہفتہ میں ہوا مجھکو اس روز ایک نہایت
ضروری معاملہ میں اپنی نند سے گفتگو کرنی تھی۔ وہ اسیوقت ان کو
جایا تھا وہ ہر وہ آکر اتریں اور ادہر ایک بہن بلا کسی قسم کی اطلاع کے
[illegible] سے آئیں اسی شام کو میری نند پشاور جا رہی تھیں اور
ان کے پاس اتنا وقت نہ تہا کہ ان بہن کے چلے جانے کا انتظار
[illegible] گفتگو جس معاملہ پر کرنی تھی وہ بھی بدقسمتی سے پوشیدہ
تہا اور میں ان کے سامنے بات چیت نہ کر سکتی تھی ایسی حالت میں
[illegible] ان ہوئی اگر اپنے قصد کے بموجب نند سے باتیں کرنے
[illegible] خلوص اور مروت سے بعید ہے نہیں کرتی تو موقعہ
[illegible] مگر اس کے سوا کوئی چارہ نہ تہا کہ میں آنے
[illegible] یہ نیا کام کروں مگر مجھکو واقعی سخت ندامت
[illegible] علیحدہ جانا پڑا پہر بھی میں تہوڑی تہوڑی
[illegible] تہرانہ جائیں ان کے پاس دوڑ

بلا اجازت کے واسطے آتی رہی یہ سلسلہ میری نند کو بہت ناگوار
گذرا اور نتیجہ یہ ہوا کہ وہ یعنی میری نند ناخوش ہو گئیں اور بغیر
اس کے کہ گفتگو پوری ہوئی اور کوئی معاملہ طے ہوتا وہ یہ عذر
کر کے کہ میرے پاس آج اتنا وقت نہیں ہے اور تمام سامان
وغیرہ درست کرنا ہے گھر چلی گئیں جس کا مجھے اب تک قلق ہے
ہے اور جس سے مجھ نقصان بھی ہوا ادھر آکر دیکھا تو یہ بہن بھی
کچھ ناخوش سی نظر آئیں اور صرف اس لیے کہ باوجود ان کے
بلا اطلاع آنے کے میں ان کی خاطر مدارات پوری نہ کر سکی ✣
چونکہ اس قسم کی تکلیف مجھکو ہوتی چونکہ اسکو میں اچھی طرح سمجھ
سکتی ہوں اس لیے میں لکھتی ہوں کہ بغیر اطلاع یا اجازت کے
کسی کے ہاں جانا سخت غلطی ہے ✣

س

عجیب صنعت کا انگشتانہ :- سیام کی ملکہ کے پاس ایک انگشتانہ خالص
سونیکا ایک کنول کی صورت کا بنا ہوا ہے اور ہیروں سے مرصع
ہے اور وہ ہیرے ایسی ترتیب سے لگے ہوئے ہیں کہ
ان سے اس لیڈی کا نام - اس کی پیدایش - اور
شادی کی تاریخ معلوم ہوتی - ہے ✣

خ - آ - ر

# تعلیم نسواں پر ایک سرسری نظر

تعلیم بہت عام ہیاں (ہندوستان) میں ابھی ہر ایک شخص اس کے فوائد سے آگاہ ہے۔ جو لوگ تعلیم نسواں کے بڑے مخالف تھے آج وہ اس کے طرفدار اور اس کے لیے کوشاں ہیں اس وقت جبکہ وحشی اور غیر مہذب اقوام تعلیم کی طرف راغب اور اس سے مستفیض ہو رہی ہیں تو پورے طور سے ہمیں فیمیل ایجوکیشن کیطرف متوجہ ہونا چاہیئے۔ زنانہ تعلیم نہ صرف فرقہ نسواں کے لیے مفید ہے بلکہ اس تعلیم میں بہت سے راز ہیں۔ ہم اسیوقت قابلیت پیدا کر سکتے ہیں اور ڈگریاں حاصل کر سکتے ہیں۔ جبکہ ہماری عورتیں تعلیم یافتہ ہوں گی اور تربیت بلا پردہ کو نقص پہنچائے ہوئے دیجا سکتی ہے۔

قوموں کی سر سبزی اور ترقی کا باعث کون ہے؟ مرد انسان کو اس عالم میں آتے ہی جن سے سب سے پہلے سابقہ پڑتا ہے وہ بھی یہی ہیں۔ بیشک ان کے اختیار میں ہے کہ وہ ہمکو اعلیٰ اخلاقی تعلیم دے کر اچھی عادت اور سیرت والا بنا دیں۔ یا ضدی آزاد اور بدخو بنا دیں۔ سب سے پہلی تعلیم جو ایک تعلیم یافتہ اور ہوشیار ماں اپنے چھوٹے بچے کو دیتی ہے وہ یہ ہے کہ اپنی ضروریات

اشارہ ظاہر کرے اور اپنے والدین کا فرمانبردار رہے اطاعت والدین
کے فوائد سے ہر ایک کو آگاہی ہے۔ اسپر میں کچھ نہیں لکھنا چاہتا
اس لیے کہ یہ بذات خود ایک جداگانہ مضمون ہے صرف اسقدر
کہنا کافی ہے کہ ہماری آیندہ بہبودی اور فلاحیت۔ اطاعت والدین
پر منحصر ہے +

باپ کتنا ہی تعلیم یافتہ اور سمجھدار ہو وہ اپنی اُس اولاد کو جسکو کہ ماں
کی لاپرواہی اور دلار نے نکما کر دیا ہے درست نہیں کر سکتا ہے
اور اگر ایسا ممکن ہو تو بعد صد زحمت و مشقت اگر اُس ماں کو اپنی اولاد
کی آیندہ زندگی کا خیال ہوتا اور اسکی آیندہ خوشی و آرام پر موجودہ
آرام کو ترجیح دیتی تو اس کے لڑکے کی ایسی حالت نہ ہوتی بچپن
میں انسان جبکہ بالکل نازک ہوتا ہے اُسکو جس بات کی تعلیم دیجائے
اُسے بہت جلد قبول کرتا ہے اور وہ دیرپا ہوتی ہے۔ ایک عقلمند
ماں کی چھوٹی سی چھوٹی حرکت بھی اس کے بچوں کو کوئی نہ کوئی
سبق دیتی ہے تواریخوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جن
لوگوں نے اس دنیا میں کوئی بڑا کام کیا ہے یا نام پیدا کیا ہے انمیں
سے اکثر نے اپنے ماں ہی کے طفیل سے شہرت حاصل کی ہے
یورپ اور امریکہ کی عورتیں اپنے بچوں کو تعلیم تصویروں اور کھلونوں کے
ذریعہ سے دیتی ہیں اس طریقہ سے اِن بچوں کو تعلیم بھی ملتی جاتی ہے
اور اُن کا دل بہلتا ہے رفتہ رفتہ اُنکو معلوم ہو جاتا ہے کہ علم بہت

بھی چیز ہے۔ برخلاف اس کے ہمارے ہاں مائیں اور اس کی عزیز عورتیں لڑکے کو ڈراتی ہیں اور دھمکیاں دیتی ہیں کہ ابھی ہم تم کو میاں جی کے ہاں بھیجدیں گے۔ اگر تم نے شرارت کی تو میں تم کو خوب ماسٹر صاحب سے سزا دلواؤں گی وغیرہ وغیرہ اس سے لڑکوں کو استاد اور تعلیم سے ضد اور نفرت پیدا ہو جاتی ہے انہیں کافی اور ضروری مذہبی تعلیم دینی چاہیئے جس سے کہ وہ اپنے تئیں اور دوسرے عزیزوں اور اپنے بچوں کو ان کے سچے مذہب اسلام سے واقف کر دیں۔ آجکل عربی تو درکنار اردو کی تعلیم بھی پوری نہیں دی جاتی۔ بچے نے ذرا سا بھی ہوش سنبھالا کہ اسکو کسی انگریزی یا مشن اسکول میں داخل کر دیا گیا۔ جہاں کہ اس نے مذہب عیسوی سیکھ لیا۔ اپنے مذہب سے تو واقف نہیں اگر وہ عیسائی ہو جاوے تو کیا تعجب ہے اگر وہ بچپن میں مذہبی تعلیم پا جاویں گے تو وہ تعلیم آخر وقت تک کام آئے گی اس لیے کہ بسبب ان کے دل کے نرم اور صاف ہونے کے اس کا نقش دوامی اور گہرا پڑیگا ورنہ آجکل عیسائی مشنری کا جیسا اثر ہے وہ سب پر ظاہر ہے عورتوں کو مذہبی تعلیم سے یہ فائدہ ہے کہ وہ اسلامی مشنری کا کام اپنے زنانخانہ میں دیں گی اس لیے کہ جاہل اور نیچے درجے کی عورتیں بالکل مذہب سے ناواقف ہوتی ہیں۔

آخر میں میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ عورتوں کو وہ تعلیم جو آج کل

[illegible] کو اسکولوں میں دی جاتی ہے۔ اس کے دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس سے تو بعض لڑکوں ہی کے لیے مفید نہیں ہے [illegible] نصاب تعلیم اور ہونا چاہیئے جس میں مذہبی تعلیم۔ نامی خواتین [illegible] نے روحانی ترقی حاصل کی تھی اور یہی اسلام کی پیروی [illegible] اور لطائف۔ تربیت اولاد و خانہ داری کے [illegible] تعلیم ہی سے تباہ کن رسموں کا سلسلہ ٹوٹے گا۔

[illegible] زبان کا مسئلہ وہ کوئی علم نہیں ہے ایک زبان ہے [illegible] عربی وغیرہ عبادات کے لیے ضرورت ہے [illegible] موجود ہے اردو متبرک زبان ہے ضرورت یہی ہے کہ [illegible] کی تعلیم اور اردو کی اچھی لیاقت پیدا کرانا چاہیئے تاکہ وہ [illegible] مضامین لکھ سکیں اور اپنی ضرورت کی کتابیں تصنیف کریں۔ اگر کسیکو خواہش ہے تو وہ انگریزی کی تعلیم دے لے مگر عیسائی مشنریوں سے تعلیم دلوانا مذہب سے بالکل ہی بے خبر بنا دیتا ہے۔

یہ میرے اُلجھے ہوئے خیالات کا خاکہ جسکو کہ میں نے اوپر لکھا ہے غلطیوں کی معافی کا خواستگار [illegible]

صبغۃ اللہ

# بچوں کے کپڑے

یہ بات مانی ہوئی ہے کہ صحت کا دار و مدار جسم اور لباس کی صفائی پر ہے بچوں کے کپڑے بڑوں کی نسبت زیادہ اور جلد میلے ہوتے ہیں ان کے بچھونے اکثر خراب حالت میں رہتے ہیں اور اسکی وجہ یہ ہے کہ بعض مائیں صفائی کی طرف زیادہ توجہ نہیں کرتیں ایک ہی پہلے کو گیلا ہو جانے کے بعد دھوپ میں ڈال کر سکھانا چاہتی ہیں اور جب وہ سوکھ گیا تو اسکو کام میں لاتی ہیں لیکن ہم کو بے حد ضرورت ہے کہ کپڑے دھونے کا کام ہم خود سیکھیں گو بچوں کے کپڑے اکثر مائیں خود دھوتی ہیں مگر وہ دھونا نہ دھونے کے برابر ہے +

بچوں کے اوپر ایک قسم کا کپڑا ہمیشہ ایسا رہنا چاہیئے جو نہالچے کو خراب نہ ہونے دے اور اس قسم کے دس بیس کپڑے گھر میں موجود ہیں جو دھلکر بدلتے رہیں ان کے دھونے کے واسطے سنلائٹ صابون بہت مفید ثابت ہوگا میلے کپڑے کو گرم پانی میں ڈال دینا چاہیئے اس کے بعد صابون سے دھوکر خشک کر لینا چاہیئے۔ بڑی عمر کے بچوں کے واسطے بھی ضرورت ہے کہ مائیں ان کے لباس کے میلے ہونے کا بہت خیال رکھیں

آجکل کہ ہر چیز گراں ہوتی جاتی ہے دہوبیوں کے بھی مزاج بڑہتے جا رہے ہیں اگر بچوں کے کپڑے دہونا بھی خانہ داری میں شامل ہو جائے تو میرے خیال میں عیب نہیں اور چونکہ صحت کا تعلق صفائی سے ہے اس لیے کپڑے صاف ہوں گے تو مائیں اس تکلیف سے بھی بچیں گی جو بچوں کی بیماری سے انکو ہوگی۔

میں چاہتی ہوں کہ اس بحث پر عصمت کی پڑہنے والی اور بہنیں بھی قلم اٹھائیں اور اپنے خیال ظاہر کریں۔ کیونکہ بچوں کے میلے کپڑوں سے دیکھنے والوں کو بھی گھن آتی ہے اور بچوں کی صحت پر بھی اس کا اثر خراب پڑتا ہے ولایت میں عام طور پر بلکہ ہندوستان میں بھی انگریزی مائیں بچوں کے کپڑے گہر ہی میں دہوتی یا دھلواتی ہیں اور دہوبیوں کی محتاج نہیں رہتیں۔

ج

---

دریا کے پانی کا عجیب اثر۔ اسپین کے دریائے رٹنٹو کے پانی میں عجیب اثر ہے۔ اس کے اندر کی ریت خود بخود پتہر کے چٹانوں کیطرح سخت اور منجمد ہو جاتی ہے۔ اگر دو پتہر ملے ہوئے اس میں ڈالے جائیں اور چند منٹ سے ملے ہوئے رہیں تو فوراً جڑکر ایک پتہر ہو جاتے ہیں۔ مچھلی اس پانی میں زندہ نہیں رہ سکتی +

راقم۔ ح۔ا۔ دہلوی

# کنوار پتہ اور ماباپ

جو باتیں آج کہانیاں اور جو دن آج خواب وخیال ہوگئے وہ کنوار پتے کا زمانہ اور بچپن کے دن تھے مگر دن ایسے تھے کہ پھر نہ آئے اور راتیں ایسی تھیں کہ پھر نہ دیکھیں خدا کا شکر ہے کہ میں اب بھی جیسے خوش وخرم ہوں اللہ رکھے بچے تابعدار میاں مرضی کے موافق نوکر چاکر روپیہ پیسہ کسی چیز کی کمی نہیں مگر پھر بھی کوئی گھڑی مشکل سے اطمینان کی گذرتی ہوگی سب سے منجھلی سیانی ہوئی ہے رات دن اسی کا ہم چڑھا ہوا ہے کہ خدا اس کا گھر آباد کردے تو گنگا نہاؤں بڑی کالے کوسوں زگون پڑی ہوئی ہے اس اللہ کی بندی کو دو دو مہینے خط لکھنا قسم ہے لڑکا اس سال بی۔ اے میں شریک ہو رہا ہے۔ دیکھئے ادھر کیا سنتی ہوں۔ غرض ایک دم ہزاروں غم وہی وقت خوب تھا کہ جان سب رنجوں سے آزاد تھی۔ ساس کا کھٹکا تھا نہ نند کا خوف اب دن کی بھوک اور رات کی نیند سب ختم ہوئی ہیں۔ امیر باپ کی بیٹی نہیں ہوں ابا جان پندرہ روپیہ مہینہ کے نوکر تھے اس میں ہم چار بہن بھائی اور دادا ابا مکان کا کرایہ سقہ دھوبی سب ہی خرچ جان کے ساتھ لگے ہوئے تھے پیسہ پیسہ کی تنگی تھی

اور مہینہ کے آخر میں تو بعض دفعہ دال کے بادلے بھی چٹنی ہی نصیب ہوتی تھی اب خدا کے فضل سے ساڑھے چار سو مہینے کے ہمیشہ ہاتھ میں آتے ہیں۔ مگر سوچتی ہوں تو وہ غریبی اس امیری سے بہتر تھی افسوس کہ اسوقت کسی قدر نہ کی اور ان لوگوں کو چراغ سحری نہ سمجھا جو ہر وقت آنکھیں بچھاتے رہتے اگر ایک وقت روٹی نہ کھاتی تو اللہ بخشے اماجان کو کھانا حرام ہو جاتا تھا اب چاہے تینوں وقت نہ کھاؤں کسیکو کانوں کان خبر ہی نہ ہوگی۔

اسوقت کا مقابلہ اسوقت سے کرتی ہوں تو خیال آتا ہے کہ بڑی ہی بیوقوف ہیں وہ لڑکیاں جو کنوار پنے کی قدر نہیں کرتیں اور ماں باپ کو غنیمت نہیں سمجھتیں۔

پرسوں ہی کا ذکر ہے نماز سے فارغ ہوئی چار کو دیکھتی ہوں تو ماما نے کڑوی زہر کر رکھی تھی توس جلا کر خاک اور انڈے ابال کر سخت اور چار توس انڈے تیار کرنے چاہتی تھی کہ وہ آگئے انکو ریل پر جانا تھا بغیر ناشتہ کئے چلے ڈاک دیکھنے بیٹھی تو لڑکے کا خط ملا کہ تین دن سے بخار ہے اتنے میں منجھلی صاحبزادی نے بڑا قیمتی کا جوڑا پاتنہ سے چھوڑ کر شہید کیا۔ کچھ ایسی طبیعت بگڑی کہ تم سے کیا کہوں سمجھ ہی چلی گئی۔ صندوق کھولکر دیکھتی ہوں تو سنہری تہ دار چادر جوڑے کو کیڑوں نے چھلنی کر دیا تھا خبر نہیں کہ ان توسوں کا ستیاناس ہی صبح دیکھا تھا کہ [illegible] میں

بچ گئے۔ اتنے میں چپراسی نے آکر خبر دی کہ سرکار گاڑی
میں سے گر پڑے۔ اب دل کا خدا ہی حافظ تھا۔ وہ تو خدا کا
لاکھ لاکھ شکر ہے کہ چوٹ مطلق نہ آئی تھی ہاں گاڑی چکنا چور
ہوگئی پھر بھی شام تک بہت ہی تشویش میں گذری جب
سول سرجن نے آکے کہدیا ہے کہ خیر ہے تو طبیعت کو
اطمینان ہوا رات کو ادھر تو دن بھر کی تکان کچھ رنج اور
صاحب نے عشا کی نماز کے بعد تیاری [illegible] کی کوشش تھی کہ آنکھ
لگ گئی وقت کی بات ہے کہ نماز سے [illegible] واقعہ
ہوگئی۔ دس منٹ دیر ہوگئی ہوگی کہ آنکھ کھلی گھبرا کر اٹھی دیکھتی
ہوں تو ان کا مزاج بگڑا ہوا ہے بیتیرا کہا منت خوشامد کی مگر انہوں
نے دوا تک نہ پی۔ اب نیند کہاں بیٹھے بیٹھے وہیں صبح ہوگئی۔
یہ اس زمانہ کا ایک دن ہے جو گھربار کا زمانہ کہا جاتا ہے
اور اس عورت کا ایک زمانہ ہے جو میکے اور ننھیال سے سب
طرح خوش تھی۔ اب اس وقت کو دیکھتی ہوں جو کنوار پنے کا
کہلاتا تھا۔ اچھی طرح مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ دفعتاً آنکھیں سی آ
پکڑ آتا جاتا [illegible] ذرا سا گوٹے کا لا دو گی
تو کچھ گناہ [illegible] سیدہ صلی اللہ کی بیٹی کی
میں سے نکل بچی جان کے ہاں چلی گئی کھانے کے وقت
اماں جان میرا کھانا وہاں خود لیکر آئیں اور جب تک میں نے

کھانا نہ کھا لیا انہوں سنے نہ کھایا +

جس وقت کی مطلق قدر نہ کی وہ اور جن لوگوں کی پرواہ نہ کی وہ نعمت تھے آج وہ دولو اماں باوا قبریں سوتے ہیں اب انکی طرف سے کچھ ہی گذرے انکو خبر نہیں کچھ ہی کروں کہیں ڈھونڈیں وہ صورتیں نظر آنے والی نہیں +

لڑکیوں، اس وقت کو جو کو اب تمہارا ہے غنیمت سمجھو اور ماں باپ کو ایسی نعمت سمجھو جو قیامت تک ہاتھ آنے والی نہیں یہ زمانہ جلد ختم ہو جائیگا اور یہ سچی محبت کرنے والے چڑیوں کی طرح پُر پُھرا اڑ جائیں گے۔ ان کی قدر کرو اور اس طرح رہو کہ انکے بعد یہ افسوس نہ کرنا پڑے کہ وہ ہم سے ناخوش رہے

ہمشیرہ محمود الحسن صاحب

بچوں کے رونے کا علاج۔ معلوم کیا گیا ہے کہ اگر بچے اپنے رونے کی صحیح آواز ایسے وقت میں جبکہ اُن کا غصہ فرو ہو سنیں تو پھر نہیں روتے۔ چنانچہ بتجربتہً فونوگراف میں اُن کے رونے کی آواز بند کر کے جب اُن کا مزاج درست ہوا۔ تو انھیں سنائی گئی ہے اس کا اثر بہت قابل اطمینان ہوا ہے اور پھر وہ بچے بہت ہی کم روتے ہیں + راقم ح۔ آ۔ دہلوی

# مرکز حقوق نسواں

ہم یہ دیکھ کر بے انتہا خوش ہیں کہ مرکز حقوق نسواں کی تجویز عام
طور پر مقبول ہوئی اور ناظرین عصمت و تمدن کے علاوہ اور حضرات
نے بھی اس تجویز کو حقوق نسواں کے واسطے ضروری سمجھا ابھی مرکز
نے کوئی عملی صورت اختیار نہ کی تھی کہ ہمارے پاس ایک ایسی بہن
کا خط پہونچا جس سے زیادہ بدنصیب بیویاں کم ہونگی یہ خاتون پنجاب
کی رہنے والی ہیں اور شوہر نے جسکی جائداد ہزاروں روپیہ کی ہے
ان کو [illegible] چھوڑ کر دوسری بیوی کرلی اور بچہ کی خبرگیری سے
[illegible] نام شوہر پر یہ مشہور کردیا کہ یہ بیوی [illegible] شکوہ
نہیں [illegible] ہزاروں تعلق [illegible] اس تکلیف کا اندازہ
[illegible] بیوی [illegible] آکر عدالت
میں رجوع کیا اور مرکز کو ان حالات کی اطلاع ہوئی تب ملی جب
مقدمہ عدالت میں دائر ہو چکا تھا۔

اس وقت مرکز کی ابتدائی حالت بھی نہ تھی بلکہ ایک تجویز
تھی جو ذہن میں سمائی ہوئی تھی تاہم جو کچھ ممکن ہوا اس خاتون
کی اعانت میں کمی نہ کی اور خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہماری
عزیز بہن کو جواب اپنی تمام زندگی قومی خدمات کے واسطے وقف

کرتی ہیں کامیابی ہوئی +

ہماری دلی دعا ہے کہ خداوند کریم ان کی عمر میں برکت دے اور وہ قوم کے واسطے مفید ثابت ہوں۔

افسوس زیادہ تر اس کا ہے کہ ہماری عزیز بہن کی تعلیم پر اُن کا باقی خاندان سخت معترض ہے۔ ہمیں امید ہے کہ ہماری عزیز بہن نہایت تحمل سے ان سب باتوں کی برداشت کریں گی اور خداوند کریم انکو اس کا اجر دے گا +

راشد الخیری

---

**افیون خوردہ کا مجرب علاج۔ عطر چپال جامن (یعنی چھال**

جو سفید اندر سے نکلتی ہے) آدھ پا سیاہ مرچ دس عدد کو پیس کر پٹی بنا کر مریض کے حلق میں چمچے یا کسی اور ذریعے سے پہونچانا چاہیے۔ اور پانچ پانچ منٹ کے بعد اسوقت تک دینا چاہیے۔ جبتک مریض کو کسی قدر ہوش نہ آجائے۔ جب ہوش آجائے تو دس دس پندرہ منٹ بعد ایک مرتبہ دینا چاہیے، یہاں تک کہ مریض بالکل صحتیاب ہو جائے۔ یہ نسخہ نہایت مجرب ہے سینکڑوں دفعہ کا آزمودہ۔ صرف مریض کے حلق سے دوا اترنی چاہیے۔ انشاء اللہ ہرگز نقصان نہ ہوگا۔

ابو سکینہ

# میٹھی لوری

باپ ماں دونوں کے پیارے سوجا
اے مرے آنکھ کے تارے سوجا

باپ کی راحت جاں نورِ نظر
ماں کی لخت دل و منظور نظر

کیسی پیاری ہیں ادائیں تیری
ادھر آ لے لوں بلائیں تیری

خوب تو کھیل چکا جی بھر کے
سو بھی جا اب کہیں اماں صدقے

ہو کے خوش ایسی کلیلیں تو نہ کر
لگ نہ جائے کہیں تجھے میری ہی نظر

رکھول کے نازک سے یہ ننھی سی پل
جا بس اب نیند کے آغوش میں کھیل

ٹکٹکی باندھ کے تو اے مری جاں
دیکھتا کیا ہے، کدھر ہے ترا دھیان

وہ ترے باپ کی تصویر ہے دیکھ
اور ادھر ٹانگی یہ شمشیر ہے دیکھ

خیر سے بڑھ کے جواں جب ہوگا
ہوگی یہ تیغ کھلونا تیرا

کس لیے لیٹا ہے آنکھیں کھولے؟
ابھی آرام کے دن ہیں سو لے۔

تا ب جا [illegible] جوں ترا [illegible]
آتے جائیں گے ترے کام کے دن

[illegible] ننھا سا [illegible]
ہو گیا مصروف کتاب اور چراغ

[illegible] بھی [illegible] پڑا
افقِ قوم پہ سورج بن کر

[illegible] طول
اے مرے گلشنِ امید کے پھول

[illegible]
خاندان کے لئے مایۂ ناز

یاد رکھنا مری باتیں پیارے　　کام تو نیک ہی کرنا سارے
حق پسندی ہو سدا تیرا شعار　　جھوٹ کے پاس نہ جانا زنہار
خدمت قوم پہ رہنا تیار　　جان و مال اُس پہ رہے تیرا نثار
حرفِ عزت پہ کبھی آنے نہ پائے　　یہ نہ جاتی رہے گو جان بھی جائے

ہوئی دیر اب مجھے گاتے سوجا
اے مرے نیند کے ماتی سوجا

**سعیدہ بریلوی**

---

**خارش کا مجرب نسخہ** ۔ گندھک آملہ سار چار ماشہ ۔ رال ۔ ایک تولہ ۔ نیلا تھوتھا چھ ماشہ ۔ کیلہ ایک تولہ ۔ پارہ چھ ماشہ ۔ مشک کافور تین ماشہ ۔ نوشادر ایک تولہ ۔ موم سوا تولہ ۔ سہاگہ سفید چھ ماشہ بطور مرہم تیار کرکے بڑی بڑی پھنسیوں پر لگائیں اور ترشی والا مرچ سے پرہیز کریں ۔ اور سفید کنیر کے ہرے پتے لیکر پانی میں جوش کریں اور اوس پانی سے نہائیں ۔ مگر سر پر سے پانی نہ ڈالیں ۔ بلکہ کندھوں سے ڈالیں ۔　راقم ح ۔ ا ۔ وہاب

**کھانسی کا مجرب نسخہ** ۔ رب السوس ایک ماشہ ۔ نشاستہ ایکماشہ صمغ عربی ایک ماشہ ۔ مغز تخم کدو تین ماشہ ۔ بادام مقشر تین ماشہ تخم خطمی دو ماشہ ۔ مصری کل دواؤں کے وزن کا نصف حصہ ۔ پہلے دواؤں کو کوٹ لیں اور پھر بادام پیسکر ملالیں اور چنے کے برابر گولیاں بنالیں ۔ [illegible]

# خوابِ میرزا[1]

”ہلال کی پانچویں تاریخ میرے آباؤ اجداد میں ہمیشہ سے متبرک مانی جاتی تھی اور میں بھی اپنے بزرگوں کی تقلید سے اس دن کو بہت مقدس سمجھتا ہوں حسبِ معمول اس ماہ میں میں بہت سویرے اٹھا منہ ہاتھ دھو۔ نمازِ صبح سے فارغ ہو کر بغداد کی پہاڑی پر جا بیٹھا۔ تاکہ یہ دن تن تنہا عبادتِ الٰہی میں گذاروں پہاڑ کی چوٹیوں کی سبک اور ٹھنڈی ہوا نے میرے پریشان دل کو تسکین دی اور تھکے ہوئے دماغ کو تازگی۔ یکایک میرا خیال فنا ذات انسانی کے طرف متوجہ ہوا اور بہت دیر تک آپ ہی آپ رد و قدح کر کے آخر اس نتیجہ پر پہنچا کہ ”یقیناً آدمی ایک سایہ ہے جو کچھ دیر بعد زائل ہو جاتا ہے اور یہ زندگی ایک خواب ہے جو صبح تڑکے فنا ہو جاتا ہے“ اسی اثنا میں ایک قریب کی چٹان پر نظر پڑی جس پر ایک شخص چرواہے کے لباس میں بانسری لیے بیٹھا تھا مجھکو دیکھتے ہی اوس نے اپنی بے جان سی نَے میں روح پھونکی اور

---

[1] جوزف ایڈیسن (۱۶۷۲ء سے ۱۷۱۹ء تک) جب القاہرہ کے آثار الصنادید کی سیر کر رہا تھا اسکو ایک قدیم کتبہ ملا جس کا ترجمہ اسپیکٹیٹر نمبر ۱۵۹ میں اوس نے شائع کیا اور یہ خواب اوسی سے ماخوذ ہے ۱۲

ایسے داؤدی نغمے بجائے کہ ہوا بھی سہم گئی اور درخت کان دھر کر سننے
لگے - مجھکو وراکی خوشنوائی یاد آگئی جو فردوس بریں میں صالح اور
پارسا لوگوں کی پاک روحوں کے استقبال کے وقت بجایا جاتا ہے
تاکہ وہ دنیا کے رنج وکلفت کو یک لخت بھول جائیں اور جنت کی خوشگوا
زندگی کے لیئے مستعد ہو جائیں +

میں نے اپنے بچپن میں ایک حیرت انگیز قصہ سنا تھا کہ اس چٹان
پر ایک جن رہتا ہے جو یہاں سے گذرنے والوں کو اپنی نغمہ سنجی
سے محظوظ کیا کرتا ہے - مگر کبھی ہیئت جسمانی میں ظاہر نہیں ہوتا -
اوس کی خوش الحانی نے میرے دل میں گفتگو کا شوق پیدا کیا - اور
اشارہ پاتے ہی دست بستہ نہایت تعظیم کے ساتھ جا موجود ہوا - میں
پہلے سے اوسکی آواز پر کچھ ایسا فریفتہ ہوگیا تھا کہ جاتے ہی فوراً اُس کے
قدموں پر گرا اور خوب رویا - اوس نے میرا سر زمین سے اوٹھایا اور
کچھ ایسے لطف و مہربانی کے انداز سے مسکرایا کہ میرے دل سے
رعب جاتا رہا اور انسیت پیدا ہوئی - اور ہاتھ پکڑ کر کہا " اے میرزا!
اب تک جس مسئلہ میں تم حیران و پریشان تھے میں سمجھ گیا - آؤ میرے
ساتھ ذرا چلو!"

جن - (چٹان کی سب سے بلند چوٹی پر لیجاکر) ذرا مشرق کیطرف دیکھنا
اور جو کچھ نظر آئے بیان کرنا!

میں - بڑا گہرا وادی ہے اور اس میں سے بہت ہی زور شور سے پانی بہتا ہے

**جن**: جو تم وادی دیکھتے ہو وہ رنج و مصائب ہیں اور پانی جو بہ رہا ہے بقا کا ایک حصہ ہے +

**میں**- کیا وجہ ہے کہ دریا ایسے مقام سے نکل رہا ہے جو غبار سے چھپا ہوا ہے اور نظر کام نہیں دیتی۔ پھر بہتا ہوا دوسری جانب غبار ہی میں غائب ہو جاتا ہے؟-

**جن**: جو حصہ دریا کا تمہیں دکھائی دیتا ہے وہ بقا کا وہ زمانہ ہے جو دنیا میں ازل سے ابد تک جاری ہے اچھا یہ دریا جس کے دونوں طرف غبار سا چھایا ہوا ہے اس میں غور کرو اور بیان کرتے جاؤ

**میں**: سچ دریا پر ایک پل ہے +

**جن**: جو پل تم دیکھتے ہو وہ انسانی زندگی ہے۔ اور دیکھو +

**میں**: (بہت غور کرنے کے بعد) اس پل کے ۷۰ در صحیح سلامت ہیں اور چند ٹوٹے ہوئے ہیں۔ بہر حال کل دروں کی تعداد قریب سو کے ہے +

**جن**: پہلے اوس پل کے ہزار در تھے مگر دریا کی طغیانی سے کل در ٹوٹ کر بہ گئے اور اتنے ہی باقی رہے ہیں جو اب نظر آتے ہیں۔ اور بتاؤ کیا نظر آتا ہے۔

**میں**: آدمیوں کا بہت بڑا قافلہ اس پل پر سے گذر رہا ہے۔ مگر اس پل کے دونوں انتہاؤں پر سیاہ ابر چھایا ہوا ہے جب میں نے غور سے نظر جمائی تو دیکھا کہ اوس پل پر گذرتے ہوئے اکثر

لوگ دریا میں گر رہے ہیں اور چشم زدن میں دریا کی موجوں میں غائب
ہو رہے ہیں۔ پھر معلوم ہوا کہ اس پل پر چھوٹے چھوٹے
چور دروازے ہیں جب مسافر غفلت میں ان دروازوں پر گذرتے
ہیں یکایک وہ دروازے دب جاتے ہیں اور مسافر غرق ہو جاتے
ہیں۔ یہ چور دروازے پل کے دونوں آخری حصوں پر تو قریب
قریب ہیں مگر وسط میں [illegible] نہیں [illegible]۔

بہت سے لوگ تو پل پر آتے ہی چور دروازوں میں غرق ہو جاتے
تھے۔ بہت کم آدمی سب سے بچتے ہوئے [illegible] لڑکھڑاتے
ہوئے چلے جاتے تھے۔ مگر اس پر سے بھی اکثر [illegible]
میں گر پڑتے تھے۔ میں اس پیچیدہ معمے میں بہت دیر تک حیران
و پریشان رہا۔ کبھی تو ان لوگوں کو دیکھ کر بہت ملول ہوتا جو دریا
میں غرق ہوتے تھے اور گرتے گرتے کوشش کرتے تھے کہ کسی
سہارے کو پکڑ لیں کبھی ان لوگوں کی حالت حسرت کی نگاہ سے
دیکھتا جو چلتے چلتے آسمان کی طرف دیکھنے لگے اور کچھ خیالات
میں ایسے محو ہوئے کہ ایک ٹھوکر میں نظروں سے غائب ہو گئے۔ بہت
لوگ پانی کی سطح پر خوشنما حباب [illegible] دیکھ کر چاہتے
تھے کہ نزدیک پہنچیں یکایک پیر پھسلا اور [illegible]
گر پڑے۔ ان آفتوں پر طرہ یہ تھا کہ چند سپاہی تلواریں کھینچے
ہوئے پل پر ادھر ادھر دوڑتے پھرتے تھے اور جن لوگوں کے

جو چھایا ہوا تھا۔ اس لیے کہ اب مجھے دریا کا دوسرا حصہ صاف نظر آتا تھا۔ وادی ایک بہت ہی کشادہ سمندر تک پہنچتا تھا جو ایک عظیم الشان چٹان سے دو قطعوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ ابھی ابر ایک حصہ پر چھایا ہوا تھا اس لیے وہاں تو نظر کام نہیں دے سکتی تھی۔ لیکن دوسرا حصہ بالکل صاف اور وسیع سمندر نظر آتا تھا۔ اس میں بے شمار چھوٹے چھوٹے جزیرے ہیں جو طرح طرح کے میووں اور پھولوں کے باغوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ اس میں چھوٹی چھوٹی نہریں جن کے صاف و شفاف پانی کو دیکھکر چاندنی بھی لوٹ جائے آہستہ آہستہ بہتی چلی جاری ہیں۔ ان جزیروں کے باشندے انسان تو نظر آتے ہیں مگر فرشتوں کا شبہ ہوتا ہے۔ زرق برق قبائیں زیب تن ہیں۔ پھولوں کے گجرے گلے میں پڑے ہیں سر پر یاسمین کا سرپیچ لگا ہے۔ بعض تو درختوں کے سایہ میں ایک قطار میں خراماں ہیں۔ بعض زمردیں چشموں کے کنارے سبزی پر لیٹے ہوئے ہوا کھا رہے ہیں اور بعض پھولوں کے تختے پر پیر پھیلائے بیٹھے ہوئے پرندوں کے خوش الحان نغموں کا لطف اٹھا رہے ہیں۔ وہاں اس عیش و عشرت کا سماں دیکھکر میرے دل میں جوش و ولولہ پیدا ہوا اور فوراً زبان حال سے گویا ہوئی

چنیں قفس نہ سزائے چو من خوش الحان است
روم بگلشن رضواں کہ مرغ آں چمنم۔

لیکن جن نے میری اس خواہش کو تاڑ لیا اور کہا کہ اس شہر کا
اس پار کے سوا کوئی راستہ نہیں ہے جس پر موت کے دام بچھے
ہوئے ہیں اور ہر وقت سینکڑوں یہاں سے جاتے ہیں +

**جن**۔ وہ جزیرے جو تمہیں سرسبز و شاداب دکھلائی دے
رہے ہیں اس قدر بے شمار ہیں کہ ان کے مقابلہ میں بالو
کی ریت بھی کچھ نہیں۔ ان کے پیچھے اور بے تعداد جزیرے
ہیں جو تمہاری نظر سے باہر بلکہ مقدرت وہم و خیال سے
خارج ہیں۔ یہ ان نیکو کار بندگان خدا کے محل ہیں جنہوں
نے اپنی عمر اس کی رضا جوئی اور عبادت میں صرف کی۔ اور
جن چیزوں سے کہ اوس نے اونہیں منع کیا بچتے رہے
اور جن چیزوں کا اس نے حکم کیا تعمیل کی بہر حال یہ
لوگ اپنے مرتبوں اور درجوں کے برابر الوان نعمت سے
لطف اٹھاتے ہیں +

او میرزا! کیا ہم ایسے شہر کو فتح کرنے کے لیے جان نہ لڑائیں؟
کیا دنیا کے چند روزہ مصائب اور آلام اس ابدی راحت
و آرام کے مقابلہ میں کوئی چیز ہیں؟ کیا اوس موت سے
جو ایسی خوشگوار حقیقت کا دروازہ ہے ڈرنا مناسب ہے؟ ہرگز
یہ خیال نہ کرو کہ انسان جس کے لیے ایسی ایسی تیاریاں
کی گئیں ہوا بیکار اور عبث پیدا کیا گیا ہے +

میں ان سبزیروں کو حسرت کی نگاہوں سے بہت دیر تک
تکتا رہا اور آخر کار جن سے درخواست کی "براہ مہربانی اب
اوس دوسرے حصہ کا طلسم کہولیئے جو سیاہ ابر میں چھپا ہوا
چٹان کے دوسری جانب واقع ہے" جب جن سے جواب
نہ ملا تو پہر مخاطب کرنے کیلیے پلٹا۔ مگر جگہ خالی پائی۔ آخر میں
مایوس اپنے پہلے نظارہ کے طرف متوجہ ہوا مگر دیکھتا کیا
ہوں کہ نہ وہ دریا ہے۔ نہ وہ پل نہ وہ عیش وعشرت کے جزیرے
ہیں نہ وہ فرشتہ جو جوانسان۔ صرف بغداد کا طولانی وادی ہے
جس میں بیل اونٹ۔ اور بکریوں کے ریوڑ چر رہے ہیں ؎

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدیم بہار آخر شد

احمد اللہ (منشی فاضل مولوی عالم)

ناظرین عصمت خط وکتابت کے
وقت نمبر خریداری ضرور تحریر فرمایا
کریں۔ "منیجر"

# سچی بات آدھی لڑائی ہے

پچھلے دنوں جو مضمون ایک شادی کے متعلق لکھا گیا تھا۔ اُسکو وہی جس کے متعلق لکھا گیا تھا اور اُن کے متعلقین نے بہت بُرے معنوں میں خیال کیا۔ معلوم ہوا کہ اسی پر بس نہ کیا بلکہ خوب اپنے پچھلے پھپھولے پھوڑے۔ بہن آپ ہی کہئے اسمیں کونسی بُری بات تھی جلسے کے متعلق واقعات کے متعلق تھیں۔ کیونکہ اسکو تو مقامی ممبر حلفاً کہہ سکتی ہیں کہ ایک بات بھی خلاف واقعہ نہ لکھی گئی تھی پھر یہ پیچ بکار کیوں ہوئی۔

بہنو ایسے ہی خیالوں نے ہمارے طبقے کو کھو رکھا ہے جنکو اتنی بھی سمجھ نہیں جو اپنے اچھے بُرے کو سمجھیں۔ میں کہتی ہوں کہ اپنی اصلاح کرو برائی سے بچو۔ خود کو تعلیم سے آراستہ کرو۔ شرک و بدعت سے اجتناب کرو تاکہ یہ ہمارا ناقص العقل اور جاہل کا خطاب دور ہو۔ مگر آپ ایسی عقل کی کوتاہ ہیں کہ اسکو خاک نہیں سمجھا جب جب کہونگی اچھی بات کہونگی۔ سچ کہوں گی۔ کیونکہ ؎

ہرگز کبھی کسی سے عداوت نہیں مجھے — کہتی ہوں سچ کہ جھوٹ کی عادت نہیں مجھے

اور سب کو جانے دو ہمارے سرکار حضور سرور کائنات صلعم (جنپر ہم اور ہمارے عزیز تصدق) جن کی جوتیوں کی خاک کی برابر بھی ہماری

حقیقت نہیں جب اُن کو نادانوں نے اچھی بات بتانے کا جواب
بُرے طریقے سے دیا ہے تو ہمیں اس کا کیا رونا جس قدر تم
ہمیں بُرا کہوگی میں بھی سچی سچی باتیں کہے جاؤں گی۔ خوب خوب
دل کے بخار نکالو۔ جو جی چاہے کہو خوب کہو۔ کیونکہ اس کا
جواب یہاں سے کچھ نہیں ملنے کا بلکہ دعا ہی دعا ملیگی کہ خداوند
کریم آپ کو سمجھ دے کہ ان باتوں کو سمجھو۔ بدلے کے لیے جو کچھ اس
قسم کے الفاظ آپ کی زبان سے نکلیں گے وہ دربار خداوندی
کی عدالت میں پیش کر دیے جائیں گے وہاں سے اس کا
بدلہ پورا پورا ملیگا میں کہتی ہوں اور کہتی رہوں گی کہ برائے خدا اپنی
حالت کو سنوارو تم۔ خداوند کریم کے احکام پر چلو پانچوں وقت
کی نماز پڑھو۔ شرک و بدعت سے پرہیز کرو۔ بُری رسموں سے مُنہ
موڑو۔ اپنے کو اس قدر پردے میں رکھو کہ تمہارے چلنے کی
آہٹ غیروں کو نہ محسوس ہو۔ اپنی آواز کو غیر مردوں تک پہنچنے
کو سخت گناہ سمجھو۔ اگر ایسی ہی مجبوری ہے تو غایت درجے کے لحاظ کے
ساتھ بات چیت کرو۔ میلوں ٹھیلوں میں شرکت کو بدترین گناہ
سمجھو۔ کسی کی غیبت مت کرو جس سے ملو جھک کر ملو کسی کو اپنے
سے کم نہ سمجھو اگر ہماری ایک بہن پر کوئی مصیبت پڑے تو ہم
سب بہنوں کو اپنی مصیبت سمجھنا چاہیئے۔ محتاجوں کی امداد بھی
دریغ نہ کرنا چاہیئے

ان سب اچھے باتوں کی خواہشیں آپ کو اسوقت ہونے لگینگی جب آپ علم سے اپنے کو آراستہ کرلیں گی۔

اور بھی سنا؟ جناب نوشہ صاحب بھی ہیجان میں آسے اور آپ کی زبان مبارک سے بھی یہہ صدا نکلی کہ ہمیں تعلیم جدید سے نابلد کہا گیا۔ جسکی انہیں ندامت ہوئی ہے۔ ہم اس سے زاید تر نادم ہونے کو تیار ہیں۔ اگر نوشہ صاحب تعلیم جدید سے اپنے کو آراستہ کرکے ہمیں نادم کردیں خدا کرے کہ یہہ ندامت آپ کو محسوس ہوا ور آپ تعلیم جدید حاصل کرنے میں اپنے کو وقف کردیں اگر ایسا ہوا اور خدا کرے کہ ایسا ہی ہو تو ہم سمجھیں گے کہ ایک خدمت طبقہ ذکور کی بھی ہم سے ہوئی اور یہہ بھی معلوم ہوا کہ واقعات کے متعلق بھی آپ کو شکایت ہوئی ہے۔ اس کے متعلق آپ ہی سے حلفاً پوچھنے پر مجبور ہوتی ہوں کہ آپ ہی فرمائیے؟ کوئی بات خلاف واقعہ لکھی گئی ہے؟ البتہ یہ غلطی ہوئی ہے کہ روشن پہلو کو دکہاتے ہوئے تاریک پہلو بھی دکہائے گئے ہیں۔ اور میری یہ عادت ہے کہ میں تصویر کے دونوں رُخ کو دکہاؤں۔ اس لیے آپ اسکو معیوب سمجھئے۔ اور اگر کوئی واقعہ نویس واقعہ کے صرف ایک پہلو کو دکہائے تو وہ میرے نزدیک گناہ کرتا ہے۔ اور اس مضمون کے لکھنے کا جو مدعا تھا وہی آخر مضمون میں عرض ہی کرچکی ہوں کہ ہم میں جو رسوم رسمیں جاری ہیں اُس کی اصلاح چاہتی ہوں ورنہ اور کوئی وجہ نہیں

آخر میں یہ معلوم کر کے سخت افسوس ہوا کہ اُس مضمون کو جن کے متعلق لکھا گیا تھا اُنہوں نے اُس ناپاک تحریر سے جو کسی دشمن سے ہون کو مخاطب کیا تھا ملبوس کرتی ہیں سوائے خدا ایسا کر کے خود کو گنہگار نہ بناتے۔ اُس ناپاک تحریروں کا لکھنے والا کوئی لعنتی اور درگاہ خداوندی کا راندہ ہوا ہوگا۔ کیا آپ سمجھتی ہیں کہ جو دوسرے کا بُرا چاہے گا اُس کا بھلا ہوگا۔ ہرگز نہیں کبھی نہیں جو دوسرے کا بُرا چاہے گا اُس کا پہلے بُرا ہوگا۔ اور وہ کبھی اچھی حالت میں نہ رہے گا۔ خدا اُس لعنتی سے سمجھیگا۔ اور کیا آپ سمجھتی ہیں کہ اُسکا وبال نہ پڑیگا! ضرور پڑے گا۔ وہ صرف آپ ہی کا دشمن نہیں ہمارے کل قومی بہنوں کا دشمن ہے۔

اور کیا لکھوں میری خواہش اسقدر لکھنے کی بھی نہ تھی کیونکہ میرے اصول کے خلاف ہے۔ مجھے اپنے کام سے کام ہے نہ کہ بہنوں کی شورش و ہنگامہ سے۔ مگر خیالات نے مجبور کر کے یہ چند سطور لکھنے پر آمادہ کیا۔ کیونکہ ایک خیال فاسد کے دلنشین ہونے کا خوف تھا بہر کیف دعا یہ ہے کہ خداوند کریم ہم لوگوں کو صراط مستقیم پر چلائے۔ اور اچھے اچھے نیک کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور سمجھ دے کہ اپنے اچھے بُرے کو سمجھ سکیں۔

اپنی بہنوں کی ایک ناچیز خادمہ حامی اصلاح ندارد